خلافت راشدہ

حق چار یارؓ

اصلی کلمہ اسلام

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

عقیدۂ خلافت راشدہؓ
اور
عقیدۂ امامت

اثرِ خامہ

مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

حواشی

حافظ عبد الجبار سلفی

سُنی اکیڈمی ○ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدۂ خلافت راشدہؓ

اور

عقیدۂ امامت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
سنی اکیڈمی ۔ پاکستان

نام کتاب	عقیدۂ خلافت راشدہ اور عقیدۂ امامت
مصنف	حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ
حواشی	مولانا محمد عبد الجبار سلفی
کمپیوٹر کمپوزنگ	محمد عباس خان مہمند
ناشر	سنی اکیڈمی۔ پاکستان

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

ازقلم:۔حافظ عبدالجبار سلفی:

جن برگزیدہ ہستیوں نے بادشاہوں کی چاکری اور زور آوروں کی قصیدہ خوانی کر کے وقتی اور جھوٹی عزت حاصل کرنے کی بجائے خلوص وللٰہیت، تقویٰ وطہارت، علم وعمل اور حق گوئی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا اور مخلوقِ خدا کی سچی راہنمائی کی، ان میں ایک نام ''مولانا قاضی مظہر حسینؒ '' بھی ہے۔

آپؒ مرزائیت اور رافضیت کے خلاف مناظرانہ شہرت رکھنے والے عالم دین رئیس المناظرین مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ مولانا کرم الدینؒ کی ذاتی ڈائری، جو تقریباً ایک سوسال پرانی ہے، پر آپکی تاریخ ولادت یوں درج ہے۔

'' تاریخ تولد برخوردار مظہر حسین، ۲۰، اکتوبر ۱۹۱۵ء بمطابق ۲۹ ذیعقدہ ۱۳۳۲ھ، ۴، کاتک ۱۹۷۱ب، بروز سہ شنبہ بوقت ۹ بجے رات''

آخری جملہ مولانا کرم الدینؒ کے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ ہے " اللھم ذد عمرہ و سعدہ' "(اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اور فیروزمندی میں برکت دے)

چنانچہ آپؒ کے حق میں پدر گرامی کا یہ دعائیہ جملہ اتنا مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عمر میں برکت دی، تعلیمی مراحل طے کرنے کیلئے'' دارلعلوم دیو بند'' جیسا ادارہ اور مستفید و مستفیض ہونے کے لئے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جیسے جہابذۂ روزگار کی صحبت نصیب ہوئی۔

آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے عظیم والد سے حاصل کی۔ ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اشاعت اسلام کالج لاہور اور مدرسہ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں درس نظامی کی کتب پڑھتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کا امتحان

اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی ؒ نے آپکو خلعت خلافت سے بھی نوازا۔ قاضی صاحب ؒ اپنی ذات میں انجمن کی حیثیت کے حامل تھے۔

تقریر، تحریر، تزکیۂ نفس اور تبلیغ ساری زندگی آپ ؒ کا مشن رہا۔ تاہم دفاع صحابہ ؓ آپ ؒ کا خصوصی بلکہ ''موروثی'' مشن تھا۔ کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر ؒ کی زندگی اسی محاذ پر صرف ہوئی اور آج بھی کوئی سنی یا شیعہ عالم ایسا نہیں جوان کی علمی وتحقیقی کتاب ''آفتاب ہدایت'' سے آگاہ نہ ہو۔

قاضی صاحب ؒ ایک بے مثال محقق اور بے بدل مصنف بھی تھے۔ جب آپ ؒ کا قلم باطل فتنوں کے تعاقب میں اٹھتا تو سومنات میں نصب ایک ایک بت ایک دوسرے پر گرتا نظر آتا۔ آپ کے جاندار مضامین علمی، ادبی، تحقیقی اور فکری مسائل کا بے کنار ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بے چین اور مضطرب لوگوں کے لئے آب ہدایت ثابت ہوتا۔

آپ ؒ نے خاردار وادیوں میں آبلہ پائی کر کے مذہب اہل سنت کی تبلیغ کی۔ آپ کی زندگی کا قابل رشک وصف ''اعتدال'' تھا۔ اشتعال انگیزی سے آپ کی طبیعت نفور رہی اور اپنے حلقہ اثر کو بھی آپ ؒ نے بڑی حکمت و دانشمندی سے اس ''مرض مزمن'' سے بچائے رکھا۔ بعض اصطلاحات میں مجددانہ شان کے مالک تھے۔ مثلاً اہل تشیع نے کلمہ طیبہ میں اضافہ کر کے دین کی جڑ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو آپ ؒ نے جواباً اس کو غلط یا جھوٹا کلمہ نہ کہا اور نہ کہنے دیا۔ بلکہ سنیوں کو یہ سبق دیا کہ کلمہ طیبہ سے پہلے لفظ ''اصلی کلمۂ اسلام'' لکھ دیا جائے تاکہ پڑھنے والوں کیلئے خود بخود نتیجہ تک پہنچنا آسان ہو جائے کہ اسلام کا کلمہ یہی ہے، باقی اضافہ یا کمی والا کلمہ کم ازکم اسلام کا نہیں۔

ثانیاً۔ غیر خدا سے مدد مانگنا شرعاً حرام ہے۔ آپ ؒ نے اہل سنت کو ''یا اللہ مدد'' کا عنوان دیا۔ اس عنوان سے غیروں کی مدد کے نظریئے کی خود نفی ہو جاتی ہے۔

ثالثاً۔ خلافت راشدہ حق چار یار ؓ۔ اس عنوان اور نعرے کو آپ ؒ نے اہل سنت کے خون

میں شامل کر دیا۔ یعنی خلافت موعودہ چار یاروں (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ) کا حق ہے۔ یہ لفظِ حق بمعنی سچ نہیں ہے، جس پر بعض سادہ لوح طبعتیں اعتراض کرتی ہیں کہ چار حق ہیں تو باقی سارے کیا باطل پر ہیں؟ (العیاذ باللہ) یہ مضاف، مضاف الیہ ہے، حقِ چار یارؓ جسے بطور تخفیف کے حق چار یار کہہ دیا جاتا ہے۔ یہ اتنا جامع عنوان ہے کہ گویا سنی مذہب کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ رافضیت کا اس نعرے سے چیں بجبیں ہونا تو یقینی ہے۔ خارجی، ناصبی، وکلاءِ یزید حتیٰ کہ منکرین حیات النبی ﷺ کی پیشانیوں پر بھی اس عنوان سے سلوٹیں پڑ جاتی ہیں۔ آپؒ کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے کہ آج سنی مذہب کے نہ صرف جلسے، جلوسوں میں بلکہ اشتہاروں، گاڑیوں اور دوکانوں پر بھی یہ عناوین نظر آتے ہیں۔

باعثِ تالیف:

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ بھی ابتداء میں اس غلط فہمی کا شکار رہے کہ حضرت امیر معاویہؓ بھی خلافت موعودہ کے حق دار ہیں۔ حالانکہ یہ خلافت موعودہ ایسا اظہر من الشمس نظریہ ہے کہ متقدمین اکابر کے ہاں کبھی اختلافی نہیں رہا۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف کے اندر رقمطراز ہیں۔

”واقفانِ فنِ سیر پر پوشیدہ نہیں کہ خلفاء اربعہ کے اطوار و انداز اور امیر معاویہؓ کے اطوار و انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اُن کی گذران فقیرانہ اور زاہدانہ تھی اور امیر معاویہؓ کا طورِ ملوک کا سا تھا۔ اس لئے اہل سنت ان کو باوجودیکہ صحابی سمجھتے ہیں، خلفاء میں نہیں گنتے، ملوک میں شمار کرتے ہیں۔“

(ہدیۃ الشیعہ ص ٦٧)

چودہ صدیوں کے مفسرین اپنی کتب تفاسیر میں آیاتِ استخلاف و تمکین کے تحت چار یاروں کی خلافت ثابت کرتے آئے۔ یہ متفق علیہ عقیدہ ہے۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ نے اپنی تحریروں میں جب اس کے برعکس نظریہ پیش کیا تو حضرت قاضی صاحبؒ نے مدرسہ اظہار الاسلام

چکوال کی سالانہ روئیدادوں میں اس پر جاندار مضامین لکھ کر تعاقب کیا اور مسئلہ خلافت راشدہ سمجھایا۔ علماء کرام کی ایک بڑی جماعت جو اس مخمصے کا شکار تھی۔ حضرتؒ کے مضامین پڑھ کر حقیقت سے مطلع ہوئی اور آپؒ کی عالمانہ بصیرت کو داد دی۔

اس سے پہلے کہ وہ مضامین ماضی کی تاریکیوں میں گم ہو جاتے یا خدانخواستہ دیمک کی خوراک بن جاتے۔ ضرورت تھی کہ انکو کتابی شکل میں اہل علم اور ارباب ذوق کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دورانِ تحریر حضرتؒ نے جہاں جہاں رجال کا حوالہ دیا تو نیچے حاشیہ میں ان شخصیات کا راقم الحروف نے مختصر تعارف بھی درج کر دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتؒ کی دیگر علمی کتب اور بلا مبالغہ سینکڑوں کی تعداد میں علمی و تحقیقی مضامین اور مکاتیب کتابی صورت میں شائع کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت قاضی صاحبؒ نے ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء میں انتقال فرمایا۔ اور اپنے آبائی قصبہ بھیں چکوال میں اپنے والد گرامی مولانا کرم الدین دبیرؒ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

میں مر کر بزم وفا میں آج بھی زندہ ہوں
تلاش کر مری محفل مرا مزار نہ پوچھ

(علامہ سیماب اکبر آبادیؒ)

عبدالجبار سلفی

خطیب مسجد ختم نبوت

کھاڑک ملتان روڈ لاہور

۳ مئی ۲۰۱۰ء۔ دوپہر

☆......☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب کائنات نے اپنے بندوں کی اصلاح و ہدایت کیلئے اس آخری امت کے لئے اپنے آخری نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آخری کتاب (یعنی قرآن حکیم) نازل فرمائی۔ اور آنحضرت ﷺ نے اپنے تلامذہ اور اصحاب کو قرآنِ حکیم کے معانی اور مطالب سمجھائے اور اس کے احکام کا بہترین عملی نمونہ پیش کیا۔ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید پر جس صورت میں عمل کیا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی وحی پر مبنی تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اتباع کیلئے رسول ﷺ کے عمل کو اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ اور اس کی پیروی لازم کر دی۔ چنانچہ فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رسول الله اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوْ اللّٰهَ وَالْيَوم الْآخِرِ وَذَكَرَ اللّٰهَ كثيراً۔ (سورہ الاحزاب ع ۳)

تم لوگوں کیلئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو، اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو (یعنی مومن کامل ہو۔ یَرْجُوا میں مبداء و معاد کا اعتقاد آ گیا اور ذکر اللہ میں سب اطاعتیں آ گئیں، غرض ایسے شخص کیلئے) رسول اللہ ﷺ، کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ (تفسیر حضرت مولانا تھانویؒ)

حضور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو ہی (جو مومنین کے لئے کامل ترین نمونہ ہے) شرعاً سنتِ رسول کہا جاتا ہے جس کی اتباع کا حکم خود رسول کریم ﷺ نے بھی دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

مَنْ يعشْ مِنكم بَعدى فيسرىٰ اخِتلافاً كثيرًا فعليكم بسُنّتى و سُنّةِ الخلفاء الراشدين المهدين . (مشكوٰة شريف باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

:۔تم میں سے میرے بعد جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس (اس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت (طریقہ) کی پیروی لازم ہوگی''۔اس ارشاد رسالت سے جہاں سنت نبوی کی اتباع کا وجوب ثابت ہوتا ہے وہاں آنحضرت ﷺ کے خلفائے راشدین کی اتباع بھی واجب قرار پاتی ہے۔ اور مذہب اہل السنت والجماعت کی یہی وہ امتیازی شان صداقت ہے جس سے اسلام کے نام لیوا دوسرے فرقے اور گروہ محروم ہیں۔

بلا شبہ دین اسلام کی اصل بنیادیں دو ہی ہیں۔(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ۔اور قرآن حکیم میں اسی بناء پر اطیعوا اللّٰه و اطیعوا الرسول کی تعلیم دی گئی ہے، کیونکہ اطاعتِ رسول ذریعہ ہے اطاعتِ خداوندی کا۔حق تعالیٰ کے سارے احکام بذریعہ رسالت امت تک پہنچائے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقد اَطَاعَ اللّٰه جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی ہی اطاعت کی، اور خود حضور خاتم النبیین ﷺ نے بھی اسی قرآنی حقیقت کو اپنے ان معجزانہ ارشاد میں بیان فرمایا ہے کہ، تركت فيكم اَمْرَيْنِ لن تُضِلوا ما تَمَسَّكْتُمْ بهما كتاب اللّٰهَ و سنة رسوله ﷺ . (ایضاً مشکوٰۃ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کے ساتھ مضبوط تعلق رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔اور وہ دو چیزیں یہ ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ، لیکن کتاب وسنت کا علم وعمل رسول اللہ ﷺ سے بلا واسطہ حاصل کرنے والے چونکہ صحابہ کرام ہیں جن کو حق تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی ابدی سند عطا فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَار. وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُم بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجرى تَحْتَهَا الْاَنْهَار خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم. (پارہ ۱۱۔سورہ التوبہ۔ رکوع ۱)۔

اور جو تم میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جوان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں گے انہی میں ہمیشہ یہی بڑی کامیابی۔

(ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن اسیر مالٹا،(۱) اس آیت میں تمام صحابہ کرام کو (جن میں اہل بیت بھی شامل ہیں) درجہ بدرجہ رضائے الٰہی اور جنت ابدی کی بشارت دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں خود نبی کریم ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو مابعد کی امت کیلئے معیار حق اور جنتی اور جہنمی ہونے کی کسوٹی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

تفترق اُمتی علٰی ثلٰثٍ وَسَبعِینَ ملۃً کلھم فِی النّار الا ملۃ واحدۃ. قالو مَن ھم یا رسولَ اللّٰہ قَالَ ھُمْ مَا اَنَا علیہِ وَاَصحَابی . (مشکوٰۃ شریف)

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سے سوائے ایک کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ جنتی لوگ کون ہوں گے۔ فرمایا۔ وہ لوگ جنتی ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔

---

۱ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ۔ ۱۸۵۱ء میں بمقام بریلی پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا ذوالفقار علیؒ تھا۔ آبائی وطن دیوبند ضلع سہارنپور ہے۔ آپ کے والد گرامی بسلسلہ ملازمت بریلی مقیم تھے جہاں آپکی ولادت ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے متعلم تھے۔ جنگ آزادی میں آپ کو امام المجاہدین کی حیثیت حاصل رہی۔ ساڑھے چار سال ''مالٹا'' میں قید کاٹی۔ اور دورانِ اسارت ہی قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کیا۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو انتقال فرمایا۔ پانچ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ دو مرتبہ دہلی میں پھر میرٹھ اور مظفر نگر میں، بعد ازاں دیوبند میں آخری مرتبہ پڑھی گئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔

ارشاد حضرت مجدد الف ثانیؒ (۱):

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:۔

تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ اِتباع شریعت کا مدعی اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے۔ کل حِزب بما لدیهم فَرِحون ۔ (ہر گروہ اپنے مشرب وطریقہ پر خوش ہے) سب کا نقد وقت ہے۔ لیکن جو دلیل پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلها ومن التسلیمات اکملها نے فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ هُمْ مَآ اَنَا علیه واصحابی ۔ یعنی فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا وہ ہے جو اس طریقے پر قائم ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ اس مقام پر صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر کافی ہونے کے باوجود صحابہ کرام کا ذکر ممکن ہے یہ ظاہر کرنے کے لئے ہو کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے صحابہ کا ہے اور نجات کا طریقہ صرف ان کی اتباع کے طریقہ سے وابستہ ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَن یُطِعِ الرَّسُولَ فَقَد اَطَاعَ اللّٰه ۔ (سورۃ النساء پارہ ۵)۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت خدا تعالیٰ کی اطاعت کی، پس رسول کی اطاعت عین خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول پاک علیہ الصلوۃ والسّلام کی اطاعت کے خلاف چلنا عین خدا تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی ہے۔

پس ہمارے زیر بحث مسئلے میں گزشتہ بیان سے واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ

۱؎ مجدد الف ثانی ۔ شیخ احمد فاروقی سرہندی نام ہے۔ ۵ جون ۱۵۶۴ء کو ولادت باسعادت ہوئی، اور ۲۶ نومبر ۱۶۲۴ء کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر ایسا شخص پیدا فرمائیں گے جو دین کی ملت کی تجدید کرے گا۔ مردہ سنتوں کو زندہ کرے گا اور بدعات کا خاتمہ کرے گا۔ چونکہ ایک ہزار سال کے بعد دوسرے ہزار کی ابتداء میں آپؒ پیدا ہوئے اس لئے آپؒ کو ''مجدد الف ثانی'' کہا جاتا ہے۔ آپ کو یہ لقب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے دیا تھا۔

تعالیٰ علیہ اجمعین کے طریقے کی پیروی سے مخالفت کرتے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع وپیروی کا دعویٰ کرنا سراسر باطل دعویٰ ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام سے مخالفت کا طریقہ اختیار کر کے نجات کی مجال وگنجائش اور نجات کا امکان کہاں ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر طعن وتشنیع کرنے والے فرقے صحابہ کرام کی اتباع سے محروم ہیں، جیسے شیعہ، خارجی اور معتزلہ، الخ

﴿ مکتوبات مترجم دفتر اول حصہ دوم مکتوبات نمبر ۸۰ص ۱۰ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی ﴾

قرآن وسنت اور منقولہ بالا حدیث نبوی کی روشنی میں اہل السنّت والجماعت کا ناجی ہونا واضح ہوتا ہے اور یہ اصطلاح بھی ایک الہامی اصطلاح ہے جو دور صحابہ میں رائج تھی۔ چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت (یَومَ تَبیَضُّ وُجُوہٌ وَّ تَسوَدُّ وُجُوہ۔ یعنی قیامت کے دن بعض چہرے سفید نورانی ہوں گے اور بعض کالے سیاہ) کی تفسیر میں حبر امت[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ یعنی ''یوم القیٰمۃ حین تبیضّ وُجُوہ اھل السنۃ وَالجماعۃ وَتسودّ وجوہ اھل البدعۃ والفِرقۃ '' (تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر درمنثور) قیامت کے دن اہل السنّت والجماعت کے چہرے روشن ہونگے اور اہل بدعت وفرقہ کے چہرے سیاہ ہونگے، اہل السنّت والجماعت کے الہامی نام کی تفصیلی بحث میری کتاب " بشارت الدارین بالصبر علی شھادت الحسینؓ " میں قابل مطالعہ ہے۔

عقیدہ خلافت راشدہ:

حضور خاتم النبیین ﷺ نے اپنی فیض یافتہ جنتی جماعت صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے ذریعہ اپنے دورِ رسالت میں حکومت الٰہیہ قائم فرمائی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد چونکہ سلسلہ نبوت ختم ہے اور آفتاب رسالت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیہ کا فیضان ہی قیامت تک کیلئے کافی ہے۔ دین اسلام کی تکمیل بھی ہو چکی ہے اور قرآن حکیم بھی قیامت تک کی ہدایت کیلئے ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت صحابہ ہی میں سے آنحضرت ﷺ کے بعد ایسے

1۔ یعنی امت کے بہت بڑے عالم۔

خلفاء (جانشینوں) کی ضرورت تھی جو حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے قائم کردہ نظام شریعت کی اتباع میں ایک معیاری اسلامی حکومت کا نظام قائم کریں ۔ جو قیامت تک کیلئے مسلم حکومتوں کے لئے واجب الاتباع ہو۔ اس ضرورت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے بطور وعدہ آیت استخلاف میں آنحضرتؑ کے خلفاء اور ان کی صفات و عالیہ کے متعلق اعلان فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ o (سورة النور ع ۷)

وعدہ کرلیا۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام ۔ البتہ پیچھے حاکم کردے گا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دیگا ان کیلئے دین ان کا جو پسند کردیا ان کے واسطے اور دیگا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن ۔ میری بندگی کریں گے شریک نہ کرینگے میرا کسی کو۔ اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے وہی ہیں نافرمان ۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند) اس آیت استخلاف کی تشریح میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ (۱) ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا

---

۱ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ امام الکبیرؒ۔ ماہ رمضان ۱۸۳۲ء میں قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے ۔ والد کا نام شیخ اسد علی تھا۔ اکثر کتب مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے پڑھیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے مل کر آپؒ نے محدث کامل مولانا شاہ عبدالغنی مجددی حنفیؒ (المتوفی ۱۲۹۵ھ) سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی ۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ہوئے ۔ بخاری شریف کے آخری پانچ پاروں کا حاشیہ مکمل کیا اور علمی استدلالات سے اہل علم کو ورطۂ حیرت میں ڈالا۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۸۶۷ء کو دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جس نے ایشیاء میں سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت حاصل کی ۔ ۴ ۔ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہیں چار یار کے لئے تھا (ہدیۃ الشیعہ طبع قدیم ص ۵۶) سورۃ النور کی آیت استخلاف اور سورۃ الحج کی آیت تمکین (اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰا ھم فی الارض اقاموا الصلٰوۃ وَاٰتَوُا الزکٰوۃ وَاَمَرُوا بِالْمَعْرُوْف وَنَھَوْا عَنِ الْمُنکَرْ.)

(وہ لوگ جن کو نکالا ان کے گھروں سے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے۔ اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر ہر کام کا)۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند) اس آیت میں تمکین و اقتدار عطا کرنے کی پیشگوئی مہاجرین صحابہ کرام کے بارے میں ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱) اس آیت تمکین کے تحت لکھتے ہیں۔

چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطاء کی اور جو پیشگوئی کی گئی تھی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی۔ فللّٰہ الحمد علی ذالك۔ اس آیت سے صحابہؓ خصوصاً مہاجرین اور ان میں سے اخص خصوص کے طور پر خلفائے راشدینؓ کی حقانیت اور مقبولیت و منقبت ثابت ہوتی ہے۔

---

۱ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۔ پیدائشی نام فضل اللہ تھا بعد میں ''شبیر احمد'' تجویز ہوا۔ دار العلوم دیوبند کے مقتدر اور مشہور علماء میں سے تھے۔ ۱۳۲۵ھ میں سند فراغت حاصل کی، دار العلوم دیوبند اور مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں مدرس رہے۔ ۱۳۴۸ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۵ء میں جمعیۃ علماء ہند سے علیحدگی اختیار کر کے تحریک پاکستان کو فروغ دیا۔ ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ کو فوت ہوئے، مزار کراچی میں ہے۔ آپ کی علمی قابلیت پر مستقل تذکرہ بنام ''تجلیات عثمانی'' موجود ہے۔ صحیح مسلم کی شرح بنام ''فتح الملہم'' عربی زبان میں تحریر فرمائی۔ تفسیر قرآن عزیز کے سلسلہ میں ''تفسیر عثمانی'' مشہور و معروف ہے۔ (تذکرۃ المفسرین ص ۳۲۸)

آیت تمکین اور آیت استخلاف کی روشنی میں مفسرین اور محققین اہل سنت نے (مثلاً۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہ۔(۱) یہ عقیدہ قائم کیا کہ خلفاء اربعہ ہی ان دونو آیتوں کا مصداق ہیں۔ یعنی امام الخلفاء حضرابوبکر صدیق ؓ ،حضرت عمر فاروق ؓ ،حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰ ؓ ۔اور انہی چار خلفاء کو اصطلاح میں خلفائے راشدین کہا جاتا ہے۔اور مشکوٰۃ شریف کی منقولہ بالا حدیث نبوی علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ۔ میں خلفائے راشدین کا مصداق بھی یہی چار یار ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ومراد بخلفائے راشدین خلفائے اربعہ داشتہ اندد ھر کہ بر سیرت ایشان برود وموافق سنت عمل کند حکم ایشان دارد الخ (اشعة اللمعات جلد اول ص ۱۳۹) اور خلفائے راشدین سے مراد چار خلفاء لئے گئے ہیں۔اور جو بھی ان کی سیرت کی پیروی کرے اور سنت کے موافق عمل کرے۔وہ انہی کے حکم میں ہے۔الخ۔اور ملا علی قاری حنفی (۲) محدث بھی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

....

۱ شاہ ولی اللہؒ ۔نام قطب الدین عرف ولی اللہ،والد کا نام ''شیخ عبدالرحیم'' اور وطن ''دہلی'' ہے۔ماہ شوال ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور پندرہ سال کی عمر میں تمام درسی علوم سے فراغت حاصل کی۔دنیا بھر کے اہل علم اس علمی خاندان کے عُلُوِ مرتبت سے بخوبی واقف ہیں۔علم حدیث کا ہندوستان میں جو چرچا ہے وہ اسی خاندان کے طفیل ہے۔بہت سی تصانیف یادگار چھوڑیں۔باسٹھ سال کی عمر میں ۱۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲ ملا علی قاری حنفیؒ ۔شیخ نورالدین ابوالحسن علی بن سلطان محمد القاریؒ پورا نام ہے۔ملا علی القاریؒ کے لقب سے مشہور ہیں۔ہرات (خراسان) میں پیدا ہوئے۔بعدازاں مکہ مکرمہ جا کر مقیم ہوئے۔اور چالیس سال تک وہی رہے۔امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے اور احناف کے وکیل مانے جاتے ہیں۔درجنوں علمی کتب کے مصنف تھے۔ماہ شوال ۱۰۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا اور جنت المعلّٰی میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قیل هم الخلفاء الاربعة ابوبکر و عمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم لانه علیه الصلوٰة والسلام قال الخلافة بعدی ثلثون سنة وقد انتهٰی بخلافة علی کرم الله وجهه (مرقاة شرح جلد اوّل ص ۳٤۲)

اور اس حدیث کے تحت کہا گیا ہے کہ وہ (یعنی خلفائے راشدین) خلفائے اربعہ ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی اور یہ مدت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر ختم ہوجاتی ہے، بہرحال اہل سنت کے محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا مصداق خلفائے اربعہ ہی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

خلافتِ راشدہ جنتری کی حیثیت:

ابو ریحان مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی (۱) نے ۱۹۸٦ء سے خلافت راشدہ جنتری کا آغاز کیا ہے۔ وہی اس کے بانی و مدیر اعلیٰ ہیں۔ ۱۹۸٦ء کی خلافت راشدہ جنتری ص ۱۰ پر میری طرف منسوب یہ عبارت درج کی ہے کہ:۔

"ہر ذمہ دار مسلمان کے دینی فرائض میں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین اور اہل عظام کے افکار کے فروغ کے لئے جدوجہد شامل ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری اس طرف کوئی توجہ نہیں۔ خلافت راشدہ جنتری کا اجراء تاریخی اور فکری گلدستوں میں اضافہ ہے۔" حالانکہ میں نے خلافت

---

۱ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ ۔۴ مارچ ۱۹۵۳ء بستی سراجیہ ضلع خانیوال میں مولانا محمد علی جانباز کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں خیر المدارس ملتان سے دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ کئی ایک کتب کے مصنف اور شعلہ بیاں خطیب تھے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کے بعد ان کی جماعت سپاہ صحابہؓ کے سرپرست مقرر ہوئے اور جنوری ۱۹۹۷ء میں سیشن کورٹ لاہور میں ایک طاقتور بم کے دھماکے سے شہید کردیئے گئے۔ انا لله وانا الیه راجعون۔

راشدہ جنتری سے متعلق اُن کو کچھ بھی نہیں لکھا۔ بعض احباب نے اس کے متعلق مجھ سے استفسار بھی کیا تو میں نے یہی جواب دیا کہ یہ جعلی عبارت ہے۔ واللہ الہادی۔

۲: خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۷ء ص ۱۲۴ پر ایک مضمون بعنوان:۔ کیا حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ راشد تھے۔ شائع ہوا ہے۔ جس میں مسئلہ خلافت راشدہ کے متعلق سوالات و جوابات ہیں۔ چنانچہ ضروری اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

سوال: حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد کہنا کیسا ہے۔ بعض اصحاب اہل سنت بھی انہیں خلیفہ راشد کہنے سے ہچکچاتے ہیں۔ جبکہ آپ نے اپنی خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۶ء میں چھٹے نمبر پر خلیفہ راشد لکھا ہے۔

جواب: مذکورہ سوال کے جواب میں ابوریحان مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی بانی مدیر اعلیٰ خلافت راشدہ جنتری لکھتے ہیں:۔

اس معاملے میں میری رائے ان اصحاب کے بارے میں یہ ہے کہ ان پر رفض کے پروپیگنڈہ کا اثر ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں ہمارے بعض اہل سنت علماء کی مسلسل خاموشی ان کی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ہے جب کہ قرآن پاک میں صحابہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ تو اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کو ہدایت دینے والا ہی راشد قرار دیا گیا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہؓ تو آپ کے جلیل القدر صحابی بلکہ کاتب وحی ہیں۔ پھر آنحضرت کے ان ارشادات گرامی پر سب متفق ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اصحابی کالنجوم بایّهم اقتدیتم اهتدیتم (میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن کے پیچھے چلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ جس کے پیچھے چلنے سے ہدایت ملے اس کو عربی میں راشد کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر دیکھا جائے تو تاریخ ان کی خلافت راشدہ ہونے کی گواہی میں صداقت موجود ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی بیعت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کر رہے ہیں تو

گویا وہ ایک خلیفہ راشد کی اطاعت کا عہد و پیمان باندھ رہے ہیں۔ اگر حضرت معاویہؓ خلیفہ راشد نہ ہوتے تو حضرات حسنین کبھی ان کی بیعت نہ کرتے۔ یہ خلافت بھی پچھلی خلافتوں کی تسلسل ہے۔ اب حضرت حسنؓ کی بیعت کے بعد جو حضرت حسین کے ہمراہ، ملک شام کے شہر مقام سکن پر واقع ہوئی۔ پوری امت میں کوئی شخص ان دونوں حضرات کے بعد مقام و مرتبہ میں میرے نزدیک ان سے زیادہ ثقاہت رکھنے والا نہیں جن کو صحت کے طور پر پیش کیا جائے۔ کوئی صاحب کہے کہ فلاں فلاں آدمی نے تو اس شخص کو خلیفہ راشد نہیں کہا:۔ حضرت حسن اور حسین کی بیعت کے بعد کوئی شخص اس پوزیشن میں نہیں کہ اس کا قول ان دونوں حضرات کے فضل سے ثقہ ہو۔ الخ

الجواب: (۱) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی کا جواب میں یہ لکھنا کہ جو اصحاب حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد نہیں قرار دیتے ان پر رفض کے پروپیگنڈے کا اثر ہے۔ اور جو علماء حضرت امیر معاویہؓ کے معاملہ میں خاموش رہے۔ ان کی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ہے ایک کھلی جسارت ہے۔ جس میں انہوں نے جمہور اہل سنت کو رفض کے پروپیگنڈے سے متاثر قرار دیا ہے۔ کیا مولوی صاحب موصوف یہ بھی نہیں جانتے کہ حضرت امام حسن کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو جمہور اہل سنت برحق خلیفہ مانتے ہیں لیکن اہل سنت کے کسی مفسر، محدث، متکلم، مجتہد اور مجدد نے آپ کو خلیفہ راشد نہیں لکھا۔ تو کیا یہ سارے اکابر اہل سنت شیعیت کے پروپیگنڈے سے متاثر تھے اور آیت استخلاف اور خلافت راشدہ کے بارے میں ان کی کوئی تحقیق نہیں تھی۔ العیاذ باللہ۔

مولوی ابو ریحان (۱) صاحب موصوف پر لازم تھا کہ وہ اپنی قیاس آرائیوں کے بجائے ان حضرات اہل سنت کی باحوالہ عبارتیں نقل کرتے جنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد لکھا ہے۔

۱؎ ابو ریحان، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ کی کنیت ہے۔

(۲) مولوی صاحب علمائے اہل سنت کو کم فہم اور جاہل کہہ رہے ہیں حالانکہ خود ان کا مبلغ علم یہ ہے کہ راشد کا معنی ہدایت دینے والا لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ راشد کا معنی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور ہدایت دینے والے کو مرشد کہتے ہیں۔ اگر مولوی صاحب کے کوئی پیر و مرشد ہیں تو کیا وہ ان کے بارے میں یہ کہیں گے کہ یہ میرے راشد ہیں یا یہ کہیں گے کہ یہ میرے مرشد ہیں۔(۲) دوسری دلیل موصوف نے یہ دی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی بیعت حضرت حسن اور حضرت حسین نے کی ہے۔ اگر حضرت معاویہؓ خلیفہ راشد نہ ہوتے تو یہ حضرات ان کی بیعت کیوں کرتے۔ یہ دلیل ان کی جہالت پر مبنی ہے: وہ بیعت خلفاء وملوک کے متعلق اہل سنت کا مؤقف ہی نہیں جانتے۔ میں نے اس کی تفصیل اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید) میں کر دی ہے یہاں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر جلیل القدر صحابہ کرام کا کسی حکمران سے بیعت کرنا اس کے خلیفہ راشد ہونے کی دلیل ہے تو پھر یزید کو خلیفہ راشد تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اس کی بیعت حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ فاروقی صاحب کی اس پیش کردہ دلیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ یزید کو بھی خلیفہ راشد مانتے ہوں گے۔ واللہ اعلم یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت عبداللہ بن مطیعؓ وغیرہ صحابہ کرام نے یزید کی بیعت فسخ کر دی تھی جس کے نتیجہ میں اس نے اپنے ظالم سپاہ سالار مسلم بن عقبہ کو مدینہ پر حملہ کا حکم دیا۔ جس نے تین دن مدینہ منورہ میں قتل عام کیا، کئی صحابہ وتابعین شہید ہوئے۔ اور بعض صحابہ کرام زندہ گرفتار ہوئے جن کو مسلم نے قتل کرا دیا۔ اس جنگ کا نام جنگ حرّہ ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں (خارجی فتنہ حصہ دوم)۔

یزید کی بیعت وعدم بیعت میں صحابہ کرام کا اختلاف حالات کے تحت اجتہاد پر مبنی تھا۔ اس سے یزید کا خلیفہ راشد ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔

دوسرا غلط استدلال:

مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں: اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ قرآن

پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَعد اللّٰہ الذین امنو منکم وعملو الصلحٰت لَیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم ولیُمکّننّ لھم دینھم الّذی ارتضیٰ لھم ولیُبدّلنّھم من بعدِ خوفھم امنا ۔ یعنی اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ انہیں ضرور خلیفہ بنایا جائیگا زمین پر اور ان کے دین کو تمکین بخشی جائے گی جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ اور بدل دیں گے وُہ اپنے باہمی خوف کو امن میں۔ اب میرا سوال یہ ہے کہ اپنے باہمی خوف کو امن میں بدلنے والے کون لوگ ہیں اگر اس سے مراد خلافت اربعہ ہے تو پھر وہ باہمی خوف تلاش کرنا پڑے گا کہ وُہ کونسا خوف تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دَور میں باہمی خوف اس کے علاوہ کوئی نہیں جب حضرت عثمان کی شہادت کے بعد قصاص کے مسئلے میں مسلمانوں کے دو فریق ہو گئے اور باہمی امن اٹھ گیا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کے واقعات رونما ہوئے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور ہر طرف امن وامان قائم ہو گیا، حضرت معاویہؓ نے آرام سے اللہ کے اس وعدہ کے مطابق پہلے سات سال بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں جن کو اسلام کی چکی چلنا کہا جا سکتا ہے اور بارہ سالوں میں ان مفتوحہ علاقوں میں اسلامی اقدار کا نفاذ کیا گیا۔ الخ

الجواب: (۱) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب نے آیت میں بھی لفظ منکم چھوڑ دیا ہے اور ترجمہ میں بھی۔ پہلے تو میں نے سمجھا کہ آیت میں منکم کا نہ لکھنا سہو کتابت ہے لیکن جب ترجمہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں منکم کا ترجمہ بھی نہیں ہے۔ تو سوائے علمی خیانت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ خلفائے اربعہ کی خلافت موعودہ کا مبنی یہی لفظ منکم ہے اور شیعہ بھی اسی منکم سے گھبراتے ہیں۔

۱۹۳۹ء میں بمقام ٹکیریاں ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) میں امام اہل سنت حضرت

مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ (۱) اور مشہور شیعہ مناظر مرزا احمد علی امرتسری (۲) آنجہانی میں مناظرہ ہوا تھا۔ چونکہ شیعہ پہلے تین خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ بلکہ ان کے ایمان کے بھی منکر ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اس لئے امام اہل سنت نے خلفائے ثلٰثہ کے مومن کامل اور خلیفہ راشد ہونے پر دوسرے دلائل کے علاوہ آیت استخلاف بھی پیش کی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ۔۔ جو لوگ حضرات خلفائے ثلاثہ کو مومن نہیں مانتے وہ بتائیں کہ یہ آیت کیونکر سچی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آیت میں وعدہ صرف مومنین حاضرین سے ہے۔ ورنہ لفظ منکم بیکار ہوجائے گی اور اس وقت کے لوگوں میں سے صرف خلفائے ثلٰثہ ہی کو آیت کی موعودہ تینوں نعمتیں ملیں۔ حضرت علی کو بقول شیعہ تمکین دین نہیں ملی وہ اپنی خلافت میں بھی اللہ کا دین رائج کرنے پر قادر نہ تھے جیسا کہ روضہ کافی کی عبارت منقولہ سے معلوم ہوا۔ پس اگر حضرات خلفائے ثلٰثہ، معاذ اللہ مومن صالح نہ ہوں تو ان کی خلافت اس آیت کی مصداق نہیں ہوسکتی اور کوئی دوسرا مصداق اس آیت کا نہیں پایا گیا۔

(مباحثہ بکیریاں ص ۱۷)

---

۱ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ۔ قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں ۲۳ ذوالحجہ ۱۲۹۳ھ بمطابق ۱۸۷۶ء پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام حافظ ناظر علی ہے۔ مولانا سید عین القضاۃؒ کے منظور نظر شاگرد تھے۔ مسلسل سات سال تک انہی کی خدمت میں رہ کر اسلامی علوم کی تکمیل کی۔ رد رفض آپ کا خاص موضوع تھا اور فنِ مناظرہ میں کمال حاصل تھا۔ ''امام اہل سنت'' کا لقب آپ کے نام کا جزو بن کے رہ گیا۔ ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲ مولانا احمد علی امرتسری۔ مشہور شیعہ مناظر تھے۔ ۱۹۰۴ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اسکول کی تعلیم مکمل کرکے فوج میں بھرتی ہوئے۔ بعدازاں ترقی کرکے اکاؤنٹینٹ جنرل بن گئے۔ وسیع المطالعہ ہونے کی وجہ سے مناظرے کیا کرتے تھے۔ لاہور سے ایک اخبار بنام ''شیعہ'' نکالا۔ کئی ایک کتب تصنیف کی۔ ڈاڑھی بالکل نہ تھی۔ حقہ اور سگریٹ بکثرت نوش کرتے تھے۔ ۲ جون ۱۹۷۰ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور یہیں دفن ہوئے۔

شیعہ مناظر نے منکم کا یہ جواب دیا کہ اگر منکم سے حاضرین ہی مراد ہوں تو پھر منکم سے قرآن میں جو خطابات ہیں وہ سب حاضرین کے لئے مخصوص ہو جائیں گے اور بعد والوں کے لئے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔ تو اس کا جواب امام اہل سنت نے یہ دیا کہ

(۱) کہیں بھی لفظ منکم ہو اور حاضرین کی تخصیص نہ لینے سے یہ لفظ بے کار ہو جاتا ہو تو یقیناً وہاں بھی حاضرین کی تخصیص ہو گی، مگر آیات احکام میں ایسا نہیں۔

(۲) امام اہل سنت نے شیعہ مذہب کی کتب اصول سے یہ دکھا دیا کہ حاضر کا صیغہ حاضر کیلئے مخصوص ہوتا ہے اور غائبین کا شامل کرنا کسی دلیل خارجی کی وجہ سے ہوتا ہے وہ دلیل خارجی آیت استخلاف میں دکھا دیجئے تو بے شک تخصیص باطل ہو جائے گی۔ شیعہ مناظر اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۳) آیت میں وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهم دينهم الّذی ارتضٰی لهم وَلَيُبَدِّلَنَّهم مِن بَعد خَوفهم اَمْنًا۔ کا ترجمہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب نے یہ لکھا ہے کہ:۔ اور ان کے دین کو تمکین ارض بخشی جائے گی جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ اور بدل دیں گے وُہ اپنے باہمی خوف کو امن میں" اور یہ ترجمہ بھی بالکل غلط ہے فرمائیے۔ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہُوا۔ یہ کن الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہے۔ الذی ارتضٰی لهُمْ تو دین کی صفت ہے یعنی وُہ دین جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ لیکن فاروقی صاحب موصوف نے الّذی کو الّذین سمجھ کر اس کو موعودہ خلفاء کی صفت قرار دیدیا۔ اور آیت میں وَلَيُمَكِّنَنَّ کو بھی بجائے واحد کے جمع کا صیغہ سمجھ کر اس سے بھی خلفاء مراد لے لئے۔ حالانکہ ارتضٰی اور وَلَيُمَكِّنَنَّ کا مرجع اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جس دین کو پسند کیا ہے اس کی ان کو تمکین دیگا اور اللہ تعالیٰ ہی ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔" کیا فاروقی صاحب نے یہاں تحریف معنوی کا ارتکاب نہیں کیا؟۔ پہلے آیت استخلاف کے تحت حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکورؒ صاحب متوفی ۱۳۸۱ھ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

وعدہ دیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور کیے انہوں نے اچھے کام کہ ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا ان کو زمین میں جیسے بنایا تھا ان لوگوں کو جو اُن سے پہلے تھے اور ضرور ضرور تمکین دیگا ان کے لئے ان کے دین کو وہ دین جو پسند کیا اللہ نے ان کے لئے اور ضرور ضرور بدلے میں دے گا ان کو بعد ان کے ڈرنے کے امن۔

(۴) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب ترجمہ غلط لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:۔اب میرا سوال ہے کہ اپنے باہمی خوف کو امن میں بدلنے والے کون ہیں، اس پر ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ باہمی خوف کس لفظ کا ترجمہ ہے اس خوف سے مراد تو کفار کا خوف ہے۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا وہ کامل امن واطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔الخ

(ب) علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں[1] :۔ وکذا لا ینا فیہ ما وقع فی خلافۃ عثمان و علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما من الفتن لان المراد من الامن الامن من اعداءِ الدین وھم الکفار کما تقدم (تفسیر روح المعانی سورۃ النور)

اور اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دور میں جتنے فتنے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ امن کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ آیت میں دین کے دشمنوں یعنی کفار کے خوف سے امن مراد ہے۔

(۵) آیت سے مولوی ضیاء الرحمٰن جو باہمی خوف اور باہمی امن مراد لے رہے

---

[1] علامہ آلوسیؒ۔سید محمود آفندی، کنیت ابو الثناء، لقب شہاب الدین اور نسبت آلوسی بغدادی ہے۔آلوس ایک گاؤں کا نام ہے۔۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔۱۲۴۸ھ میں مفتی احناف مقرر کیے گئے۔۲۵ ذوالقعدہ ۱۲۷۰ھ میں وفات پائی اور شیخ معروف کرخیؒ کے قبرستان ''کرخ'' میں دفن ہوئے۔''تفسیر روح المعانی'' نے آپ کی علمی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

ہیں یہ تو قرآن کا مطلب نہیں ہے لیکن اگر بالفرض حضرت معاویہؓ کی خلافت میں باہمی امن کا قائم ہونا مراد لیا جائے تو پھر یہ صفت پہلے دو خلفائے راشدین کیلئے ثابت نہیں ہو سکے گی کیونکہ ان کے دورِ خلافت میں اہل اسلام کے مابین جنگیں نہیں ہوئی ہیں اور حضرت صدیق اکبر کے دور خلافت میں جو جنگیں ہوئی ہیں وہ بھی جھوٹے مدعیان نبوت منکرین زکوٰۃ اور مرتدین یا روم وایران کے خلاف لڑی گئی ہیں تو فاروقی صاحب موصوف نے آیت قرآنی کی خوب تفسیر کی کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کو قرآن کی مذکورہ ایک صفت سے محروم قرار دے دیا۔ العیاذ باللّٰہ العظیم۔

(۶) مِنْکُمْ سے ثابت ہوا کہ خلیفہ بنانے کا وعدہ ان مومنین صالحین سے ہے جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے۔ اور اس وقت حضرت امیر معاویہؓ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے۔ اور یہ سورۃ غزوۂ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی ہے جبکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعۂ افک پیش آیا تھا۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا تھا یا اس کے بعد یا ۶ھ کے نصف آخر میں۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ اس کے بعد اسلام لائے تھے۔ لہٰذا حضرت معاویہؓ اس آیت استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتے۔

(۷) یہ وعدہ استخلاف دراصل مہاجرین اولین صحابہ کیلئے ہے جیسا کہ سورۃ الحج کی آیت تمکین میں اَلَّذِیْنَ ان مکنا ھم فی الارض (الآیۃ) میں جو اعلان تمکین ہے وہ الذین اُخرجو مِن دیَارھم سے یعنی مہاجرین صحابہ کرام کے لئے ہے۔ اور یہ سورۃ النور سے بہت پہلے نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ سورۃ النور میں وعدہ استخلاف بھی انہیں مہاجرین اولین سے ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:۔ نکتہ دیگر بفهمی و آن آنست که دو آیت استخلاف و آیت تمکین دریك قصه است مقصود واحد است و تعبیر مختلف :۔ ایک اور نکتہ بھی سمجھ لو اور وہ یہ کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین ایک ہی بات

بیان کررہی ہیں۔ مقصود دونوں کا ایک ہے عبارت مختلف ہے۔الخ

(ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص ۹۰)

اور چونکہ حضرت معاویہؓ مہاجرین میں سے نہیں ہیں کیونکہ آپ فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ لا ھجرۃ بعد الفتح یعنی جو شخص فتح مکہ کے بعد اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے وہ مہاجرین صحابہؓ میں شمار نہیں ہوگا۔ اور چونکہ مہاجرین صحابہؓ میں سے صرف چار یار کو خلافت ملی ہے اس لئے آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق صرف یہی چار یارؓ ہوں گے۔ چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ آیت تمکین کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ مہاجرین میں سے کن کن اشخاص کو تمکین ملی۔ جس وقت یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں فلاں اشخاص کو تمکین ملی اس وقت ہمیں بحکم قرآن یہ ماننا پڑے گا کہ ان لوگوں سے زمانہ تمکین میں اعمال صالحہ مذکورہ صادر ہوئے اور یہی مفہوم خلافت راشدہ کا ہے۔ ظاہر ہے کہ جماعت مہاجرین میں سے صرف چار بزرگوں کو تمکین ملی۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پس قرآن شریف پر ایمان رکھنے والوں کا فرض ہے کہ ان چاروں کو خلیفہ راشد مانیں اور زمانہ خلافت میں جو کام انہوں نے کئے ان کاموں کے پسندیدہ خدا ہونے کا یقین رکھیں"۔

(ناشر جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم زیر اہتمام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب [1] مہتمم زید مجدھم، وامیر تحریک خدام اہل سنت پنجاب)

---

[1] مولانا عبداللطیف جہلمیؒ۔ ۶ ستمبر ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ ستمبر ۱۹۴۵ء میں جامع مسجد گنبد والی جہلم کے خطیب مقرر ہوئے اور جامعہ حنفیہ جہلم کی بنیاد رکھی۔ قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے انتہائی بااعتماد، مخلص دوست اور عقیدت مند تھے۔ ۱۲۷پریل ۱۹۹۸ کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مقام افسوس ہے کہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی نے خوامخواہ آیت استخلاف کی معنوی تحریف کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آیت استخلاف کا مصداق قرار دیا ہے۔ کیا وہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکے کہ اگر حضرت امیر معاویہؓ قرآن کی آیت استخلاف کا مصداق ہوتے تو مفسرین اہل سنت ان کو کیوں اس کا مصداق نہ قرار دیتے؟۔ آخر کوئی مفسر اور محدث تو آپ کو اس آیت کا مصداق قرار دیتا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ سوائے چار یار کے اس آیت کا مصداق کوئی بھی اور صحابی خلیفہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حضرت امام حسنؓ کو بھی کسی مفسر نے اس آیت کا مصداق نہیں قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کو اس آیت کا مصداق نہ قرار دینا کسی تکدر اور تعصب کی وجہ سے نہیں ہے اسی آیت استخلاف کا چار یارؓ کو مصداق قرار دیتے ہوئے حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں:۔ باقی رہے امیر معاویہؓ ہر چند ان کو بظاہر تمکین میسر آئی لیکن حقیقت میں وہ تمکین دین نہ تھی تمکین ملک و سلطنت تھی۔ چنانچہ واقفانِ فنِ سیر پر پوشیدہ نہیں کہ خلفائے اربعہ کے اطوار اور انداز اور امیر معاویہؓ کے اطوار اور انداز میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ان کی گزران فقیرانہ اور زاہدانہ تھی اور امیر معاویہؓ کا طور ملوک کا سا تھا اس لئے اہل سنت ان کو باوجودیکہ صحابی سمجھتے ہیں خلفاء میں نہیں گنتے ملوک میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن ملوک میں بھی فرق ہے، ایک نوشیروان تھا ایک چنگیز تھا سو یہ ہر چند ملوک میں سے تھے۔ لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ خلفائے راشدین کے مقابلے میں دنیا دار معلوم ہوتے تھے جیسے حضرت سلیمانؑ اور انبیاء کے مقابلہ میں دنیا دار معلوم ہوتے ہیں نہ یہ کہ ظلم و ستم کے روادار تھے غرباء کے حق میں ستمگار تھے۔ ان کا حلم اور رعایا پروری اور دلجوئی خلائق شہرۂ آفاق ہے مع ہذا یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جن کو قرار واقعی کفار سے کبھی خوف ہوا ہو۔ یہ بات فقط مہاجرین اولین کے حق میں صادق آتی ہے۔ نہ امام حسنؓ کو یہ بات پیش آئی نہ امیر معاویہؓ کو۔ اور مہاجرین اولین میں سے بھی جیسا خوف خلفائے اربعہ کو بترتیب ہوا ہے اور کسی کو پیش نہیں آیا۔

(ہدیۃ الشیعہ طبع قدیم ص ۵۰)

اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی [1] قدس سرہ بھی ارشاد فرماتے ہیں:۔

اور یہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلافت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ نے بنظر اصلاح جائز رکھا۔ اگرچہ خلافت نبوت نہ تھی۔ مگر خلافت ملوکانہ تھی۔ (ہدایۃ الشیعہ ص:۸۶)

اور مجاہد جلیل حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ [2] بھی خلافت و سلطنت کے قسمیں کرتے ہوئے حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی باہمی صلح کو حدیث نبوی سے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ سلطان کامل پر امت کا اجماع کرنا خدا اور رسول کے منشا کے مطابق ہے اور اس کی اطاعت درگاہِ خداوندی میں مقبول ہے۔ (منصب امامت مترجم ص ۱۰۷)۔ نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

سلطان کامل سلاطین اور خلفائے راشدین کے درمیان ایک برزخ کی طرح ہے۔ اگر لوگ دیگر سلاطین کو دیکھیں تو اس سلطان کامل کو خلیفہ راشد تسلیم کریں۔ اگر خلفائے راشدین کا

---

[1] مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ ۶ ذوالقعدہ ۱۲۴۴ھ بروز پیر قصبہ گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا ہدایت احمد تھا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ساتھ مولانا مملوک علیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیئے۔ حدیث کے اسباق مولانا شاہ عبدالغنیؒ سے پڑھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے مجاز بیعت تھے۔ ۱۱، اگست ۱۹۰۵ء بروز جمعہ المبارک اٹھہتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

[2] مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے اور شاہ عبدالغنیؒ کے صاحبزادے تھے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ جملہ علوم حاصل کرنے کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ جذبۂ جہاد سے آپ کا قلب لبریز تھا۔ سکھوں کے خلاف بھرپور تحریک چلائی۔ ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے مقام پر جام شہادت نوش فرمایا۔ ساری زندگی تحریری و تقریری اور عملی جہاد میں صرف کی۔ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے۔ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے بقول تقلید جامد، جو قرآن و حدیث اپنے پیروں اور مولویوں کی رائج کردہ تھی، اس کے منکر تھے۔ (عبارات اکابر ص ۵۸، حصہ اوّل)

حال معلوم کریں تو اسے سلطان کامل سمجھیں۔ چنانچہ سلطانِ شام (حضرت معاویہؓ) نے فرمایا:۔ لست فیکم مثل ابی بکر و عمر ولکن ستروں امرآء من بعدی ۔ (میں تم میں ابوبکر اور عمر جیسا حکمران تو نہیں لیکن میرے بعد عنقریب تم امیر دیکھو گے) بنا بریں انکی سلطنت کا زمانہ زمانۂ نبوت اور خلافت راشدہ کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ پس اس وجہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے زمانہ کی ابتداء سے اس سلطنت کاملہ کا زمانہ گزر جانے تک ترقیٔ اسلام کا زمانہ ہے"۔ (ایضاً ص ۱۰۸)

حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق جو کچھ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہی مسلک حق و اعتدال ہے۔ اور آپ کے ملک اور سلطان ہونے کا مطلب واضح فرما دیا ہے۔ اور یہی اہل السنت والجماعت کا موقف ہے۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ جس کی عبارت میں آپ کے خلیفہ ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے مراد قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد ہونے کی نفی ہے نہ کہ خلیفہ برحق ہونے کی۔

اور اگر اکابر محققین میں سے کسی بزرگ نے حضرت امام حسنؓ کو خلیفہ راشد لکھا ہے تو اس سے مراد بھی قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد نہیں ہیں بلکہ ان کے رشد و ہدایت کے خاص رنگ کی وجہ سے آپ کو خلیفہ راشد قرار دیا ہے علاوہ ازیں یہ کہ حضرت حسنؓ کی خلافت قرآن کے موعودہ چار خلفائے راشدہ کا تمہ ہے اور آپ کی سیرت خلفائے راشدین کی سیرت سے خاص مشابہت رکھتی ہے۔ اور اسی خصوصیت کی بناء پر آنحضرت ﷺ کی حسب ذیل پیشگوئی کا مصداق حضرت امام حسنؓ کو بھی قرار دیا گیا ہے کہ:۔ الخلافة بعدی ثلثون سنة ۔ (میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔) اس تیس سالہ مدت خلافت میں قرآن کے چار موعودہ خلفائے راشدین کا زمانہ قریباً قریباً ساڑھے انتیس برس ہے اور باقی چھ ماہ کی خلافت موعودہ خلافت راشدہ کا تمہ ہے۔ ان پانچ خلفاء میں کبھی کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ اور یہ حضرات رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے اور آیت استخلاف اور حدیث ثلثون سنة کا یہی تقاضا تھا کہ ان میں باہمی جنگ وقتال نہ ہونے پائے

لیکن حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں چونکہ باہمی جنگ وقتال ہوا ہے جن میں ہزاروں صحابہ کرام اور تابعین شہید ہوئے ہیں۔ اس لئے حضرت امیر معاویہؓ آیت استخلاف اور حدیث ثلثون سنة کا مصداق نہ بن سکے لیکن اس میں آپ کی کوئی تنقیص نہیں پائی جاتی۔ کیوں کہ قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد سے جنگ کرنے میں حضرت معاویہؓ سے جو غلطی ہوئی ہے وہ اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے تحت ایک اجتہادی خطا ہے اور حق کے دائرہ میں ہے۔ اور اجتہادی خطا پر بھی مجتہد کو ایک اجر ملتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔ المجتهد اذا خطأ فله اجرٌ واذا أصاب فله أجرَان ۔ یعنی اگر مجتہد سے خطا ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ اور اگر اس کا اجتہاد صحیح ہے تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ باقی رہا یہ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز [1] کو بھی خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ تو کوئی بھی ان کو آیت استخلاف یا حدیث ثلثون سنة کا مصداق ہونے کی وجہ سے خلیفہ راشد نہیں سمجھتا بلکہ اُن کے رشد وتقویٰ کی بناء پر لغوی معنی میں ان کو خلفائے راشدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کوئی بھی ان کو حضرت معاویہؓ سے افضل نہیں مانتا۔ کیونکہ وہ صحابی نہیں اور حضرت امیر معاویہؓ رسول پاک سرور کائنات ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں اور جس طرح غیر نبی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا اسی طرح کوئی غیر صحابی کسی صحابی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

....

[1] حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔ قریش کی ایک شاخ ''بنوامیہ'' سے تھے۔ کنیت ابو حفص، نام عمر، اور والد کا نام عبدالعزیز بن مروان تھا۔ ۶۱ ھ میں یزید پلید کے عہد حکومت میں مدینہ میں پیدا ہوئے (سیر اعلام النبلاء جلد ۵ ص ۱۱۵)۔ کبار صحابہؓ سے کسب فیض کیا اور مشہور محدث صالح بن کیسانؒ سے تربیت پائی۔ سلیمان بن عبدالملک کے انتقال کے بعد خلیفہ بنائے گئے۔ اڑھائی سالہ مختصر دور حکومت میں انصاف کا بول بالا کر دیا۔ رجب ۱۰۱ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی شخص نے (حضرت) عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ [1] سے پوچھا کہ (حضرت) معاویہؓ افضل ہیں یا (حضرت) عمرؒ بن عبدالعزیز تو آپ نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حضرت) معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا۔ (حضرت) عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجہ بہتر ہے"۔

(مکتوبات مترجم دفتر اول حصہ سوم ص ۱۳۸۔ مکتوب نمبر ۲۰۷ مکتوبات فارسی جلد اول ص ۲۰۵) اور عبداللہ بن مبارک کا یہ ارشاد ابن حجر مکی [2] کی تطہیر الجنان ص ۱۰۔ ناہیہ عن ذم معاویہؓ ص ۱۴۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۹، مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی۔ جلد اول میں بھی منقول ہے۔)

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب موصوف لکھتے ہیں: ۔ حیرت ہے کہ ہمارے دوستوں کو صرف تیس سال والی حدیث پر اصرار کیوں ہے جبکہ ۳۷ سال والی حدیث میں حضرت معاویہؓ کی خلافت کے پہلے سات سال جو فتوحات کے عروج کا زمانہ ہے بھی شامل ہیں ۔ یک طرفہ پروپیگنڈے سے ہمارے علماء متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور تیس سال والی حدیث بیان کر کے حضرت معاویہؓ کی خلافت کا بطلان کیا۔ اگر صرف اس حدیث پر ہی اکتفا کیا جائے اور حضرت

---

[1] عبداللہ بن مبارک۔ بہت بڑے محدث، مفسر اور امام تھے۔ تبع تابعینؒ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد خاص تھے۔ اہل علم نے آپ کو "مجمع البرکات والکمالات" کا لقب دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کے بڑے مداح تھے۔ "درمختار" میں امام صاحبؒ کی شان میں آپؒ کا ایک قصیدہ بھی مذکور ہے۔ کوفہ کے منصب افتاء و قضاء پر فائز تھے۔ ۱۱۸ھ میں ولادت ہوئی۔ اور ماہ رمضان المبارک ۱۸۱ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

[2] ابن حجر مکیؒ۔ شافعی المسلک تھے۔ رجب ۹۰۹ھ میں پیدا ہوئے ۔ جہابذۂ روزگار علماء میں شمار ہوتا تھا۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ تطہیر الجنان، صواعق محرقہ، فتاویٰ حدیثیہ، الخیرات الحسان جیسی علمی کتب آپ کے قلم کا شاہکار ہیں۔ ہمایوں بادشاہ نہایت ادب واحترام سے پیش آتا تھا۔ ۹۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

معاویہؓ کا دورِ حکومت نہ شمار کیا جائے تو بھی مجموعی خلافت راشدہ کی مدت خلافت بشمول حضرت حسنؓ کی ششماہی خلافت 1/2 ۲۹ سال بنتی ہے ۶ مہینے کس کھاتے میں ڈالے جائیں گے۔ الخ

الجواب: آپ مذکورہ دو حدیثیں تسلیم کر رہے ہیں (۱) تیس سالہ (۲) ۳۷ سالہ۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ ۳۷ سالہ خلافت مدت سے مراد اگر خلافت راشدہ ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ نے الخلافة بعدی ثلثون سنة کیوں ارشاد فرمایا۔ (۲) چکی چلنے والی حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

عن عبداللّٰہ بن مسعود عن النبی ﷺ قال تدور رحی الاسلام لخمس و ثلثین او ست و ثلثین او سبع و ثلثین (مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن) الخ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ[1] سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال چلے گی"۔ یہاں رسول اللہ ﷺ نے الخلافۃ کا لفظ نہیں فرمایا۔ اس سے مراد صرف اسلام کی قوت ہے۔ (۳) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ:۔ جبکہ ۳۷ سال والی حدیث میں حضرت معاویہؓ کی خلافت کے پہلے سات سال جو فتوحات کے عروج کا زمانہ ہے بھی شامل ہے" اگر اس حدیث سے آپ حضرت معاویہؓ کی خلافت کو خلافت راشدہ

---

[1] عبداللہ بن مسعودؓ۔ مشہور بدری صحابی رسول ﷺ ہیں۔ بسا اوقات حضور علیہ السلام کے نعلین مبارک اٹھائے پھرتے ہوتے تھے۔ اس لئے "صاحب النعلین" مشہور ہوئے۔ چھٹے نمبر پر اسلام قبول کیا۔ آپؓ کے تبحر علمی کے سارے صحابہؓ گرویدہ تھے۔ آپؓ ۸۴۸ احادیث کے راوی ہیں۔ فقہ حنفی میں زیادہ تر اعتماد آپ کی روایات پر کیا جاتا ہے۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہم و رضو عنہ۔

ثابت کرتے ہیں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت راشدہ کا دور صرف ۷ سالہ ہے اس کے بعد ۱۲ سال آپ کی خلافت کے خلافت راشدہ میں شمار نہیں ہوں گے۔ کیا یہ نتیجہ آپ تسلیم کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو حضرت معاویہؓ کی ۱۹ سالہ خلافت راشدہ کیلئے کوئی حدیث پیش کریں۔ کیونکہ خلفائے اربعہ کی خلافت موعودہ تو قرآن کی آیت استخلاف سے ثابت ہے اور پھر حدیث ثلثون سنة سے اس کی مدت متعین ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ آیت استخلاف کے تحت لکھتے ہیں:۔ دَر حدیث آمدہ است الخلافۃ بَعدی ثلثون سَنة واللہ اعلم حدیث میں آیا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی"۔ واللہ اعلم۔ (ترجمہ فتح الرحمٰن)

علاوہ ازیں حدیث میں ہے کہ حضرت سفینہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

الخلافة ثلثون سنة ثم تكون ملكا ۔ (مشكوٰة شريف كتاب الفتن) یعنی خلافت تیس سال ہوگی۔ پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی"۔ تو جب خود حضور اکرم ﷺ نے فرمادیا کہ تیس سال کے بعد بادشاہت ہوگی تو آپ کیوں ارشاد نبوی ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں؟ اور حضرت معاویہؓ کی سلطنت اور بادشاہت سے کیا مراد ہے۔ سو اس کے متعلق پہلے حضرت شاہ اسماعیل شہید اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی عبارت پیش کردی گئی ہیں دوبارہ ملاحظہ کریں۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ خلفائے اربعہ کی مدت خلافت کے ساتھ حضرت حسنؓ [1] کی

---

[1] حضرت حسنؓ۔ بنتِ رسولؐ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے لختِ جگر اور خلیفہ چہارم سیدنا علیؓ کے فرزند دلبر ہیں، نواسۂ رسولؐ اور صحابی رسولؐ ہیں۔ ماہ رمضان ۳ھ میں مدینہ طیبہ میں ولادت ہوئی۔ حضور ﷺ نے کان میں اذان کہی اور تحنیک (گھٹی) دی (البدایہ والنہایہ ص ۳۳ جلد ۸) حضور علیہ السلام نے ہی "حسنؓ" نام تجویز فرمایا۔ علامہ ابن حجرؒ کے بقول آپؓ نے براہ راست حضور ﷺ سے احادیث نقل فرمائی ہیں۔ (تہذیب التہذیب) ربیع الاوّل ۴۹ھ میں انتقال فرمایا۔ امیر مدینہ حضرت سعید بن العاص نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اپنی دادی سیدہ فاطمہ بنت اسد کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مدت خلافت کو ملا کر تیس سال بنتے ہیں تو اس کے متعلق پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ خلفائے اربعہ کی مدت خلافت تو قرآن کی آیت استخلاف کا مصداق ہے اور باقی قریباً چھ ماہ حضرت امام حسنؓ کی خلافت قرآن کی موعودہ خلافت کے علاوہ ہے، البتہ وہ بھی خلافت حقہ ہے جو موجودہ خلافت راشدہ کا تتمہ ہے اور اس کی توضیح میں نے تحفۂ خلافت [1] کے مقدمہ میں کردی ہے۔ علاوہ ازیں بعض محدثین نے تیس سالہ خلافت کا مصداق حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت تک قرار دیا ہے اور باقی چند ماہ کے متعلق جواب یہ ہے کہ حدیث میں کسور کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْن کا مطلب:

قرآن مجید میں اصحابِ رسول ﷺ کے متعلق فرمایا ہے۔ اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْن۔ یعنی یہی لوگ ہیں رشد وہدایت والے"۔ اس سے بعض لوگ یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہؓ بھی رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور خلیفہ بھی ہیں تو پھر ان کو خلیفہ راشد کیوں نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لغوی معنی میں تو حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت حسنؓ کو بھی خلیفہ راشد کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اصطلاحی معنی میں ان کو خلیفہ راشد نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اصطلاحی معنی میں صرف وہ صحابہ خلفائے راشدین ہیں جو قرآن کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہیں۔ اور وہ خلفائے اربعہ ہیں، (۲) ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنتی ہیں۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

الصحابة كلهم مِن اَهلِ الجنةِ قطعًا :۔ تمام صحابہؓ قطعی جنتی ہیں"۔ (رسالہ رد الروافض ص ۱۴ نیز ملاحظہ ہو۔ الفصل فی المِلَلِ والنحِل ج ٤ ص ١٤٨) تمام صحابہؓ کے جنتی ہونے کے یہی حوالے کتاب "دفاع معاویہؓ" ص ۱۷۸ پر درج کر دیئے ہیں۔ بہرحال جب تمام صحابہ کرام جنتی ہیں تو پھر اہل السنت والجماعت صرف دس صحابہ کرام کو عشرہ مبشرہ بالجنۃ

[1] تحفۂ خلافت امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ جس پر جاندار مقدمہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ کا لکھا ہوا ہے۔

کیوں کہتے ہیں کہ ان دس اصحاب کو خصوصیت سے بذریعہ وحی غیر متلو نام بنام جنت کی بشارت دی گئی۔ لہٰذا جب عشرہ مبشرہ کی اصطلاح استعمال کریں گے تو اس میں حضرت معاویہؓ کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ وہی اصحاب مراد ہوں گے جن کی حدیث میں بشارت آئی ہے۔ یعنی چار خلفائے راشدین۔ حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت عبیدہ بن الجراح۔ حضرت سعید بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اسی طرح جب خلفائے راشدین کی اصطلاح استعمال کی جائے گی تو اس سے مراد صرف وہی چار یار مراد ہونگے جو قرآن کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہیں۔

خلفاء صحابہؓ سات ہیں نہ کہ چھ:

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی اپنی خلافت راشدہ جنتری کے ٹائٹل پر صرف چھ خلفاء صحابہؓ کے نام لکھتے ہیں۔ یعنی چار خلفائے راشدین۔ حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ [1] بھی صحابی اور خلیفہ ہیں اور ان کی مدت خلافت ۹ سال ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں۔ ۱ ھ میں پیدا ہوئے۔ مہاجرین کے ہاں سب سے پہلی ولادت انہی کی ہے۔ بڑے عبادت گزار تھے کئی کئی دن متواتر روزے رکھتے تھے۔ شب کو بھی افطار نہ کرتے تھے۔ آٹھ سال کی عمر میں انہوں نے رسولؐ

---

[1] حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد سیدنا زبیرؓ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ مدینہ ہجرت کے بعد یہ پہلے بچے ہیں، جنکی ولادت ہوئی۔ ان کی والدہ سیدہ اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سیدہ عائشہؓ کی بہن تھیں۔ اسی لئے تاریخ اسلام میں ''ذات النطاقین'' سے معروف ہیں۔ اب تک مہاجرین میں سے کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مشہور ہو گیا تھا کہ یہودیوں نے مہاجرین پر جادو کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت سے مہاجرین بہت خوش ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں ''تحنیک'' دی۔ (سیرت خاتم النبیین ص ۴۸۱)

سے بیعت کی تھی۔ کوسج [1] تھے یعنی ان کی ڈاڑھی مونچھ نہ تھی۔ یزید کی بیعت سے انہوں نے انکار کیا۔ اور خود اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو بلایا۔ چنانچہ ۶۴ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ اور حجاز اور یمن اور عراق و خراسان وغیرہ پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ بالآخر یزید [1] کے ساتھ ان کو لڑنا پڑا۔ یزید کے لشکر نے ان کا محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ حجاج بن یوسف نے یوم سہ شنبہ جمادی الاخریٰ ۷۳ھ میں مکہ کے اندر ان کو شہید کیا"۔ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اوّل ص ۴۷۱)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی [2] محدث حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

خلافة صحيحة خرج عليه مروان بعد ان بويع له فى الآفاق كلها إلّا بعض قُرى الشام (تهذيب التهذيب جلد ٥ ص ٢١٤):۔ آپ کی خلافت صحیح ہے آپ کے خلاف مروان نے اس وقت خروج کیا جبکہ آپ کی بیعت خلافت سوائے شام کے بعض شہروں کے تمام اطراف میں ہو چکی تھی"۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت اور یزید کے فسق وغیرہ نزاعی مسائل کی

---

[1] یزید بن معاویہؓ۔ کنیت "ابوخالد" اور نام "یزید" ہے۔ حضرت معاویہؓ کا بیٹا تھا۔ ۲۲ھ میں پیدا ہوا۔ تعلیمی عہد کے متعلق کتب تواریخ خاموش ہیں۔ آزاد طبیعت کا مالک تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد مسند اقتدار پر آیا۔ "حرہ" اور "کربلا" جیسے اندوہناک واقعات نے یزید کے چہرے پر قیامت تک کے لئے کالک مل دی ہے۔ سیر و سیاحت کے چسکے نے اپنے عظیم والد کی نماز جنازہ تک کی شرکت سے محروم رکھا۔ ۱۴، ربیع الاول ۶۴ھ میں فوت ہوا اور دمشق میں دفن ہوا۔

[2] ابن حجر عسقلانیؒ۔ نام "شہاب الدین" اور کنیت "ابوالفضل" تھی۔ ۱۲ شعبان ۷۷۳ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ والد بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ کئی ایک کتب کے مصنف تھے۔ تاہم "فتح الباری" اور "تہذیب التہذیب" وجہ شہرت بنیں۔ جامعۃ الازہر (مصر) کے علاوہ افریقہ کی سب سے پہلی مسجد کے خطیب رہے۔ ۱۸ ذوالحجہ ۸۵۲ھ کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

[1] بغیر داڑھی مونچھ والے کو "اطلس" بھی کہا جاتا ہے۔

مفصل بحث میری کتاب ''خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید)'' میں موجود ہے اور اس میں محمود احمد عباسی [1] کی اس سلسلے میں تمام تلبیسات و مکذوبات کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔ افسوس ہے کہ بعض متبعین دیوبند بھی محمود احمد عباسی کی کتابوں سے متاثر ہو کر افراط و تفریط کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ حالانکہ اس قسم کی تمام مباحث پر اکابر محققین اہل سنت کی تصانیف موجود ہیں جن میں اہل السنّت والجماعت کے مسلک اعتدال اور مؤقف حق کو دلائل و براہین سے واضح کر دیا گیا ہے، مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب سے عرض ہے اگر وہ فتنہ رفض و تشیع کے خلاف کچھ کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ صدیوں سے محققین اہل السنّت والجماعت کے تحقیق شدہ عقائد و مسائل کی اتباع میں یہ خدمت سرانجام دیں۔ (اور اس پرفتن دور میں اکابر علمائے دیوبند مذہب اہل السنّت والجماعت کے صحیح ترجمان ہیں)۔ ان سے ہٹ کر جو راستہ اختیار کریں گے اس میں ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی۔ العیاذ باللہ۔

عقیدہ امامت:

گذشتہ صفحات میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین چار ہیں اور وہی باقتضاء النص آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہیں اور اس عقیدہ خلافت کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے توحید، نبوت اور قیامت کے بعد اصول دین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

---

[1] محمود احمد عباسی۔ پاکستان میں فتنہ ''ناصبیت و خارجیت'' کے امام مانے جاتے ہیں۔ ''امروہہ'' کے رہنے والے تھے اور علی گڑھ کالج کے فاضل تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ۴۷ء میں ہی پاکستان آگئے۔ چینی سفارتخانے میں ملازمت بھی کرتے رہے۔ ''خلافت معاویہؓ و یزید'' ''تحقیق سید و سادات'' جیسی کتب لکھ کر آگ بھڑکا دی اور خوارج و نواصب کا اچھا خاصا حلقہ تیار کر لیا۔ ۱۹۷۴ء میں کراچی میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ جناب علی مطہر نقوی امروہی کی کتاب ''محمود احمد عباسی اپنے عقائد و نظریات کے آئینے میں'' پڑھنے کے قابل ہے۔

اس زمانہ میں بدعت تشیع آشکار ہوگئی ہے اور عام لوگوں کے دل ان کے شبہات سے متاثر ہوگئے ہیں اور اس ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کے ثبوت میں شک کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا توفیق الٰہی کی روشنی نے اس بندۂ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا جس سے یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ خلافت ان بزرگوں کی ایک اصل ہے اصول دین سے جب تک لوگ اس اصل کو مقصود نہ پکڑیں گے۔ کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہوگا۔ کیونکہ اکثر احکام جو قرآن عظیم میں مذکور ہیں مجمل ہیں۔ بغیر تفسیر سلف صالح کے ان احکام کا حل نہیں ہوسکتا۔ الخ (ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء مترجم ص ۸)

اس قرآنی عقیدہ خلافت کے خلاف سب سے پہلے جس شخص نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی امامت و ولایت کا عقیدہ ایجاد کیا وہ عبداللہ بن سبا[1] یہودی ہے جو منافقانہ اسلام لا کر اس عقیدے کا داعی بنا۔ بلکہ اس نے حضرت علیؓ کے متعلق الوہیت کے عقیدے کا اظہار کیا۔ اور آج بھی بعض شیعہ علی اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں اور جو اسی فتنہ سبائیت کی بازگشت ہے۔ یہ عقیدہ امامت چونکہ اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کے لئے اختراع کیا گیا تھا، اس لئے حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق عجیب وغریب عقائد پھیلائے گئے۔

---

[1] عبداللہ بن سباء۔ یہودی النسل تھا۔ شیعہ مذہب کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ یمن کے شہر ''صنعاء'' میں پیدا ہوا۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں مصر کو اپنا مرکز بنا کر فتنہ کی آگ بھڑکاتا رہا۔ علی حسین زنگی پوری لکھتے ہیں۔ ''اس نے جہال شیعہ کی طرف رجوع کر کے امیر المومنین علی المرتضیٰؓ کی الوہیت کا انہیں سبق دیا۔ اور آپؓ نے اس کو مع اس کے متبعین کے آگ میں جلا دیا۔ (کتاب الصادقین فی شرح الاربعین ص ۴۴)

چنانچہ امام شریعت و طریقت حضرت سید عبدالقادر جیلانی [1] قدس سرہ (متوفی ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں۔

ان میں فرقہ غالیہ تمام فرقوں سے علیحدہ ہے اس کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی انبیائے کرام سے بھی (معاذ اللہ معاذ اللہ) افضل ہیں اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت علیؓ مٹی میں مدفون نہیں بلکہ بادل میں تشریف فرما ہیں اور بادل کے اوپر سے اپنے دشمنوں سے لڑتے رہتے ہیں۔ اور آخری زمانہ میں دنیا میں لوٹ کر آئیں گے اور اپنے مخالفین واعداء کو تہ تیغ فرمائیں گے۔ نہ صرف حضرت علیؓ بلکہ دیگر تمام ائمہ فوت نہیں ہوئے بلکہ سب قیامت تک زندہ رہیں گے اور ان پر موت کے لئے کوئی راہ نہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ نبی ہیں اور جبریل ان پر وحی لانے میں ان سے چوک گئے۔ اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ معبود ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت۔ فرشتوں کی لعنت اور قیامت تک تمام مخلوق کی لعنت برستی رہے۔ (غنیۃ الطالبین مترجم حصہ اوّل ص ۲۰۷)

اسی عقیدہ امامت کے تحت تقیہ، متعہ اور رجعت کے عقیدے وضع کئے گئے۔ عقیدہ توحید کو مجروح کرنے کے لئے یاعلی مدد کا نعرہ ایجاد کیا گیا۔ چنانچہ عموماً شیعہ علی علی ہر دم علی کا وظیفہ

---

[1] شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ مسلکاً حنبلی اور سلسلہ قادریہ کے بانی تھے۔ ۱۰۷۸ء کو "جیلان" میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام "ابو صالح موسیٰ جنگی دوست" تھا۔ بغداد میں علامہ یحییٰ بن علی تبریزیؒ اور ابولوفاء علی بن عقیل بغدادیؒ سے کسب فیض کیا۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ "غنیۃ الطالبین" معروف تصنیف ہے۔ البتہ مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ جیسے بعض جبال العلم اس کو شیخؒ کی تصنیف نہیں مانتے۔ (نبراس ص ۴۷۶) تربیت، تدریس، افتاء اور خانقاہی نظام کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس کی اصلاح کے لئے تبلیغ وموعظت کا کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ باطنی فرقے کا سربراہ "حسن بن صباح" آپؒ کا ہمعصر تھا، اس کے خلاف اسلام نظریات کا آپؒ نے بھرپور تعاقب کیا۔ ۱۱، اپریل ۱۱۶۶ء میں ۸۹ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور بغداد میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پڑھتے رہتے ہیں۔ اور عقیدہ نبوت و رسالت کو مجروح کرنے کیلئے منصب امامت کو منصب نبوت سے افضل قرار دیا گیا۔ چنانچہ شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی [1] متوفی ۱۱۱۰ھ لکھتے ہیں:۔

امامت بالا تر از رتبہ پیغمبری است (حیات القلوب جلد ۳ ص ۱۰) یعنی امامت پیغمبری سے بالاتر ہے۔)

دور حاضر کے شیعوں کے نائب امام مہدی بانی انقلاب ایران خمینی نے بھی لکھا ہے:۔

انّ من ضروریاتِ مذهبنا انّ لائمتنا مقاماً لا یبلغه ملك مقرب وّلا بنی مُرْسَلٌ۔ (الحکومت الاسلامیه ص ۵۲) یعنی ہمارے مذہب (اثنا عشری) کے ضروری عقائد میں سے ایک یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے اماموں کو وہ مقام حاصل ہے جہاں تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں پہنچ سکتا۔" اور اسی عقیدہ امامت کی بنا پر شیعوں نے توحید و رسالت کے ساتھ امامت کو اصول دین میں شامل کرلیا ہے۔ اور عموماً وہ اپنی کتابوں میں اصول دین پانچ لکھتے ہیں۔ چنانچہ شیعوں کی مشہور اور متداول کتاب تحفۃ العوام حصہ اوّل ص ۳ مطبوعہ لکھنو میں لکھا ہے:۔ اصول دین پانچ ہیں۔ توحید اور عدل اور نبوت اور امامت اور قیامت،

(۲) بھٹو دور حکومت میں شیعوں نے سرکاری اسکولوں میں جو شیعہ نصاب منظور کرایا۔ اس کی کتاب اسلامیات لازم برائے جماعت نہم و دہم (شیعہ کیلئے) حصہ دوم ص ۴۶ پر اصول دین بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

دین کی جڑیں پانچ ہیں۔ توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ قیامت۔" اور اسی عقیدہ

---

[1] علامہ باقر مجلسی۔ شیعہ مذہب میں "خاتم المحدثین" سمجھے جاتے ہیں۔ والد کا نام "محمد تقی" اور دادا کا نام "مقصود اصفہانی" تھا۔ ۱۰۳۷ھ میں ایران کے دارالسلطنت "اصفہان" میں پیدا ہوئے۔ درجنوں کتب تصنیف کیں۔ ماہ رمضان ۱۱۱۱ھ میں ۷۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

امامت کو فروغ دینے کیلئے شیعوں نے اصلی کلمۂ اسلام و ایمان لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میں علی ولی اللّٰہ وصی رسول اللّٰہ و خلیفتہٗ بلا فصل کا اضافہ کرلیا ہے۔ اور اذان میں بھی وہ اشہد ان لآ الٰہ الّااللّٰہ اشہد انّ محمدً رسولُ اللّٰہ کے بعد اشہد انّ علیًا ولی اللّٰہ وصیّ رسول اللّٰہ و خلیفتہٗ بلا فصل کا اعلان کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مذہب کی اصول اربعہ (چار بنیادی کتابوں) یعنی (۱) اصول وفروع کافی (۲) من لا یحضرہ الفقیہ (۳) الاستبصار (۴) تہذیب الاحکام، میں اس من گھڑت کلمہ اذان کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے برعکس امام جعفر صادق ؒ سے یہ اذان منقول ہے۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر۔ اشہد ان لآ الہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان لآ الہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان محمدً رسول اللّٰہ۔ اشہد ان محمدً رسول اللّٰہ۔ حیّ علی الصلوۃ۔ حیّ علی الصلوۃ۔ حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح۔ حیّ علی خیرالعمل۔ حیّ علی الخیر العمل۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر لآ الہ اِلّا اللّٰہ۔ لآ اِلٰہ الّا اللّٰہ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۲۹۰ الناشر مکتبۃ الصدوق طہران) امام جعفر صادق کی اس اذان میں نہ علی ولی اللّٰہ نہ وصیّ رسول اللّٰہ اور نہ خلیفتہ بلا فصل ہے البتہ حیّ علی خیر العمل ہے اور دوسری مرتبہ لآ الہ الّا اللّٰہ ہے باقی ساری اذان وہی ہے جو اہل السنّت والجماعت کے ہاں رائج ہے۔ تو جب شیعہ امام صادق متوفی کی اذان کو ہی کامل نہیں مانتے تو ان کو جعفری کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ منقول روایت کے تحت مصنف کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ابن بابویہ قمی المعروف شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ ھ لکھتے ہیں:۔ ھذا ھو الاذان الصحیح لا یزاد فیه ولا ینقص منه والمفوضة لعنهم اللّٰہ قَد وَضعوا اخبارًا وزادوا فی الاذان (محمد وآل محمد خیر البریة مرّتین وفی بعض روایاتھم بعد اشھدان محمدًا رسول اللّٰہ۔ (اشھد ان علیًا ولی اللّٰہ مرّتین و منھم من روی بدل ذالك۔ (اشھد ان علیًا امیر المومنین حقاً مرّتین ولا شك فی ان علیًا ولی اللّٰہ وانه امیر المومنین حقاً وان محمدًا وآل صلوات اللّٰہ

علیهم خیر البریة ولکن لیس ذلك فی اصل الاذان ۔ الخ۔

یہی وہ صحیح اذان ہے جس میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔ اور مفوضہ فرقہ نے (ان پر اللہ کی لعنت ہو) بعض خبریں (روائتیں) خود وضع کی ہیں اور اذان میں یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں۔ محمد و آل محمد خیر البریة دومرتبہ) اور ان کی بعض (من گھڑت) روایات میں اشهد ان علیا ولی الله دومرتبہ ہے اور ان میں سے بعض نے اس کے بجائے یہ الفاظ روایت کئے ہیں (اشهدان علیا امیر المومنین حقاً دومرتبہ اور بلاشک حضرت علی ولی اللہ ہیں اور آپ امیر المومنین برحق بھی ہیں اور حضرت محمدؐ اور آپ کی آل صلوات اللہ علیہم خیر البریہ بھی ہیں لیکن یہ کلمات اصل اذان میں نہیں ہیں۔

موجودہ دور کے شیعہ اپنے آپ کو جعفری کہتے ہیں اور ایران میں خمینی صاحب نے فقہ جعفری نافذ کی ہوئی ہے اور پاکستان کے شیعہ فقہ جعفری نافذ کرنے کے لئے تحریک نفاذ فقہ جعفری چلا رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ امام جعفر صادق کی اذان کے بھی مخالف ہیں۔ کام اپنا کررہے ہیں اور نام ان کا استعمال کررہے ہیں۔۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

بارہ امام رسول تھے:

بظاہر شیعہ بارہ اماموں کے لئے نبی و پیغمبر کی اصطلاح استعمال نہیں کرتے لیکن بارہ اماموں کو چونکہ انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل مانتے ہیں اس لئے دراصل وہ عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ کیونکہ جب حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد اس امت میں سے کسی ایک کو بھی نبی ماننا ختم نبوت کے منافی ہے تو پھر بارہ حضرات ائمہ کو انبیاء سے افضل قرار دینے سے ختم نبوت کا عقیدہ کیسے باقی رہ سکتا ہے بہرحال بارہ اماموں پر انبیاء کے لفظ کا اطلاق نہ کرنا یہ ان کے عقیدہ تقیہ پر مبنی ہے لیکن بعض ایسے شیعہ اب بھی موجود ہیں جو تقیہ کا نقاب اتار کر اپنے مذہب کا اظہار کررہے ہیں۔ چنانچہ ایک شیعہ مصنف سید یاور حسین جعفری نے اپنی کتاب ''سولہ مسئلے'' میں لکھا ہے کہ

:۔اب رسول خدا حضرت محمد پر واجب ہو گیا تھا کہ وہ علی کی رسالت و امامت اور ولایت کا اعلان کرتے چنانچہ انہوں نے کیا اور کئی مواقع پر کیا خصوصاً غدیر خم پر تو ایسا اعلان کیا جسے بھلانے والے بھلا نہ سکتے تھے۔" (ص ۱۰۰)

(۲) بہر کیف حضرت علی رسول بھی ہیں اور امام بھی ہیں اور حضرت محمد کے وزیر بھی ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ بارہ کے بارہ رسول تھے"۔ (ایضاً ص ۱۰۱۔ ناشر ادارہ علوم اسلامیہ اصغری سانده کلاں لاہور)

امام الاوصیاء کی پوزیشن:

شیعہ اثنا عشری حضرت علی المرتضیٰ کو وصی رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں یعنی یہ کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کے حق میں یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد وہ خلیفہ ہونگے۔ اسی طرح بارہ اماموں کو وہ بذریعہ وحی نامزد امام مانتے ہیں۔ حضرت علی کو مولائے کائنات۔ مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں اور یہ مصرعہ الاپتے رہتے ہیں۔ ع مشکل میں انبیاء نے کہا یا علی مدد (العیاذ باللہ) ایک طرف تو آپ کے بارے میں یہ غلو اور افراط ہے۔ لیکن دوسری طرف جب تقیہ کی آڑ میں ان کی شان گھٹانے پر آتے ہیں تو یہ روایت بیان کرتے ہیں:۔ پس وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیر (یعنی حضرت علیؓ) میں ریسمان (رسی) ڈال کر مسجد میں لے گئے۔ مغیرہ بن شعبہ نے بحکم عمرؓ دروازہ شکم محترمہ جناب فاطمہ پر گرایا اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کیا۔" (جلاء العیون مترجم جلد اول ص ۱۵۲ طبع لکھنؤ۔ ایضاً مطبوعہ انصاف پریس لاہور (مصنفہ علامہ باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ) (۲) احتجاج طبرسی جلد اول طبع ایران ص ۱۰۹ پر بھی ہے)

والقوا فی عنقه حبل اسود (اور انہوں نے حضرت علیؓ کے گلے میں ایک سیاہ رسی ڈالی) ایضاً حق الیقین فارسی ص ۱۴۳۔

(۳) شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو[1] بھی ان روایات کے مطابق لکھتے ہیں۔
تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت لینے کیلئے جبر و اکراہ کے ساتھ حضرت امیر کو دربار خلافت میں لانے کے واقعات اس قدر مشہور و مسلم تھے کہ معاویہ اپنے بعض خطوط میں جناب امیر کو طعنہ دیتے ہوئے لکھتا ہے۔ تقاد کما تقاد الجمل المخشوش حتیٰ تبایع۔ تمہیں دربار خلافت میں یوں پکڑ جکڑ کر لایا جاتا تھا۔ جس طرح مست اونٹ کے ناک میں نکیل ڈال کر کھینچا جاتا ہے۔ (العقد الفرید جلد۲ ص۲۳۴ طبع مصر) (تجلیات صداقت طبع اول ص۳۷۹) اسی طرح جناب امیر کے گلے میں کپڑا وغیرہ ڈال کر زبردستی کشاں کشاں بیعت کی طرف لے جانا، الامامت والسیاست ص۱۴، شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۲ ص ۳۷ پر مذکور ہے۔ (ایضا! تجلیات صداقت ص۴۴۶)۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ:

شیعہ حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بھی معصوم مانتے ہیں لیکن حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علی المرتضیٰؓ کی توہین صریح کا افسانہ تراشتے ہوئے یہ واقعہ تسلیم کرتے ہیں کہ قضیہ فدک کے سلسلے میں حضرت فاطمہؓ تھکی ہاری ہوئی واپس گھر تشریف لائیں تو حضرت علی المرتضیٰؓ سے یوں خطاب فرمایا: مانند جنین در رحم پردہ نشین شدۂ و مثل خائنان در خانہ گریختہ بعدازاں کہ شجاعان دھر را بخاك هلاك افگندی مغلوب

---

[1] محمد حسین ڈھکو۔ محمد حسین نجفی المعروف بہ ڈھکو مشہور شیعہ مجتہد ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں موضع جہانیاں شاہ ضلع سرگودہا میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام "تاج الدین" ہے۔ مختلف شیعہ مدارس میں پڑھنے کے بعد ۱۹۵۴ء میں نجف اشرف عراق چلے گئے۔ سات سال وہاں قیام کے بعد سند اجتہاد لے کر واپس آئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ کئی ایک کتب کے مصنف ہیں، جن میں اصحاب رسول ﷺ کے خلاف دلفگار عبارات درج ہیں۔ تادم سطور حیات ہیں اور سرگودہا کے "سیٹلائیٹ ٹاؤن" میں مقیم ہیں۔

ایں نامرداں گردیدہ (حق الیقین ص ۲۰۳ طبع ایران)

تو اس بچے کی طرح پردہ نشین ہوگیا ہے جو ماں کے رحم (پیٹ) میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور خائنوں کی طرح بھاگ کر گھر میں بیٹھ گیا ہے اور بعد اس کے کہ تو نے زمانہ کے بہادروں کو ہلاکت کی خاک میں ملایا ہے۔ ان نامردوں کے مقابلے میں مغلوب ہوگیا ہے"۔ یہ ہے حیدر کرار کی شجاعت اور حضرت فاطمہ کی عصمت کی وہ گھناؤنی تصویر جو حب علی و فاطمہ کی آڑ میں رافضی پیش کرتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت علیؓ اپنے دورِ خلافت میں:

عقیدہ شیعہ کے تحت خلفائے ثلاثہ کے دورِ خلافت میں شیر خدا حضرت علیؓ المرتضیٰ مغلوب و ناکام تھے ہی۔ لیکن جب وہ مسند خلافت پر فائز ہوئے تو پھر بھی انتہائی کمزور اور ناکام خلیفہ تھے۔ چنانچہ روضۂ کافی (مصنفہ شیخ محمد یعقوب کلینی [1] متوفی ۳۲۹ھ) ص ۲۹/۳۰ طبع لکھنو پر حضرت علی المرتضیٰ کا ایک طویل خطبہ منقول ہے۔ جس کا ترجمہ مشہور شیعہ مناظر مولوی محمد اسماعیل آنجہانی نے لکھا ہے۔ جس کے بعض ضروری اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ فرمایا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد متوجہ ہوئے اس وقت آپ کے پاس اہل بیت اور کچھ خواص اور شیعہ بیٹھے تھے۔ فرمایا مجھ سے پہلے والیوں (یعنی خلفائے ثلاثہ) نے کچھ ایسے اعمال کئے ہیں جن میں انہوں نے جان بوجھ کر رسول کی مخالفت کی ہے اور

---

[1] شیخ محمد یعقوب کلینی۔ شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب عراق کے قریہ "کلین" میں پیدا ہوئے۔ شیعہ مذہب کی روایات "اصول وفروع کافی" کے نام سے یکجا کیں۔ اس کتاب کو شیعہ کے ہاں کتب اربعہ میں سے اہم ترین تصور کیا جاتا ہے۔ مشہور امام اہل سنت اور وکیل احناف امام طحاویؒ کے نہ صرف ہمعصر بلکہ ایک ہی محلے میں رہنے والے تھے۔ اور علامہ طحاوی کے جلالت علم اور فضل وکمال سے سہمے سہمے رہتے تھے۔ امام طحاویؒ کی وفات سے ٹھیک سات سال بعد ۳۳۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ محمد بن جعفر الحسینی نے نماز جنازہ پڑھائی اور باب الکوفہ کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

حضرت کے عہد کو توڑا ہے اور حضور کی سنت کو بدلا ہے۔ اگر میں لوگوں کو ان اعمال کے ترک کرنے پر آمادہ کروں اور ان اعمال کو ان کے اصل مقام پر لوٹا دوں اور ویسے ہی کر دوں جیسے کہ عہد رسالت مآب میں تھے تو میرا لشکر مجھ کو چھوڑ جائے گا حتیٰ کہ میں تنہا رہ جاؤں گا یا میرے قلیل شیعہ رہ جائیں گے جنہوں نے میری فضیلت کو اور میری امامت کے فرض ہونے کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مانا ہے۔ مجھے بتاؤ اگر میں مقام ابراہیم کی نسبت حکم دوں کہ اسے اسی مقام پر لوٹا دو جہاں رسول اللہ نے رکھا تھا اور فدک کو فاطمہ کی طرف لوٹا دوں۔ اور ظلم کے وہ تمام فیصلے بدل دوں جو جور سے کئے گئے ہیں۔ اور غلط نکاحوں سے لوگ عورتیں لئے بیٹھے ہیں اور ان کو اصل خاوندوں کی طرف لوٹا دوں۔ اور متعۃ الحج اور متعۃ النساء کے حلال ہونے کا فتویٰ دوں اور پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنے کا امر کروں اور لوگوں کو قرآن مجید پر آمادہ کر دوں تو اسی وقت سب لوگ مجھ سے متفرق ہو جائیں گے۔ الخ۔ (جواب الاستفسارات حصہ اول ص ۷)

یہ ہے امام الاوصیاء حضرت علی کی خلافت بلافصل کا وہ نقشہ جو حضرت علی کی اپنی زبانی شیعہ مذہب نے ایجاد کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ اپنے دورِ خلافت میں بھی اتنے بے بس و مجبور تھے کہ وہ اسلامی شریعت کا صحیح طور پر نفاذ نہیں کر سکے اور اعتقادی اور عملی ساری برائیاں آپ کے عہد میں جاری رہیں تو پھر حسب اعتقاد شیعہ ربّ کائنات نے ان کو خلیفہ بلافصل یعنی پہلا خلیفہ نامزد ہی کیوں کیا تھا آپ کی خلافت سے دین کو کیا فائدہ پہنچا۔ اور اب شیعوں کیلئے اسلام کی تاریخ میں خلافت حقہ کا کون سا معیاری نمونہ موجود ہے جس کی اتباع میں وہ ایران میں اسلامی نظام عدل چلا رہے ہیں اور پاکستان میں وہ مالی و جانی قربانیاں دیکر یہ مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کے بارے میں پیش کردہ شیعی نظریہ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سبائی تحریک کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ حب علی اور حب اہل بیت کے عنوان پر دین اسلام کو بدنام کر رہے ہیں اور جب خلیفہ بلافصل کا یہ حال ہے تو آنحضرت ﷺ کی رسالت کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے جس کے فیضان سے حضرت علی کی شخصیت تکمیل پذیر ہوئی تھی۔

؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

لَا حَولَ وَلَا قوۃ اِلَّا بِاللّٰہ باقی رہے امام جعفر صادق[1] تو شیعہ مذہب میں ان کی پوزیشن حسب ذیل روایت سے نمایاں ہوتی ہے:۔ سعید روغن فروش سے روایت ہے کہ میں ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ زیدیہ فرقہ کے دو آدمی آپ کے پاس آئے اور حضرت سے کہنے لگے کہ کیا تم میں کوئی امام مفترض الطاعت ہے (یعنی جس کی اطاعت فرض ہے) حضرت نے (مصلحت وقت پر نظر رکھ کر) کہا۔ کوئی نہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں معتبر لوگوں سے خبر ملی ہے کہ آپ فتویٰ دیتے ہیں، اقرار کرتے ہیں اور قائل ہیں۔ اگر کہو تو ہم ان گواہوں کے نام بتا دیں وہ فلاں فلاں ہیں۔ جو جھوٹ بولنے والے نہیں۔ اور صاحب زہد و ورع ہیں۔ حضرت کو غصہ آیا۔ فرمایا میں نے ان کو ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا۔ جب ان دونوں نے آپ کو غضبناک دیکھا۔ چل دیئے۔" (شافی ترجمہ اصول کافی باب ۳۷ ص ۲۶۵) فرمایئے۔ جو امام اپنے شیعوں کے سامنے بھی اپنا امام ہونا ظاہر نہ کریں تو انہوں نے امامت کی تبلیغ کیا کی ہوگی۔ اور ان کی فقہ جعفری کا کیا حشر ہوا ہوگا۔

امام مہدی بھی روپوش ہیں:

شیعہ عقیدہ کے تحت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حال معلوم ہو چکا ہے۔

---

[1] امام جعفر صادق" ۔ جعفر نام، صادق لقب، اور "ابو عبداللہ" کنیت ہے۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ کا نام "ام فروہ" ہے جو حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے پوتے قاسم الفقیہ کی صاحبزادی تھیں۔ اور فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق ؓ ہیں۔ اس لئے امام جعفر صادق فخریہ کہا کرتے تھے "ولدنی الصدیق مرتین" مجھے صدیق اکبر سے دوہرا واسطہ ہے۔ یحیٰی بن سعیدؒ، ابن جریجؒ اور امام ابو حنیفہؒ جیسے مشاہیرِ امت نے آپؒ سے استفادہ کیا۔ ماہ شوال ۱۴۸ھ میں ۶۸ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے بعد ان کے دوسرے نامزد امام حسنؓ (متوفی ۵۰ ھ) ہیں وہ قریباً چھ ماہ تک منصب خلافت پر متمکن رہے پھر آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے مصالحت کر لی اور اپنی خلافت ان کے حوالے کر دی اور ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی۔ (ملاحظہ ہو کتاب شیعہ رجال کشی ص ۱۰۲ طبع کربلا) اور قریباً دس سال آپ کے بیت المال سے وظیفہ لیتے رہے اور یہ وہی حضرت معاویہؓ جن کو شیعہ آج تک معاف نہیں کرتے اور ان کو کافر قرار دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید کو حکومت ملی۔ حضرت امام حسینؓ نے نہ اس کی ولی عہدی کی بیعت کی اور نہ خلافت کی۔ اور آخر کار میدانِ کربلا (محرم ۶۱ ھ) میں استقامت کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے بعد امام زین العابدین [1] (متوفی ۲۵ محرم ۹۵ ھ) نے حسبِ روایت شیعہ (بحوالہ روضۃ الکافی) یزید کی بیعت کر لی۔ آپ کے بعد امام محمد باقر [2] (متوفی ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ) پھر امام جعفر صادق (متوفی ۱۵ شوال ۱۴۸ھ) پھر امام موسیٰ کاظم [3] (متوفی ۲۵ رجب ۱۸۳ھ)

---

[1] امام زین العابدین۔ حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے تھے۔ ۱۵ جمادی الاول ۳۸ ھ میں ولادت ہوئی۔ سانحہ کربلا میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ تھے۔ شہادت سے بچ گئے تھے۔ علمی و نسبی فضیلت سے مالا مال تھے۔ ۲۵ محرم الحرام ۹۵ ھ میں بعمر ۵۶ سال انتقال کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

[2] امام باقرؒ۔ محمد نام اور باقر لقب ہے۔ یہ امام زین العابدین کے بیٹے تھے۔ مدینہ طیبہ میں ۵۷ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴ھ میں فوت ہو کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

[3] امام موسیٰ کاظمؒ۔ موسیٰ نام، کاظم لقب اور ''ابو ابراہیم'' کنیت تھی۔ والدہ کا نام حمیدہ ہے۔ اور والد امام جعفر صادقؒ ہیں۔ ولادت ۱۲۷ھ میں ہوئی اور وفات ۶ رجب ۱۸۳ھ میں بغداد میں ہوئی۔ ۲۳ بیٹے اور ۱۴ بیٹیاں تھیں۔

پھر امام رضا ۱ (متوفی ۲۳ ذی القعدہ ۲۰۳ھ) پھر امام محمد تقی ۲ (متوفی ذی القعدہ ۲۲۰ھ) پھر امام علی نقی ۳ (متوفی ۳ رجب ۲۵۴ھ) پھر امام حسن عسکری ۴ (متوفی ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ) حضرت امام حسین کے بعد حضرت حسن عسکری تک یہ تمام ائمہ حکومت وخلافت سے محروم رہے۔ حسب اعتقاد شیعہ انہوں نے اپنی قیمتی عمریں تقیہ کے سایہ میں گزار دیں۔ ان کے بعد شیعوں کے آخری امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۴/۵ سال کی عمر میں اچانک غائب ہو گئے اس کے بعد ۶۹ سال تک وہ غیبت صغریٰ میں رہے۔ اس عرصہ میں یکے بعد دیگرے ان کے چار سفیر کام کرتے رہے جو امام مہدی کے ارشادات شیعوں تک پہنچاتے تھے۔ آخری اور چوتھے سفیر علی بن محمد (متوفی ۳۱۹ھ) ہیں اس کے بعد ظہور تک امام مہدی کی غیبت کبریٰ کا زمانہ ہے کہ ان کے ساتھ کسی کا کوئی تعلق قائم نہیں رہا۔

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنے کی انہیں قسم ہے ع۔ یہ ہے افسانہ امامت جو اہل تشیع نے اختراع کیا ہے ان میں سے پہلے امام ابوالائمہ حضرت علی المرتضیٰؓ حسب اعتقاد شیعہ

---

۱ امام علی رضاؒ۔ "علی" نام تھا "رضا" لقب تھا۔ ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ کاظمؒ کے بیٹے تھے۔ فضل و کمال میں نادر روزگار تھے۔ ماہ صفر ۲۰۳ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں "مشہد" (ایران) میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔

۲ امام محمد تقیؒ۔ "محمد" نام اور "تقی" یا "جواد" لقب تھا۔ ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ذی قعدہ ۲۲۰ھ میں "سُرّ من رای" (عراق) میں انتقال ہوا۔

۳ امام علی نقیؒ۔ "علی" نام تھا "نقی" لقب اور "ابوالحسن" کنیت تھی۔ ۲۱۲ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ میں ۴۲ سال کی عمر میں "سُرّ من رای" (عراق) میں انتقال ہوا۔

۴ "حسن" نام اور "عسکری" لقب تھا۔ "ابومحمد" کنیت تھی۔ ماہ رمضان ۲۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور صرف ۲۸ سال کی عمر میں ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کا مزار بھی "سُرّ من رای" عراق میں ہے۔

برائے نام امام و خلیفہ ہوئے ہیں اور ان کے آخری امام حضرت مہدی کا تو صدیوں سے کوئی سراغ ہی نہیں مل رہا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں آخر اس گمنام امام سے امت کو کیا فائدہ ہوا۔ اور اگر وہ کہیں آخر میں ظہور فرمائیں گے تو وہ کس قسم کے کارنامے سرانجام دیں گے۔

مہدی سب سے پہلے سنیوں کو قتل کریں گے:

شیعہ رئیس المجتہدین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:۔ وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہر می شود پیش از کفار ابتدا به سنیان خواید کرد با علماء ایشان و ایشان را خواهد گشت (حق الیقین ص ۵۲۷)

: جس میں قائم (یعنی حضرت مہدی) علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو وہ کافروں سے پہلے سنیوں اور اُن کے علماء سے کاروائی شروع کریں گے اور ان کو قتل کر دیں گے۔

حضرت عائشہ کو سزا دینگے:

چون قائم ما ظاہر شود عائشه را زنده کند تابر او حدبزند و انتقام فاطمه را از و بکشد (حق الیقین ص ۱۳۹) ۔ ب ہمارے قائم (مہدی) ظاہر ہونگے تو وہ عائشہ کو زندہ کر کے ان کو سزا دیں گے اور فاطمہ کا انتقام ان سے لیں گے۔" قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وازواجه امهاتهم (اور رسول اللہ ﷺ کی بیویاں مومنین کا مائیں ہیں) حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المومنین ہیں تو امام مہدی کی بھی مومنہ ماں ہیں۔ لیکن یہ عجیب امام ہیں کہ اپنی مومنہ ماں رحمت للعالمین ﷺ کی زوجہ مطہرہ کو بھی سزا دیں گے۔ (العیاذ باللہ)۔

رسول اللہ امام مہدی کی بیعت کریں گے:

چون قائم آل محمد ﷺ بیرون مآید خدا اور ایاری کند بملائکه و اول کسے که با او بیعت کند محمد باشد و بعد ازاں علی ۔ (ایضاً ص ۱۳۹) جب قائم آل محمد (مہدی) ظاہر ہوں گے تو خدا فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا اور سب سے پہلے جو

ان سے بیعت ہوں گے وہ محمد ہوں گے اور ان کے بعد علی۔'' فرمایئے آخری امام تو حسب اعتقاد شیعہ ابوالائمہ پہلے امام حضرت علیؓ کے بھی امام بن گئے۔ نہیں نہیں وہ تو امام الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بھی امام بن گے۔

یہ ہے شیعہ عقیدہ امامت اور یہ ہے امامت جو نبوت سے افضل ہے۔ کیا اس قسم کے شیعہ عقائد سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سبائیت ایک اسلام دشمن تحریک تھی۔ جو اعتقادی و عملی مختلف شکلوں میں امت کو راہ حق سے منحرف کرنے کی کوشش کرتے چلے آرہے ہیں۔

شیخین کی قبریں کھود کر ان کو مہدی قتل کریں گے:

شیعہ کا ایک بنیادی عقیدہ رجعت کا ہے۔ یعنی جب امام مہدی آئیں گے تو وہ ان لوگوں کو زندہ کریں گے جنہوں نے اہل بیت پر ظلم کیا ہے اور ان کے حقوق غصب کئے ہیں۔ پھر ان کو قتل کریں گے یہ سب قیامت سے پہلے پہلے ہوگا۔ اور چونکہ سبائی عقیدہ کے تحت امام الخلفاء حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق ؓ زبردستی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کے غاصب ہیں۔ وغیرہ۔ اس لئے خصوصیت سے ان کے متعلق یہ افسانہ تراشا گیا۔ اور ایک طویل روایت وضع کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔ امام مہدی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ہزار مرتبہ زندہ کریں گے اور قتل کریں گے۔ (ایضاً حق الیقین ص ۳۴۲) یہ ہے شیعہ مذہب اور ان کا عقیدہ۔

انقلاب ایران اور خمینی:

دور حاضر میں انقلاب ایران کے بانی خمینی صاحب ہیں۔ شیعوں کے نزدیک وہ امام مہدی کے نائب ہیں۔ خمینی انقلاب خالص شیعہ انقلاب ہے۔ اس وقت ایران شیعہ اسٹیٹ ہے۔ اور وہاں بطور پبلک لاء شیعہ فقہ جعفری نافذ ہے۔ دارالحکومت طہران میں اہل السنّت والجماعت کو ایک مسجد بنانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ سنی مسلمان کسی پارک وغیرہ میں بھی نماز جمعہ اور عید ادا نہیں کر سکتے۔ باقی جو مظالم ہیں ان کے علاوہ ہیں۔ چونکہ خلافت راشدہ کا دور

قیامت تک مسلم حکومتوں کے لئے ایک اعلیٰ معیاری دور ہے جس کا قیام وعدہ الٰہیہ کے تحت عمل میں لایا گیا ہے۔ لیکن سبائی تحریک چونکہ عداوت اسلام پر مبنی تھی اور اسلام کو جو شوکت و سطوت خصوصاً حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں نصیب ہوئی۔ اور ساڑھے باون لاکھ سے زیادہ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ اس کی مثال کسی امت میں نہیں مل سکتی۔ اس لئے سبائی ٹولہ کو سب سے زیادہ بغض و عداوت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے ہے۔ اور چونکہ خمینی صاحب دورِ حاضر کے نائب امام مہدی قرار دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے اندر بھی ان جنتی خلیفوں کی عداوت کچھ زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تصانیف میں اس کا اظہار کر بھی دیا ہے۔

ابوبکر نے قرآن کی مخالفت کی:

خمینی صاحب نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں عنوان ہی یہ قائم کیا ہے۔

''مخالفتهائے ابوبکر بانص قرآن'' یعنی ابوبکر نے قرآن کی مخالفتیں کی ہیں)

حضرت فاطمہ کا مطالبہ فدک نہیں تسلیم کیا۔ حضرت خالد بن ولید پر حد جاری نہیں کی: واجرائے حدّ خدائے را دربارھه خالد بن ولید نکرد باآنکه مالك بن نویره را کشت و درهمان شب زن او را گرفت (کشف اسرار ص ۱۳۹) یعنی ابوبکر نے خالد بن ولید پر حد (زنا) جاری نہیں کی حالانکہ اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اسی رات اس کی بیوی کے ساتھ صحبت کی تھی۔

عمر نے قرآن کی مخالفت کی (خمینی):

خمینی صاحب نے حضرت صدیق اکبر کے بعد حضرت عمر فاروق کے متعلق یہ عنوان قائم کیا ہے۔ ''مخالفت عمر با قرآن خدا'' یعنی عمر نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔ اینجا بعضے از مخالفتهائے عمررا با قرآن ذکر می کینم نامعلوم شود مخالفت

با قرآن پیش آن چیزے مھمّے بنود (یہاں ہم قرآن سے عمر کی بعض مخالفتوں کا ذکر کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کے سامنے قرآن کی مخالفت کوئی اہم چیز نہیں تھی) اور قرآن کی مخالفت کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں کہ:۔متعه زنان است که اجماع تمام مسلمانان در زمان پیغمبر اسلام تشریح شد و تا رحلت آنجناب ناسخے از برائے آن نیامد (ص ۱۴۸)۔

عمر نے عورتوں کے متعہ کو حرام کیا تھا حالانکہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ پیغمبر اسلام کے زمانے میں متعہ کا شرعی حکم موجود تھا اور آنحضرت کی وفات تک اس کے منسوخ کرنے کا کوئی حکم نہیں آیا) علاوہ ازیں خمینی نے حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:۔

ایں کلام یاوہ که از اصل کفر و زندقه ظاهر شده مخالفت است بآیات از قرآن کریم (کشف الاسرار ص ۱۱۹) یہ بیہودہ کلام جو ان کے کفر وزندقہ کی بنیاد پر ظاہر ہوئی تھی۔قرآن کریم کی بعض آیات کی مخالفت پر مبنی ہے) کشف اسرار میں خمینی صاحب نے خلفائے راشدین اور جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس کی مزید تفصیل مخدوم العلماء حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دام فیضہم نے اپنی محققانہ کتاب ''ایرانی انقلاب'' میں بیان فرمادی ہے۔شیعہ اپنے مزعومہ عقیدہ امامت کی بنا پر ہر اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو ان کے عقیدہ امامت کا منکر ہو۔کیونکہ ان کے نزدیک امامت نبوت سے افضل ہے تو جب نبوت کا منکر کافر ہے تو ان کے نزدیک امامت کا منکر کیوں نہ کافر ہوگا۔

تقیہ اور کتمان حق:

لیکن وہ بظاہر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم صحابہ کو اور اہل السنت والجماعت کو کافر نہیں کہتے۔ لیکن فریب دینے کے لئے یہ ان کا تقیہ ہوتا ہے اور حسب روایت اصول کافی ان کے دین کے نو حصے تقیہ پر مشتمل ہیں۔اور تقیہ ان کے ہاں بہت بڑی عبادت ہے۔یہاں تک کہ امام جعفر صادق سے وہ روایت کرتے ہیں کہ:۔

جو کوئی ان (یعنی غیر شیعہ) کے ساتھ صف اول میں نماز پڑھ لے وہ ایسا ہے کہ گویا اس

نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف اول میں نماز پڑھی۔" (من لا یحضرہ الفقیہ مؤلفہ بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق)۔اصول کافی کے مترجم شیعہ ادیب اعظم مولوی ظفر حسن امروہی عقیدہ تقیہ کے تحت لکھتے ہیں:۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ تقیہ ضروریات دین سے ہے۔امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے۔" تقیہ ہی وہ سپر ہے جس نے شیعوں کا وجود باقی رکھا۔ ورنہ اپنے دشمنوں کے ہاتھ یہ کب کے برباد اور نیست و نابود ہو گئے ہوتے۔" (عقائد الشیعہ ص ۱۰۱)۔تقیہ کے علاوہ ان کا ایک عقیدہ کتمان حق کا ہے یعنی حق کو چھپانا، چنانچہ شیعہ مذہب کی اصح الکتب الکافی میں ہے:۔عن سلیمان قال قال ابو عبداللّٰہ علیہ السلام یا سلیمٰن انکم علی دین من کتمہ اعزّہ اللّٰہ وَمن اذاعہ اذلّہ اللّٰہ ۔ (اصول کافی ص ٤٨٥ طبع لکھنو ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء) ۔مولوی ظفر حسن صاحب امروہوی نے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے:۔

فرمایا ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) نے۔اے سلیمان تم اس دین پر ہو کہ جس نے اس کو چھپایا خدا نے اسے عزت دی اور جس نے ظاہر کیا اللہ نے اسے ذلیل کیا۔" (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم کتاب الایمان والکفر ص ۲۴۵ طبع کراچی)

تقیہ اور خمینی:

چونکہ تقیہ اور کتمان حق شیعہ مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے اس لئے ان کے نائب امام خمینی بھی اپنے ائمہ معصومین کے تقیہ باز ہونے کے قائل ہیں۔چنانچہ لکھتے ہیں:۔

بہر حال نشر علوم اسلام و احکام عادل فقہاء کا کام ہے تاکہ واقعی احکام کو غلط احکام سے اور ائمہ علیہم السلام کی تقیہ والی روایات کو دوسری روایات سے تمیز دیں۔ چونکہ ہمارے ائمہ علیہم السلام اکثر و بیشتر ایسے حالات سے دوچار تھے کہ وہ حکم واقعی بیان نہیں کرتے تھے اور وہ ظالم اور جابر حاکموں کے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے اور انتہائی تقیہ اور خوف کی زندگی بسر فرما رہے تھے اور ان کا خوف مذہب کے لئے تھا نہ کہ اپنی ذات کے لئے کیونکہ بعض مواقع پر اگر تقیہ نہ کیا جاتا تو

خلفائے جور مذہب کی بیخ کنی کرتے۔" (حکومت اسلامی یا ولایت فقیہ ص ۴۳۔ ناشر کتب خانہ شاہ نجف اندرون موچی دروازہ لاہور نمبر ۸)

ہمارا سوال یہ ہے کہ شیعہ مذہب کے جو ائمہ حق بات زبان سے بیان نہیں کر سکتے اور اپنے اصلی مذہب کے خلاف باتیں کرتے ہیں تو یہ معلوم کرنے کے لئے خمینی صاحب کے پاس کونسا پیمانہ ہے جس سے ثابت ہو سکے کہ ان ائمہ کا مذہب کیا ہے۔ کیونکہ ہر بات میں یہ احتمال ہے کہ وہ تقیہ پر مبنی ہو۔ آج صدیوں بعد خمینی صاحب کس طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ ان کی کونسی بات حق تھی اور کونسی خلاف حق۔ اور پھر جب ائمہ معصومین کا یہ حال ہے تو خمینی صاحب کے قول و فعل کے متعلق کوئی کیا معلوم کر سکتا ہے کہ انہوں نے یہ بات اپنے دل کی کہی ہے یا از روئے تقیہ دوسروں کو فریب دینے کے لئے۔ تقیہ کی بنیاد پر تو یہ کبھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ خمینی صاحب کا اصل مذہب کیا ہے اسی طرح ایران کے شیعہ ہوں یا پاکستان کے۔ ان کے اصلی مذہب کو کون معلوم کر سکتا ہے۔ زبان و قلم کے ذریعہ خمینی اور ان کے پیروکار سنی شیعہ کے اتحاد کے داعی ہیں؟ حالانکہ یہ بھی ان کا خطرناک تقیہ ہے۔ جب حق الیقین کی منقولہ بالا روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام مہدی سب سے پہلے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کریں گے۔ اور پھر حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق لکھا ہے کہ امام مہدی روضہ مقدسہ کو اکھاڑ کر ابو بکر اور عمر کی قبریں کھود کر ان کو ہزار بار زندہ کر کے اٹھائیں گے۔ تو اہل السنت والجماعت سے شیعوں کا اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد افضل البشر مانتے ہیں اور پھر ان کے بعد حضرت فاروق اعظم کو افضل البشر بعد الانبیاء تسلیم کرتے ہیں۔ کیا سنی و شیعہ کا کسی اسلامی بنیاد پر اتفاق و اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس موضوع پر میری کتاب "میاں طفیل محمد کی دعوت اتحاد کا جائزہ" کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

رسول اللہ بھی تبلیغ امامت سے ڈرتے تھے (شیعہ عقیدہ):

خمینی صاحب آیت یآ ایھا الرسول بلّغ مآ اُنزِل الیك مِن ربك وَاِن لم تفعل

فَما بلّغت رسالته واللّٰه يعصمك مِن النّاس (سورة المائدہ رکوع ۱۰۔ آیت ۶۷)

مشہور شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی [1] نے اس آیت کا ترجمہ حسب ذیل لکھا ہے:۔

اے رسول جو کچھ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (علی کے بارے میں) نازل کیا گیا ہے اسے پہنچادو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اپنی رسالت ہی نہ پہنچائی اور اللہ آدمیوں کی شر سے تم کو محفوظ رکھے گا) شیعہ علماء کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو جس امر کی تبلیغ کا بار بار حکم ہوا تھا وہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علی کے وصی اور خلیفہ ہونے کا اعلان تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ حضرت علی کی خلافت کے اعلان سے ڈرتے رہے۔ چنانچہ شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

یہ احکام سن کر جناب رسول خدا ﷺ اپنی قوم سے خوف زدہ ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ اہل شقاق و نفاق پراگندہ ہو جائیں اور اپنی جاہلیت اور کفر کی طرف پلٹ جائیں کیونکہ آنحضرت جانتے تھے کہ ان کو علیؓ سے کس درجہ عداوت ہے۔ لہٰذا جبریل سے فرمایا کہ حق سبحانہٗ سے سوال کریں کہ مجھ کو منافقوں کے شر سے محفوظ رکھے اور آنحضرت اسی کا انتظار کر رہے تھے کہ جبرئیل خدا کی جانب سے حفاظت کی خوشخبری لے کر آئیں لہٰذا آنحضرت نے مسجد خیف تک اس حکم کی تبلیغ ملتوی فرمائی۔ پھر مسجد خیف میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ عہد ولایت کی تبلیغ فرمائیں اور علی علیہ السلام کو اپنا قائم مقام بنالیں۔ لیکن محافظت کا وعدہ بیان نہ کیا جو حضرت نے

---

[1] مولوی مقبول دہلوی۔ مشہور شیعہ مفسر تھے۔ والد کا نام غضنفر علی تھا۔ ۱۸۷۰ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ ابتداً سنی تھے، بعد ازاں شیعیت اختیار کی۔ ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ مناظرانہ رنگ میں تقریریں کر کے شیعہ اسٹیج سے مقبولیت حاصل کی۔ شیعہ مذہب کی ترجمانی میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا جس نے ہندوستان کے اہل سنت میں اشتعال کی بھٹی سلگائی۔ ۱۹۲۱ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔

طلب کیا تھا۔اس لئے حضرت نے پھر تاخیر فرمائی اور کراع التنعیم تک پہنچے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، وہاں پھر جبرئیل نازل ہوئے لیکن حفاظت کی آیت نہ لائے تو حضرت نے فرمایا کہ اے جبرئیل میں اپنی قوم سے ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب کرینگے اور علیؓ کے بارے میں میرا قول تسلیم نہ کریں گے۔ پھر وہاں سے کوچ کیا اور مقام غدیر خم تک پہنچے جو جحفہ سے تین میل پہلے ہے تو جبرئیل نازل ہوئے جبکہ دو پہر ہو چکی تھی اور حکم تاکیدی نہایت سخت اور ساتھ ہی دشمنوں کی شر سے حفاظت کے وعدہ کے ساتھ لائے اور کہا یا رسول اللہ خداوند عظیم وجلیل آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے پیغمبر بزرگ علیؓ کے بارے میں جو حکم تم پر نازل ہو چکا ہے اس کی تبلیغ کردو اگر نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی نہ پہنچائی۔اور خدا تم کو لوگوں کی شر سے محفوظ رکھے گا۔الخ (ترجمہ حیات القلوب جلد دوم ص ۸۰۷، ناشر امامیہ کتب خانہ اندرون موچی دروازہ لاہور)

یہ شیعوں کا عقیدہ رسالت اور یہ ہے ان کے ہاں مقام رسالت کہ، حضرت علیؓ کی خلافت وولایت کے اعلان سے آنحضرت ﷺ اتنے ڈرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی بار بار واپس کرتے رہے اور جب من جانب اللہ حفاظت کا وعدہ ہوا تو بڑی مشکل سے یہ اعلان کیا۔

من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ (جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے) حالانکہ مولیٰ کے کتنے معانی ہیں لیکن ان میں سے کوئی خلیفہ کا معنیٰ نہیں۔تو العیاذ باللہ آپ نے پھر بھی گول مول اعلان فرمایا العیاذ باللہ۔اور یہی عقیدہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایران کے بانی انقلاب خمینی کا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:۔ازیں آیت بواسطۂ این قرائن و نقل احادیث کثیرہ معلوم شد کہ پیغمبر در تبلیغ امامت خوف از مردم واشتہ۔ الخ (کشف اسرار ص ۱۶۵)

یعنی اس آیت بلّغ ما انزل الیک من ربک سے احادیث کثیرہ اور دوسرے قرائن کی بناپر معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر حضرت علی کی امامت میں لوگوں سے ڈرتے تھے"۔تو فرمایئے۔ شیعہ مذہب میں رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ جب آنحضرت ﷺ مکی زندگی میں کفر و بت پرستی کے اس قریشی ماحول میں بہادران قریش سے

خوفزدہ نہیں ہوئے اور برملا لَا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ کے اعلان حق سے کفر و شرک کی صدیوں کی مستحکم بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اپنی رسالت کا اعلان محمد رسول اللّٰہ کے کلمۂ حق سے گھر گھر پہنچاتے رہے تو اب آپ کو امامت علی کی تبلیغ سے کس کا خوف لاحق ہو سکتا تھا۔ حالانکہ آپ کے ساتھ خود حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا تھے۔ اور اصحاب بدر اور اصحاب بیعت رضوان بھی تھے اور ہزارہا فاتحین مکہ بھی۔ تو جو شخص رسالت کے آخری لمحات میں حکم الٰہی کے پہنچانے میں آپ کی طرف اس قسم کے افسانے تراشتا ہے وہ دراصل خود خاتم النبیین ﷺ کی رسالت عظمیٰ کا منکر ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی توجیہہ پیش نہیں کی جاسکتی۔

دینی مدارس کی خدمات اور بعض کمزوریاں:

مجموعی حیثیت سے پاکستان کے دینی مدارس کی خدمات قابل ذکر ہیں اور ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ بعض پہلوؤں سے کچھ کمزوریاں بھی ہیں۔ اور وہ یہ کہ جس طرح علمائے سلف نے مذاہب باطلہ کے ابطال میں کتابیں لکھیں اور ان کتابوں کو داخل نصاب کر دیا گیا۔ اور علم کلام کی ان کتابوں کی علمائے محققین نے شرحیں بھی لکھیں۔ مثلاً عقائد نسفی اور اس کی شرح عقائد نسفی ہے۔ شرح مواقف ہے اور شرح عقائد کی شرح النبراس وغیرہ ہے۔ اس طرح اب ضرورت ہے کہ دینی مدارس میں ایسی کتابیں داخل نصاب ہوں جن میں عصری فتنوں کا ابطال ہو۔ مثلاً قادیانیت، رافضیت، چکڑالویت [1]، پرویزیت (فتنۂ انکارِ حدیث)، مودودیت اور

---

[1] عبداللہ چکڑالوی۔ اصل نام "قاضی غلام نبی" تھا۔ پنجاب کے مشہور ضلع، میانوالی کے قصبہ چکڑالہ میں ۱۲۶۰ھ کے لگ بھگ "قاضی نور عالم" کے گھر پیدا ہوئے۔ مولانا نذیر حسین دہلویؒ سے دورۂ حدیث کیا اور ڈپٹی نزیر احمد سے متاثر ہو کر تارک تقلید بن بیٹھے۔ تعلیم سے فراغت پا کر انکار حدیث کے فتنہ کی "اہل قرآن" کے نام سے بنیاد رکھی۔ لاہور میں جماعت اہل حدیث کے قدیمی مسجد "چینیانوالی" میں خطیب بھی رہے۔ ۱۹۱۲ء میں فوت ہوئے اور غسل و کفن نیز نماز جنازہ کے بغیر میانوالی کے محلہ "یاردخیل" میں دفن ہوئے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔ مفصل حالات راقم کے مقالہ "عبداللہ چکڑالوی اور فتنۂ انکار حدیث" میں درج ہیں۔ (عبدالجبار سلفی)

خارجیت ومحمودیت وغیرہ (فتنہ محمود احمد عباسی) کی مدلل تردید کی جائے تا کہ دورانِ تعلیم طلبہ ان اعتقادی فتنوں سے واقف ہو جائیں اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد علمی اور استدلالی طریق سے ان اعتقادی فتنوں کی سرکوبی کر سکیں۔ الحمدللہ مرزا غلام احمد قادیانی [1] دجالی فتنہ کے خلاف تو علمائے حق نے تحریری وتقریری وغیرہ ہر طریق سے محنت کر کے اس فتنہ کفر سے ملت کے ہر طبقہ کو واقف کر دیا۔ حتیٰ کہ آئین پاکستان میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی دجال وکذاب کے پیروکاروں کو کافر قرار دیدیا ہے جو مرزا قادیانی کو نبی، مجدد یا مہدی مانتے ہیں (خواہ وہ قادیانی مرزائی ہوں یا لاہوری وغیرہ) لیکن عقیدہ خلافت راشدہ پر کما حقہ محنت نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ دینی مدارس میں بھی عموماً اس کی تعلیم وتدریس کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔ حالانکہ خلافت راشدہ کا عقیدہ بھی توحید ورسالت کے بعد اصول دین میں سے ہے اور اگر خلافت راشدہ کو نظرانداز کر دیا جائے تو پھر عقیدہ ختم نبوت کی افادیت کما حقہ تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ خلافت ان بزرگوں کی اصل ہے اصول دین سے جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہوگا۔ کیونکہ اکثر احکام جو قرآن عظیم مذکور ہیں مجمل ہیں بغیر تفسیر سلف صالح کے ان احکام کا حل نہیں ہوسکتا۔

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ اور والدہ کا نام ''چراغ بی بی'' تھا جو ''گھسیٹی'' کے نام سے مشہور تھیں۔ دعویٰ نبوت کر کے فتنے کی بنیاد رکھی اور ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو صوفی احمد جان کے مکان واقع لدھیانہ میں باقاعدہ بیعت لی۔ ۸، اکتوبر ۱۸۹۷ء میں اخبار ''الحکم'' کا اجراء کیا جس کا ایڈیٹر شیخ یعقوب علی کو بنایا گیا۔ مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ (والد گرامی حضرت قاضی مظہر حسینؒ) نے مرزا صاحب کو عدالت میں گھسیٹا اور ہندوستان کے اس مدعی نبوت کا سب سے پہلے گریبان پکڑ کر تحفظ ختم نبوت کا فریضہ انجام دینے کا اعزاز ''بھیں'' ضلع چکوال کے اس خاندان کو حاصل ہوا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں مرزا صاحب فوت ہوئے۔ اور اگلے دن قادیان میں دفن کئے گئے۔

اس طرح تمام فنون دینیہ مثل علم قرأت وتفسیر وعقائد وسلوک کے بغیر اقوال ان بزرگوں کے کسی اصل پر قائم نہیں رہ سکتے۔اور سلف صالحین نے ان امور میں خلفائے راشدین ہی کی پیروی کی ہے اور انہی کے دامن کو مضبوط پکڑا ہے قرآن کا جمع ہونا اور قرأت شاذہ سے قرأت متواترہ کا امتیاز پانا۔خلفائے راشدین ہی کی کوشش پر مبنی ہے اور عہدہ قضا کے فرائض اور حدود و احکام فقہ وغیرہ انہی خلفاء کی ترتیب پر مرتب ہیں (لہٰذا) جو شخص اس اصل کے توڑنے کی کوشش کرتا ہے وہ فی الحقیقت تمام فنون دینیہ کو مٹانا چاہتا ہے''۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد اول : ترجمہ: مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ)

ہمارے دینی مدارس میں اس اہم اسلامی عقیدہ ''خلافت راشدہ'' کی تعلیم وتدریس کا مستقل انتظام نہ ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ طلبہ عموماً اس عقیدے سے ناواقف ہوتے ہیں اور مدارس سے فراغت پانے کے بعد یا زمانہ طالب العلمی میں ہی اگر وہ ابواعلیٰ مودودی صاحب [1] بانیٔ جماعت اسلامی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کا مطالعہ کر لیتے ہیں تو ان کے نظریات سے متاثر ہو

---

[1] مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔۲۵ستمبر۱۹۰۳ء کو اورنگ زیب آباد میں پیدا ہوئے۔خاندان کے ایک بزرگ کے نام پر ''ابوالاعلیٰ'' نام رکھا گیا۔صرف ونحو، ادب اور فقہ کی بعض کتب مولوی ندیم اللہ حسینیؒ کے مشورہ سے مدرسہ فرقانیہ اورنگ آباد میں پڑھیں۔مالی حالات اور دیگر بشری پریشانیوں کی وجہ سے دینی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔اردو ادب وانشاء کا اچھا سلیقہ رکھتے تھے۔انہی دنوں نیاز فتح پوری سے دوستانہ ہوا اور لکھنے لکھانے کی مشق شروع کی۔خود لکھتے ہیں ''یہی فیصلہ کیا کہ قلم ہی کو وسیلۂ معاش قرار دینا چاہیے''۔

(مولانا مودودی ص۷۲)

تفسیر تفہیم القرآن میں انبیاء علیہم السلام اور کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں صحابہ کرامؓ کے متعلق بعض غیر ذمہ دارانہ عبارات کی وجہ سے متنازعہ بن گئے تھے۔جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔بغرض علاج امریکہ لے جائے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔۲۶ستمبر۱۹۷۹ء کو لاہور میں قطر کے ایک عالم شیخ یوسف قرضاوی کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔اور اچھرہ لاہور میں اپنے مکان کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

جاتے ہیں۔اور اگر کسی کو محمود احمد صاحب عباسی کی کتابوں ''خلافت معاویہ ویزید۔تحقیق مزید۔ اور حقیقت خلافت وملوکیت'' کے مطالعہ کی نوبت آتی ہے تو وہ انہی کے پیش کردہ نظریات کے گرویدہ ہوجاتے ہیں۔اور پھر جب باطل نظریات کی سیاہی باطن میں جم جاتی ہے تو پھر اہل حق کی تحقیق کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔چنانچہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی بانی و مدیر اعلیٰ خلافت راشدہ جنتری (اشاعت المعارف فیصل آباد) کا بھی یہی حال ہے۔وہ غالباً حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں محمود احمد صاحب عباسی کے نظریات سے متاثر ہیں اور چار خلفائے راشدین کی طرح ان کو قرآن کا موعو خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ اتنے غالی ہو چکے ہیں کہ قرآن مجید کی معنوی تحریف کا ارتکاب بھی کر لیتے ہیں۔چنانچہ خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۷ء ص ۱۲۴ پر ان کا ایک مضمون بعنوان:۔کیا حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ راشد تھے'' شائع ہوا ہے۔ جس میں مسئلہ خلافت راشدہ کے متعلق سوال و جواب ہیں۔

سوال: حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد کہنا کیسا ہے۔بعض اصحاب اہل سنت بھی انہیں خلیفہ راشد کہنے سے ہچکچاتے ہیں'' اس کے جواب میں مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں۔

:۔اس معاملے میں میری رائے ان اصحاب کے بارے میں یہ ہے کہ ان پر رفض کے پروپیگنڈے کا اثر ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں ہمارے بعض اہل سنت علماء کی مسلسل خاموشی ان کی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ہے جبکہ قرآن پاک میں صحابہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الراشدون تو اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کو ہدایت دینے والا یعنی راشد قرار دیا گیا ہے'' پھر اسی مضمون میں موصوف نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد ثابت کرنے کے لئے حسب ذیل آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ... وَلیمکنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمْنًا (پارہ ۱۸ سورۃ النور ع ۷)

یعنی اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے کہ انہیں ضرور خلیفہ بنایا جائے گا زمین پر اور ان کو تمکین ارض بخشی جائے گی جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ اور بدل دینگے وہ ان کے باہمی خوف کو امن میں''۔ (جنتری ص ۱۲۵)

چونکہ ان کا یہ مضمون خیانت و جہالت پر مبنی تھا اور جو اہل السنت والجماعت عقیدہ خلافتِ راشدہ سے ناواقف ہیں ان کی گمراہی کا خطرہ تھا اس لئے میں نے مدرسہ اظہار الاسلام چکوال کی سالانہ روئیداد ۱۹۸۸ء میں ایک مضمون :۔ عقیدہ خلافتِ راشدہ اور امامت'' میں جہاں اہل تشیع کے عقیدہ امامت کی تردید کی وہاں مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کے پیش کردہ نظریہ پر بھی تنقید کی ۔ اور لکھا کہ:۔

کیا مولوی صاحب موصوف یہ بھی نہیں جانتے کہ حضرت امام حسنؓ کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو جمہور اہل سنت برحق خلیفہ مانتے ہیں ۔ لیکن اہل سنت کے کسی مفسر، محدث متکلم، مجتہد اور مجدد نے آپ کو خلیفہ راشد نہیں لکھا۔ تو کیا یہ سارے اکابر اہل سنت شیعیت کے پروپیگنڈے سے متاثر تھے اور آیت استخلاف اور خلافت راشدہ کے بارے میں ان کی کوئی تحقیق نہیں تھی ۔ العیاذ باللہ۔

مولوی ابو ریحان صاحب پر لازم تھا کہ وہ اپنی قیاس آرائیوں کے بجائے ان حضرات اہل سنت کی باحوالہ عبارتیں نقل کرتے جنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد لکھا ہے۔ میں نے یہ بھی لکھا کہ۔ مولوی صاحب علمائے اہل سنت کو کم فہم اور جاہل کہہ رہے ہیں حالانکہ خود ان کا مبلغ علم یہ ہے کہ راشد کا معنی ہدایت دینے والا لکھ رہے ہیں ۔ حالانکہ راشد کا معنی ہدایت پانے والا ہوتا ہے اور ہدایت دینے والے کو مرشد کہتے ہیں ۔ اگر مولوی صاحب کے کوئی پیر و مرشد ہیں تو کیا وہ ان کے بارے میں یہ کہیں گے کہ یہ میرے راشد ہیں یا یہ کہیں گے کہ یہ میرے مرشد ہیں ۔'' آیت استخلاف کے متعلق ان کے استدلال پر تنقید کرتے ہوئے میں نے یہ لکھا کہ:۔

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب نے آیت میں بھی لفظ منکم چھوڑ دیا ہے اور ترجمہ میں بھی۔

پہلے تو میں نے سمجھا کہ آیت میں منکم کا نہ لکھنا سہو کتابت ہے لیکن جب ترجمہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں منکم کا ترجمہ بھی نہیں ہے تو سوائے علمی خیانت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ خلفائے اربعہ کی خلافت موعودہ کا ملجا یہی لفظ منکم ہے اور شیعہ بھی اسی منکم سے گھبراتے ہیں۔ الخ

حضرت معاویہؓ کے نادان حامی:

چاہیئے تو یہ تھا کہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی اپنی غلطیاں مان لیتے۔ اور اپنے غلط موقف سے رجوع کرتے اکابر دیوبند اور جمہور اہل سنت کا موقف قبول کر لیتے۔ لیکن بجائے اس کے انہوں نے خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۹ء میں اس کا جواب بعنوان:۔ حقیقت عقیدہ خلافت راشدہ شائع کر دیا، جس کو مولانا الطاف الرحمٰن صاحب خطیب ایبٹ آباد کی طرف منسوب کیا گیا ہے، ہم نے ان خطیب صاحب کا نام پہلے نہیں سنا اور نہ ہی ان کی کسی تصنیف سے واقف ہیں۔ غالباً یہ مضمون مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب نے ہی ترتیب دیا ہے۔ اور اگر بالفرض ایسا نہیں تو وہ خود اس کے موید تو ہیں اس لئے جواب میں ہم مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی کو ہی مخاطب بنائیں گے حق تعالیٰ ہم سب کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ زیر بحث مضمون۔ حقیقت عقیدہ خلافت راشدہ'' کے آغاز میں ہی لکھتے ہیں:۔ عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت'' مؤلفہ قاضی مظہر حسین صاحب نظر سے گزرا۔ پڑھ کر انتہائی افسوس ہوا کہ عقیدہ خلافت راشدہ کا تحفظ اور دفاع کرنے والوں کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ مدیر خلافت راشدہ جنتری کا جرم صرف یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو بحیثیت خلیفہ راشد متعارف کرایا اور اس جرم کی پاداش میں انہیں تحریف معنوی اور علمی خیانت کا مرتکب قرار دیا گیا حالانکہ یہ ہی جرم متقدمین و متاخرین بہت سے علماء حق کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائیں کہ انہوں نے اس نازک اور پُرفتن دور میں حضرات خلفائے راشدین کے تعارف کا تاریخ ساز پروگرام پیش کیا۔ عنوان بالا پر ایک مستقل کتاب بھی ترتیب دی جا سکتی ہے لیکن اس وقت

جناب قاضی صاحب کے کتابچے ''عقیدہ خلافت راشدہ کا مختصر جواب مقصود ہے۔ الخ (جنتری ص ٦٥)

الجواب: (۱) میں نے تحریف معنوی اور علمی خیانت کا ان پر غلط الزام تو نہیں لگایا۔ کیونکہ انہوں نے آیت استخلاف کا لفظ منکم آیت میں بھی نہیں لکھا اور نہ ہی اس کا ترجمہ کیا ہے، اور پھر انہوں نے اَلَّذِی ارتضٰی لھم کا ترجمہ یہ لکھا کہ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا، جو بالکل غلط ہے چنانچہ میں نے اپنے مضمون میں یہ لکھا تھا کہ

:۔فرمایئے جن سے اللہ راضی ہوا۔ یہ کن الفاظ قرآنی کا ترجمہ ہے۔ اَلَّذِی ارتضٰی لھم تو دین کی صفت ہے یعنی وہ دین جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ لیکن فاروقی صاحب موصوف نے اَلَّذِی کو اَلَّذِین سمجھ کر اس کو موعودہ خلفاء کی صفت قرار دیدیا۔ اور آیت میں وَلَیمکنَنَّ لَھم کو بھی بجائے واحد کے جمع کا صیغہ سمجھ کر اس سے بھی خلفاء مراد لے لئے، حالانکہ ارتضٰی اور لیمکننَّ کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جس دین کو پسند کیا ہے اس کی ان کو تمکین دے گا اور اللہ تعالیٰ ہی ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا''۔ اور میں نے قارئین کی واقفیت کے لئے اس آیت استخلاف کا ترجمہ بھی لکھ دیا تھا جو امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے لکھا ہے اور ان کی وہ ساری عبارت بھی لکھ دی تھی جس میں انہوں نے آیت تمکین:۔ الذین مکنّا ھم فی الارض سے چاروں خلفائے راشدین کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب ایبٹ آبادی پر لازم تھا کہ وہ میرے اعتراض کا جواب دیتے اور آیت استخلاف کے ترجمہ کو صحیح ثابت کرتے اور یہ بھی ثابت کرتے کہ راشد کا ترجمہ ہدایت دینے والا ہی ہوتا ہے۔ لیکن انہوں نے تو اپنے سارے جوابی مضمون میں اس کا سرے سے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ اور جواب ہو بھی نہیں سکتا۔ تو کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کا یہی تاریخی کارنامہ ہے کہ انہوں نے آیت کا غلط ترجمہ لکھ کر حضرت امیر

معاویہؓ کو متعارف کرایا ہے۔ اس قسم کے کارنامے تو پہلے روافض بھی دکھا چکے ہیں جو قرآنی آیات میں لفظی و معنوی تحریف کر کے حضرت علی المرتضیٰؓ کو آنحضرت ﷺ کا خلیفہ بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ فاعتبرو یا اُولی الابصار۔

بھلا جو مصنف راشد کا معنی نہیں جانتا اور الذی ارتضیٰ لھم اور لیمکننّ کا ترجمہ نہیں سمجھتا وہ خلافت راشدہ کے موضوع پر کیا لکھے گا اور خلفائے راشدین کو متعارف کرانے کی کیا اہلیت رکھے گا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون مجھ سے بعض احباب نے کہا بھی ہے کہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کی کوئی حیثیت نہیں ہے تم خود کیوں جواب لکھتے ہو۔ تو میں نے جواب دیا کہ خلافت راشدہ کا مسئلہ اہم ہے اور چونکہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب خلافت راشدہ جنتری کے بانی اور مدیر اعلیٰ بھی ہیں اور وہ خلافت راشدہ جنتری کی اشاعت بھی کرتے ہیں۔ بیرون ملک بھی بھیجتے ہیں اور ان کے اس مضمون سے کئی ناواقف قارئین گمراہ ہو سکتے ہیں اس لئے اس کا جواب دینا ضروری ہے۔

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب تو ''حق چار یار'' کی اصطلاح ہی کے خلاف ہیں۔ اور ہم خلافتِ راشدہ اور حق چار یار'' کا ڈنکا بجا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ''حق چار یار'' کے اعلان حق کی گونج نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک میں بھی پھیل رہی ہے ہمیں اس میں کسی سے ذاتی رنجش نہیں ہے۔ بلکہ اس عقیدہ حق کے پیش نظر مخالفین کے غلط نظریات کا قلع قمع کرنا ہم اپنا شرعی فریضہ سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

کیا خلافت راشدہ کا تعلق عقائد سے نہیں ہے؟:

خلافتِ راشدہ جنتری کے زیر بحث مضمون میں لکھتے ہیں:۔ خلافت و سلطنت کا تعلق عقائد کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا شمار فروعات میں ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب کے ممدوح حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنویؒ مقاصد خلافت کے تحت لکھتے ہیں:۔ اور چونکہ خلیفہ کا تقرر مقصود بالذات نہیں اسی وجہ سے اہل سنت مسئلہ خلافت کو فروعات میں شمار کرتے ہیں لیکن بسا

اوقات بعضے فروعات ایسے ضروری ہو جاتے ہیں کہ ان کا اہتمام اصولی چیزوں سے بھی بڑھ جاتا ہے"۔(بحوالہ تحفہ خلافت ص ۷۹)

الجواب: (۱) اگر خلافت راشدہ کا تعلق عقیدے سے نہیں ہے تو پھر خلافت راشدہ جنتری شائع کرنے کا کیا مقصد ہے۔ اور مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی خلفائے راشدین سے متعارف کرنے کا جو کارنامہ انجام دے رہے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر خلافت راشدہ کا عقیدے سے کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ آیت استخلاف سے حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت راشدہ ثابت کرنے کی کیوں لا حاصل سعی کر رہے ہیں اور وہ بھی آیت کا غلط ترجمہ کر کے۔

(۲) یہی تو شیعہ علماء کہتے ہیں کہ جب اہل سنت کے نزدیک خلافت کا مسئلہ فروعات میں سے ہے تو پھر خلفائے راشدین کی خلافت کے اثبات پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اور جو ان کے مخالفین ہیں ان کو کیوں مطعون کرتے ہیں۔ حالانکہ فروعی مسائل میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے۔ تو پھر اس سنی شیعہ نزاع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ اول تسلیم کرانے پر کیوں زور دیا جاتا ہے تو فرمایئے فاروقی صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ انہوں نے تو شیعوں کی مشکل خود حل کر دی ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

(۳) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کو سمجھنا چاہیے کہ مطلق خلافت اسلامیہ کا مسئلہ اہل السنت والجماعت کے ہاں فروعات میں سے ہے اور کسی خلیفہ اسلام کے لئے من جانب اللہ کسی نامزدگی کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حضور خاتم النبیین ﷺ کے خلفائے راشدین کی خلافتِ راشدہ کو ماننا عقائد سے تعلق رکھتا ہے کیوں کہ ان کی خلافت راشدہ موعودہ بطور اقتضاء النص قرآن مجید کی آیت استخلاف اور آیت تمکین سے ثابت ہے اور حق تعالیٰ نے آیت استخلاف کے آخر میں اعلان کر دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے موعودہ خلفائے راشدین کی خلافت کا جو انکار کریں گے اور جو اس کی ناشکری کرینگے وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہونگے چنانچہ فرمایا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ :. اور جو کوئی ناشکری کریگا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان"

(ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا) (۲) اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کریگا تو یہ لوگ نافرمان ہیں"۔ (ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ) (۳) حضرت عبدالقادر صاحب محدث دہلوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔

یہ چاروں خلیفوں سے ہوا۔ پہلے خلیفوں سے اور زیادہ۔ پھر جو کوئی اس نعمت کی ناشکری کرے ان کو بے حکم فرمایا، جو کوئی ان کی خلافت کا منکر ہوا۔ اس کا حال سمجھا گیا" (موضح القرآن)

(۴) امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ شیعوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ کبھی کہہ دیتے ہیں کہ خلافت تو سنیوں کے ہاں فروعات میں ہے یعنی تینوں خلیفوں کو ماننا خود سنیوں کے نزدیک کچھ ضروری نہیں ہے۔ حالانکہ خلافت کے فروعات میں سے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ضروری نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ توحید ورسالت کی طرح مقصود اصلی نہیں ہے۔ پھر یہ بحث تو مطلق خلافت کی ہے۔ تینوں خلیفوں کی خلافت کا ماننا تو ان کی ذاتی خصوصیات کی وجہ سے اشد ضروریات میں ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

خلافت ایں بزرگواراں اصلے است از اصول دیں الخ (خلافت ان بزرگوں کی اصل ہے اصول دین سے الخ)

(ماہنامہ انجم لکھنو ۲۱/۷ جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ۔ تفسیر آیات ملک طالوت) امام اہل سنت کا یہ تفسیری مضمون "مجموعہ تفاسیر بنام تحفہ اہل سنت" (ناشر مکتبہ امدادیہ ملتان) میں شائع ہو چکا ہے۔

بہ سلسلہ تحفظ خلافتِ راشدہ کا کیا مطلب ہے:

جنتری میں لکھتے ہیں:۔ اس وقت یہ بتانا مقصود ہے کہ موصوف خود بھی حضرت معاویہؓ کا ذکر خلافت راشدہ کے تحت فرما چکے ہیں قاضی صاحب کے بشارت الدارین نامی کتاب میں

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی [1] کے حوالے سے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد لکھا ہے۔

(۲۰۴) ۱۹۸۴ء میں قاضی صاحب نے مولوی مہر حسین شاہ بخاری کی کھلی چٹھی کے جواب میں ''دفاع حضرت معاویہؓ '' کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کے سرورق پر لکھا ہے:۔ بسلسلہ تحفظ خلافت راشدہ'' اس کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ بخاری نے ۱۹۸۵ء میں ''الاجابۃ الکافیہ فی ردّ دفاع معاویہ ''تحریر کی، شاہ صاحب کی مذکورہ کتاب کے ص ۵ پر لکھتے ہیں:۔قاضی صاحب نواصب کی پیروی کرتے ہیں'' چنانچہ قاضی مظہر حسین صاحب نے بھی دفاع معاویہ نامی کتاب کے ٹائٹل' پر لکھا ہے کہ:۔ بسلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ'' گویا قاضی صاحب بھی نواصب کی طرح حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں۔ اب قاضی صاحب سے بصد ادب گزارش ہے کہ وہ حق چار یار کے بجائے حق پنج یار کو نعرہ بنالیں۔ الخ۔ (ص ۵)

الجواب: (۱) میری کتاب ''بشارت الدارین'' رد شیعہ میں ماتم مروجہ کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب ہے جو ایک شیعہ مصنف کی کتاب ''فلاح الکونین'' کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

---

[1] مولانا احمد رضا خان۔ ۱۴، جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ ہندوستان کے شہر ''بریلی'' میں پیدا ہوئے۔ مختلف جگہوں پر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ افسوس کہ آپ نے علمی اختلاف کی بجائے ''تفریق'' کی پالیسی اپنائی اور مسلمانانِ ہند کو تقسیم کردیا۔ قاری احمد پیلی بھیتی لکھتے ہیں'' مولانا احمد رضا خان صاحب پچاس سال اسی جدوجہد میں منہمک رہے۔ یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہوگئے۔ بریلوی اور دیوبندی'' سوانح اعلیٰ حضرت) علامہ خالد محمود لکھتے ہیں۔'' مولانا احمد رضا خود کسی مشہور درس گاہ سے فارغ نہ تھے۔ آپ نے کل تعلیم مرزا غلام قادر اور اپنے والد علی نقی خان سے حاصل کی۔ مولانا احمد رضا سے بہت پہلے بریلی میں علماء دیوبند اپنا مدرسہ قائم کر چکے تھے، بریلی کے ایک رئیس جعفر خان نے اس کے لئے زمین وقف کی تھی اور حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صدر مدرس دیوبند نے ۱۲۸۹ھ میں بریلی آکر اس مدرسے کا افتتاح کیا تھا۔ اس مدرسہ کا نام مصباح العلوم ہے اور خوب کام کررہا ہے۔ (مطالعہ بریلویت جلد اوّل ص ۱۰۱) خان صاحب ۱۹۲۱ء میں فوت ہوئے اور بریلی میں مدفون ہوئے۔

اس میں مسئلہ یزید کے متعلق دیوبندی اور بریلوی علماء کی عبارات پیش کی ہیں۔ اور اسی سلسلے میں بعنوان:۔ مقام امیر معاویہؓ مولانا بریلوی کے قلم سے'' میں نے لکھا ہے کہ یزید کے بارے میں اہل سنت کے مندرجہ اقوال پیش کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یزید فاسق ہو یا کافر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یزید کے والد حضرت معاویہؓ پر زبان طعن دراز کی جائے، چنانچہ بریلوی علماء کے مقتداء و پیشوا مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے حضرت معاویہؓ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا الخ

(۲۰۳ اور ۲۰۴ پر میں نے لکھا ہے کہ:۔ کسی نے سوال کیا کہ خلافت راشدہ کس کس کی خلافت تھی تو حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے فرمایا کہ:۔

ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، مولیٰ علیؓ، امام حسنؓ، امیر معاویہؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت خلافتِ راشدہ تھی، اور اب سیدنا امام مہدیؑ کی خلافت خلافت راشدہ ہوگی'' (خلفائے راشدین اور امیر معاویہؓ ص ۲۲، ناشر دارالاشاعت اہل سنت ۵/۱۲ پکی بازار بنارس کینٹ)

میں نے اس میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا موقف پیش کیا ہے نہ کہ اپنا۔ پھر انہوں نے اس میں سات خلفائے راشدین کے نام لکھے ہیں۔ جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت امام مہدی بھی ہیں۔ تو کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب ان کو بھی حضرت امیر معاویہ کی طرح قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین تسلیم کرتے ہیں یا کیا مولوی بریلوی مرحوم کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی قرآن کے موعودہ خلفاء ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر زیر بحث مضمون میں فاروقی صاحب کی طرف سے مولانا بریلوی کی پوری عبارت درج کر دی جاتی تو حقیقت حال واضح ہو جاتی، فاروقی صاحب کو کیا معلوم نہیں کہ اصل زیر بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ کیا حضرت امیر معاویہؓ خلفائے اربعہ کی طرح قرآن کے موعودہ خلیفہ ہیں یا نہیں۔ اور بریلوی علماء بھی حضرت امیر معاویہؓ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ نہیں قرار دیتے۔ چنانچہ مولانا امجد علی رضوی اپنی کتاب ''بہار شریعت حصہ

اوّل ص ۵۹ پر بضمن عقیدہ لکھتے ہیں :۔ نبی ﷺ کے بعد خلیفہ برحق وامام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان پھر حضرت مولا علی پھر چھ مہینے کے لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے۔ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔(۲) ص ۶۱ پر لکھتے ہیں کہ (عقیدہ منہاج نبوت پر خلافت راشدہ تیس سال رہی کہ سیدنا امام حسنؓ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی۔پھر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت امام مہدیؓ ہونگے، امیر معاویہؓ اول ملوک اسلام ہیں۔امیر معاویہ کی بادشاہی اگر چہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی سلطنت ہے۔(رسول اللہ ﷺ نے امام حسن کی نسبت فرمایا۔میرا یہ بیٹا سیّد ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے۔تو امیر معاویہؓ پر فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقتاً حضرت امام حسن مجتبیٰ بلکہ حضور سید عالم ﷺ بلکہ حضرت عزّ وجل پر طعن کرتا ہے"۔

فرمائیے مولانا امجد علی صاحب بریلوی نے تیس سالہ حدیث کی بنا پر (جس کو مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب موضوع قرار دیتے ہیں) حضرت امیر معاویہؓ کو ملوک میں شامل کر دیا۔

(۳) بہار شریعت حصہ اول ص ۶۰ پر لکھتے ہیں :۔(عقیدہ) امیر معاویہؓ مجتہد تھے۔ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ [1] نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے تھے۔"عبادلۂ اربعہ" میں سے ایک تھے۔بقیہ تین عُبادلہ یہ ہیں (۱) عبداللہ بن عمرؓ (۲) عبداللہ بن مسعودؓ (۳) عبداللہ بن زبیرؓ۔"حبر الامت" یعنی امت کا عالم آپؓ کا لقب تھا۔آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے والد حضرت عباسؓ اور دادا عبدالمطلب بھی آخری عمر میں بینائی کھو بیٹھے تھے۔آپ کثیر الروایات صحابیؓ ہیں۔۶۸ ھ میں طائف میں انتقال فرمایا۔

مجتہد سے صواب وخطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ الخ

بہر حال دیو بندی ہوں یا بریلوی علماء کوئی بھی حضرت معاویہؓ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد قرار نہیں دیتا۔ البتہ حدیث ثلثون سنۃ کے تحت بعض حضرات حضرت امام حسنؓ کو خلفائے راشدین میں شامل کر لیتے ہیں۔

(۲) باقی رہا مولوی مہر حسین شاہ صاحب بخاری کا اعتراض جس کا جنتری میں سہارا لیا گیا ہے تو وہ اعتراض ہی جاہلانہ ہے، میری کتاب ''دفاع معاویہؓ '' کے سرورق پر'' بہ سلسلہ تحفظ خلافت راشدہ'' کے الفاظ سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ میں حضرت معاویہؓ کو قرآن کا موعودہ خلیفہ راشد تسلیم کرتا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کی مفصل بحث میں نے اپنی کتاب'' خارجی فتنہ حصہ اوّل'' میں لکھی ہے جس میں آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق صرف خلفائے اربعہ کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں مفسرین ومحدثین کی عبارات پیش کی گئی ہیں۔ الحمد للہ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ چنانچہ ماہنامہ ''بینات'' کراچی جنوری ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی [1] نے اس کی تائید میں مفصل مضمون لکھا۔ اور فرمایا کہ:۔ بلاشبہ ان دونوں مسئلوں میں جناب مصنف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے''۔

[1] مولانا یوسف لدھیانویؒ۔ بستی عیسیٰ پور ضلع لدھیانہ میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت محفوظ نہیں۔ والد ماجد کا نام الحاج چوہدری اللہ بخش تھا، جو مولانا عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کی اور اولاً چک نمبر ۳۴۵ ڈبلیو بی ضلع ملتان میں قیام پزیر ہوئے۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے خیر المدارس ملتان میں دورۂ حدیث کیا۔ مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی وفات کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر منتخب ہوئے۔ درجنوں علمی وتحقیقی کتب کے مصنف تھے۔ ۱۸ مئی ۲۰۰۰ء کو کراچی میں شہید کر دیے گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

علاوہ ازیں ماہنامہ البلاغ کراچی، الحق اکوڑہ خٹک، ضیائے حرم لاہور، الخیر ملتان ہفت روزہ لولاک فیصل آباد میں اس پر تائیدی تبصرے لکھے گئے اور علماء کے یہ تبصرے کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں، خارجی فتنہ حصہ اوّل میں مولانا لعل شاہ صاحب بخاری کی ضخیم کتاب ''استخلاف یزید'' پر بھی میں نے کڑی تنقید کی تھی جس میں کئی عبارتیں ایسی تھیں جن میں حضرت معاویہؓ کی تنقیص و توہین پائی جاتی تھی۔ اس کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ نے میرے نام کھلی چٹھی شائع کی تھی جس کا جواب ''دفاع حضرت معاویہؓ'' میں دیا گیا، پھر اس کے جواب میں مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے ''الاجابۃ الکافیہ'' لکھی۔ چونکہ خارجی فتنہ حصہ اوّل میں قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کی بحث تھی اور خلفائے اربعہ (چار یار) کی خلافت کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہونا ثابت کیا گیا تھا اور جمہور اہل سنت کے مطابق مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے مؤقف کو صواب پر اور حضرت امیر معاویہؓ کے موقف کو خطائے اجتہادی پر مبنی قرار دیا گیا تھا اور اس بات کی تصریح کر دی تھی کہ اجتہادی اختلاف میں حق و باطل کا تقابل نہیں ہوتا بلکہ یہ اختلاف حق کے دائرہ میں ہی ہوتا ہے۔ اور حسبِ حدیث بخاری مجتہد مصیب کو دو اور مجتہد مخطی کو ایک اجر ملتا ہے اس لئے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے میں کسی طرح کی کوئی تنقیص و توہین لازم نہیں آتی۔

چونکہ یہ بحث مسئلہ خلافت راشدہ کے ضمن میں ہی آ گئی تھی اور اس کی ضرورت بھی تھی تا کہ قارئین کرام جمہور اہل سنت کے مسلک اعتدال سے واقف ہو کر افراط و تفریط کے فتنوں سے محفوظ ہو جائیں اور یہی سلامتی کی راہ ہے۔ لیکن مولوی مہر حسین شاہ صاحب کو حضرت معاویہؓ کے متعلق مسلک اعتدال پسند نہ آیا اور انہوں نے میرے نام کھلی چٹھی شائع کر دی۔ چونکہ مسئلہ اہم تھا اس لئے اس کے جواب میں کتاب ''دفاع حضرتِ معاویہؓ'' شائع کی گئی اور الحمد للہ اس کتاب کی بعض ان لوگوں نے بھی قدر کی جو افراط و تفریط کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ بہر حال چونکہ موعودہ خلافت راشدہ کے ضمن میں ہی مشاجرات صحابہ اور حضرت امیر معاویہؓ کے موقف کی بحث آ گئی تھی

اور اس مسئلہ کا تعلق اس سلسلہ سے تھا اس لئے دفاع حضرت معاویہؓ کے سرورق پر "بہ سلسلہ تحفظ عقیدہ خلافت راشدہ" کی عبارت لکھی گئی۔ علمی طور پر تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جب خارجی فتنہ حصہ اوّل میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین صرف چار ہیں بوجہ مہاجرین اولین ہونے کے اور حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں بوجہ مہاجرین میں نہ ہونے کے قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین میں شمار نہیں ہوسکتے تو پھر یہ اعتراض انتہائی جہل وتعصب پر مبنی ہے کہ سرورق کی مذکورہ عبارت سے حضرت امیر معاویہؓ کا خلیفہ راشد ہونا لازم آتا ہے مولوی مہر حسین شاہ صاحب پہلے سنی حنفی دیوبندی کہلاتے تھے۔ میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل کے بعد انہوں نے بغض حضرت معاویہؓ کا اظہار کر دیا۔ اور اب سنا ہے کہ وہ شیعہ مذہب اختیار کر چکے ہیں اور ایران کی زیارت بھی کر آئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

میں نے خارجی فتنہ حصہ اوّل اور کشف خارجیت میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو قطعی جنتی خلیفہ راشد تسلیم کیا ہے اور ان کے موقف کو دلائل سے حق وصواب پر مبنی ثابت کیا ہے، لیکن پھر بھی وہ بندہ کو بغض علی اور بغض حسن کا مرتکب قرار دے رہے ہیں:۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔ (۱) دفاع معاویہؓ نامی کتاب میں جابجا قاضی صاحب کا بغض اہل بیت نظر آتا ہے اور وہ اس بیماری کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر پھر بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہیں"۔ (ص ۵۱)

(۲) ایک عنوان قائم کیا ہے "قاضی صاحب کا بغض علیؓ (ص ۵۳)

(۳) ایک عنوان ہے:۔ قاضی صاحب کا بغض امام حسنؓ (ص ۵۶)

اب ان کا کیا جواب دیا جائے۔ ع۔ جواب جاہل باشد خموشی۔ اس کے برعکس مولوی ضیاء الرحمٰن مجھ سے اس لئے خفا ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو خلفائے اربعہ کی طرح آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق کیوں قرار نہیں دیا اور موعودہ خلافت راشدہ کو چار یار پر کیوں منحصر کیا ہے، اس غصہ کی وجہ سے وہ بھی مجھ پر توہین صحابہ کی پھبتی کستے ہیں اور مجھ کو مخالفت صحابہ کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ جنتری کے زیر بحث مضمون ص ۸۹ پر لکھا گیا ہے کہ:۔ احترام

صحابیت ان کے رگ احساس میں سرایت کئے ہوئے نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قاضی صاحب کے قلم سے اصحاب رسول ﷺ کے بارے میں اہانت آمیز کلمات کبھی نہ نکلتے" (جنتری ص ۸۹)

خدا جانے کس خوردبین سے مولوی ضیاء الرحمٰن یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب نے اہانت آمیز الفاظ دیکھ لئے ہیں، حالانکہ اہل حق کو تو ایسی باتیں نظر نہیں آتیں۔ واللہ الھادی۔

کیا لفظ یار توہین آمیز ہے:

جنتری ص ۶۸ پر لکھتے ہیں:۔ قاضی صاحب خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۳۶ پر لکھتے ہیں چار یار سے وہی چار خلفائے راشدین مراد ہیں جن کو قرآنی وعدہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ عطا فرمائی ہے"۔ بات تو وہی ہوئی کہ ہر صحابی یار نبی ﷺ ہوسکتا ہے، خلافت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یار کیلئے خلافت شرط ہے یہ خوانخواہ کی زبردستی ہے اور لفظ یار کا استعمال سوئے ادب ہونے کے ساتھ ساتھ اصحاب رسول کے شایان شان بھی نہیں ہے۔ اگر خلافت کی وجہ سے یار نبی کہا جاسکتا ہے تو پھر چار یار کی اصطلاح بالکل غلط ہے کیونکہ خلفاء صحابہ کی تعداد چار نہیں۔ کیا چار یار کی اصطلاح بھی منصوص ہے۔ موصوف چار یار کی تائید میں حوالہ جات مفتی اعظم سے لیکر دین اکبری یا آئین اکبری تک پیش کردیتے ہیں۔ قاضی صاحب اگر حافظ شیرازی کا شعر بھی نقل کردیتے تو ان کی مزید تائید ہوجاتی کیونکہ وہ بھی امامی ہیں اور قاضی صاحب بھی صورتا امامت کا اقرار کرجاتے ہیں کیونکہ انہوں نے زیر بحث کتابچہ کے ص ۱۴ پر حضرت حسنؓ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ استعمال کیا ہے۔

بہ دشمناں مبیں حافظ تولا کن نجات خویش طلب کن بحق ہشت و چہار

نجات خویش طلب کن بجاں ہشت و چہار۔ قاضی صاحب کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ چار یار کی اصطلاح تو اورنگزیب عالمگیر کے وزیر نعمت خان عالی نے بھی استعمال کی تھی اسے بھی اپنی تائید میں پیش فرمادیں۔

تفریح الشیعہ حصہ اوّل مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور ص ۴۳ پر ایک لطیفہ لکھا ہوا ہے۔

اس لطیفے کی صداقت کی بحث نہیں تاہم اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ عالمگیر کا وزیر نعمت خان عالی ایک غالی شیعہ تھا۔ عالمگیر نے ایک دن نعمت خان عالی سے پوچھا۔ کیا تم شیعہ ہو یا کہ سنی ہو۔ نعمت خان نے جواب دیا:۔ بارہا گفتم بتواے شہریار۔ چار یارم چار یارم چار یار۔ جواب سے صاف ظاہر ہے کہ نعمت خان عالی نے اپنے بارہ امامی شیعہ ہونے کا جرأت سے اعلان کر دیا اور چار یار کو تین بار دہرا کر بارہ امام پورے کر لئے۔ قاضی صاحب بھی تین بار چار یار کا نعرہ لگواتے ہیں۔ الخ

الجواب:

(۱) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کی جہالت کا اندازہ لگائیں کہ وہ لفظ یار کو سوئے ادب قرار دیتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ انہوں نے خود بھی یاران نبی کے الفاظ لکھے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب ''سیدنا معاویہؓ '' ص ۳۰ پر لکھتے ہیں:۔ اصحاب رسول کا مقام و مرتبہ ملاحظہ ہو کہ محدثین و مفسرین اور ائمہ سلف ادنیٰ تامل کے بغیر ان تمام روایات کو غلط اور اختراع قرار دے رہے ہیں جن سے کسی طرح بھی یاران نبی کے خلاف برائی کا شبہ ظاہر ہوتا ہے۔ مگر ساری امت کے علماء اصحاب رسول ﷺ کو مجروح ہونے نہیں دیتے ''۔ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب نے اپنی یہ کتاب مجھ کو بتاریخ ۱۳ اپریل ۱۹۸۳ء ہدیہ بھیجی ہے، اور اس پر اپنے قلم سے یہ الفاظ لکھے ہیں:۔

ہدیہ برائے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب منجانب مولف ضیاء الرحمٰن فاروقی ۸۳۔۴۔۱۳'' فرمایئے ۱۹۸۳ میں تو یاران نبی کے الفاظ مدح صحابہ پر محمول تھے اور اب ۱۹۸۹ء میں لفظ یار کا استعمال سوئے ادب بن گیا اور صحابہ کرام کے شایان شان نہ رہا۔ ایں چہ بوالعجبیست ہمارا سوال ہے کہ کیا مولوی صاحب موصوف نے بعد میں یاران رسول کے الفاظ لکھنے سے دلی توبہ کر لی ہے۔ ع۔ بے ادب محروم گشت از فضل رب۔ کیا لفظ یار میں ان کو اس لئے تو بے ادبی نظر نہیں آرہی کہ خدام نے ملک میں ''حق چار یارؓ '' کی گونج پیدا کر دی ہے جو ان کے لئے نا قابل برداشت ہے۔

(۲) اگر فاروقی صاحب موصوف کو یار کا معنی معلوم نہیں تو اب سمجھ لیں۔

(ا) فیروز اللغات اردو میں ہے:۔ یار۔ دوست، مددگار، پیارا، چہیتا، ساتھی، رفیق، معشوق، محبوب، جمع یاراں۔ (۲) غیاث اللغات فارسی میں ہے:۔ یار۔ مددگار، مخفف: یارا کہ بمعنی طاقت است۔ (ب) یار غار۔ کنایہ از یار صادق۔ چرا کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام وقتیکہ از مکہ بارادۂ ھجرت برآمدند براہ درمیان غارے سہ روز متواری بودند۔ حضرت صدیق ھمراہ بودند ازیں جہت یار غار کنایہ از یار صادق است (۳) مشہور شاعر اور ادیب مولانا ظفر علی خان مرحوم کا یہ شعر بہت مشہور ہے ۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر۔ عثمان و علی

ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

گو اس شعر سے یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ چار یار کا مرتبہ برابر ہے اس لئے بعض بزرگوں نے اس کی یوں اصلاح کی ہے۔

ہم مسلک ہیں یاران نبی ہے فرق مگر ان چاروں میں

اور ممکن ہے شاعر نے شرف صحابیت کی وجہ "ہم مرتبہ" کہہ دیا ہو۔ واللہ اعلم

صاحب بمعنی یار:

صاحب عربی لفظ ہے اور یار فارسی۔ اور صاحب بمعنی یار ہی ہے۔ چنانچہ غیاث اللغات فارسی میں ہے صاحب بمعنی وزیر و یار۔

آیت غار:

سورۃ التوبہ۔ رکوع ۶۔ آیت ۴۰ میں ہے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا بِالْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا . جب وہ دونوں غار میں۔ جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے۔ تو غم نہ کھا۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے (ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ) (۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فارسی ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں:۔ آنگاہ کہ ایں

دو کس در غار بودند آنگاه که می گفت یار خود را۔ اندوه مخور هر آئینه خدایا با
ما است۔ اس کے حاشیہ پر حضرت دہلویؒ لکھتے ہیں:۔ یعنی ابوبکر صدیق را' امام المحدثین
حضرت شاہ ولی اللہ محدث تو قرآن کے لفظ صاحب کا ترجمہ یار لکھتے ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر
کی وجہ سے ہی یار غار کا محاورہ مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن لفظ یار کو مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب بے ادبی
اور گستاخی قرار دیتے ہیں کاش کہ وہ حق چار یار کی مخالفت میں اتنے آگے نہ بڑھتے اور یار غار کے
محاورے کو ہی ملحوظ رکھتے۔ ؏ نگاہ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔

(۳) سورۃ یٰسین کی آیت:۔ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ۔ (جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو تو ان کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے زور دیا تیسرے سے۔ (ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلویؒ) اس آیت کے حاشیہ پر حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔ یہ شہر تھا انطاکیہ۔ حضرت عیسٰیؑ کے دو یار وہاں پہنچے شہر والوں نے ٹال دیا۔ پھر تیسرے یار بھی پہنچے۔ یہ تیسرے بڑے یار تھے۔ (موضح القرآن)

حضرت شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی کا ترجمہ قرآن الہامی ترجمہ سمجھا جاتا ہے اور آپ کے حواشی بنام موضح القرآن تحقیق حق پر مبنی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تو فارسی میں صاحب کا ترجمہ یار لکھا تھا۔ لیکن ان کے خلف رشید۔ حضرت شاہ عبدالقادر نے اردو میں یار کا لفظ استعمال کیا ہے اور وہ بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں (اصحاب) کے بارے میں اور کتنی تعظیم کے ساتھ لکھا:۔ یہ تیسرے بڑے یار تھے، کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب کے لئے اس میں کوئی عبرت کا سبق نہیں ہے؟۔

چار یار (حضرت نانوتویؒ):

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند سورۃ النور کی آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالۂ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہی چار یار

کیلئے تھا''۔ (ہدایۃ الشیعہ طبع قدیم ص ۵۶ اور طبع جدید ص ۷۵) حضرت نانوتوی قدس سرہ نے چار یار کے الفاظ بھی لکھے اور پھر آیت استخلاف کا مصداق بھی صرف انہی چار یار کو قرار دیا۔ لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب جواب تک دیوبندیت کی نسبت سے چل رہے ہیں ان کو لفظ یار میں سوء ادب نظر آتا ہے اور پھر وہ آیت استخلاف کا مصداق صرف ان چار یار کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ حضرت معاویہؓ کو بھی ان میں شامل کرتے ہیں۔ عبرت، عبرت، عبرت۔

مفتی اعظم سے استہزاء:

میں نے چار یار کی اصطلاح کی تائید میں مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب[1] دہلویؒ کی حسب ذیل عبارت خارجی فتنہ حصہ اوّل میں لکھی تھی کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ کے قائم مقام بنائے گئے اس لئے یہ خلیفہ اوّل ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ دوسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان غنیؓ تیسرے خلیفہ ہوئے ان کے بعد حضرت علیؓ چوتھے خلیفہ ہوئے۔ ان چاروں کو خلفائے اربعہ اور خلفائے راشدین اور چار یار کہتے ہیں۔

(تعلیم الاسلام حصہ سوم ص ۱۸)

---

[1] مفتی کفایت اللہؒ۔ والد کا نام شیخ عنایت اللہ تھا۔ ۱۲۹۲ھ میں شاہجہانپور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ طالبعلمی کا دور بڑا عجیب گذرا۔ اپنے ہاتھ سے کروشیا کے ساتھ دھاگے کی ٹوپیاں بُن کر فروخت کرتے اور گذر بسر کرتے۔ مدرسہ عربیہ شاہی مسجد مراد آباد میں پڑھتے رہے۔ وسیع المطالعہ اور سریع المطالعہ تھے۔ ''مفتی اعظم ہند'' نام کا حصہ بن گیا۔ آپ کے فتاویٰ ''کفایت المفتی'' کے نام سے نو جلدوں میں چھپے ہوئے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم کی یہ عبارت خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۳۸ پر منقول ہے۔ چونکہ چار یار کی اصطلاح سے مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کو بہت وحشت ہوتی ہے اس لئے بطور استہزاء لکھتے ہیں کہ:۔ موصوف چار یار کی تائید میں حوالہ جات مفتی اعظم سے لے کر دین اکبری یا آئین اکبری تک پیش کر دیتے ہیں۔ الخ

انہوں نے ہوشیاری یہ کی ہے کہ مفتی اعظم کا نام نہیں لکھا تا کہ ناواقف قارئین یہ سمجھیں کہ خدا جانے یہ کون مفتی اعظم ہیں۔

لطیفہ یا کثیفہ:

اس سلسلے میں صاحب جنتری نے اورنگ زیب عالمگیر کے وزیر نعمت خان عالی کا ایک لطیفہ لکھا ہے جسے میں نے حذف کر دیا ہے۔ اس کے بعد نعمت خان کا وہ جواب نقل کیا ہے جو اس نے حضرت عالمگیر کے سوال کا دیا ہے کہ۔ چار یارم چار یارم چار یار" گویا تین بار چار یار کہنے سے اس نے اپنے بارہ اماموں کی طرف اشارہ کر دیا ہے، پھر یہ نکتہ سنجی کرتے ہیں کہ:۔ قاضی صاحب بھی تین بار چار یار کا نعرہ لگواتے ہیں۔ یہ فاروقی صاحب کا لطیفہ نہیں کثیفہ ہے۔ ان کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم حق چار یار کا نعرہ تین بار ہی لگواتے ہیں شاید کہیں ان کی تقریر میں کسی نے تین بار حق چار یار کا نعرہ لگایا ہو اور وہی آواز ان کے کانوں میں گونج رہی ہو۔ حق چار یار سے اتنے پریشان تو شاید شیعہ اور خارجی بھی نہ ہوتے ہونگے جتنا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب ہو رہے ہیں۔ (۲) مذکورہ لطیفہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر کے زمانہ میں بھی اہل سنت میں چار یار کی اصطلاح رائج تھی اسی لئے تو نعمت خان نے چار یارم کا لفظ استعمال کیا تا کہ اسے چار یار کا مخالف نہ سمجھا جائے۔

امامیہ ہونے کی پھبتی:

اسی پریشانی کے عالم میں لکھتے ہیں کہ:۔ قاضی صاحب بھی صورتاً امامت کا اقرار کر

جاتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے زیر بحث کتابچہ کے ص ۱۱۴ پر حضرت حسنؓ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ استعمال کیا ہے۔

الجواب: اگر امام حسنؓ کے ساتھ امام کا لفظ استعمال کرنے سے کوئی شخص فرقہ امامیہ (یعنی اثنا عشری شیعہ) میں شمار ہو سکتا ہے تو پھر تو ان کے نزدیک حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی اثنا عشری شیعہ ہونگے کیونکہ انہوں نے بھی لکھا ہے:۔ حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جو خلافت ملی ہے تو وہ خلافت نہیں جو وعدہ کے سبب ملی ہے۔ الخ۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے نام کے ساتھ امام کا لفظ تو قریباً تمام اکابر اہل سنت لکھتے ہیں۔ تو فاروقی صاحب کے نزدیک پھر یہ سب اکابر محققین شیعہ امامیہ یا ان سے متاثر ہونگے۔ حضرت نانوتوی نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جو خلافت ملی ہے وہ قرآنی وعدہ خلافت کے مطابق نہیں ملی۔ لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب حضرت نانوتوی کی تحقیق ماننے کے لئے کب تیار ہوتے ہیں۔

(۳) لفظ امام کے استعمال کا جرم تو خود مولوی صاحب موصوف نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ اسی خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۹ء ص ۱۶ پر لکھتے ہیں۔ امام علم وفضل، مشیر شیخین امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ امام وحدت اسلامی امیر المومنین سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ لیجئے۔ اب خود فاروقی صاحب بھی لفظ امام کے استعمال سے فرقہ امامیہ میں شامل ہو گئے۔

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ اسی جنتری کے ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔ فاتح عرب وعجم کاتب وحی محسن اسلام امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ فرمائیے حضرت امیر معاویہؓ جزیرہ عرب کے کس علاقہ کے فاتح ہیں۔ حالانکہ جزیرہ عرب تو خود دور رسالت میں مفتوح ہو گیا تھا۔ اور دور فاروقی میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل سے زیادہ عجمی کفار کا علاقہ فتح کر لیا گیا تھا۔

(ب) حضرت امیر معاویہؓ کو محسن اسلام قرار دینے کا کیا مطلب ہے۔ کیا اسلام پر بھی کسی کا احسان ہے۔ حالانکہ سب پر اسلام کا احسان ہے۔ جہالت کی حالت تو یہ ہے۔ مگر قرآن

کی موعودہ خلافت راشدہ پر رائے زنی کر رہے ہیں۔

ایک اور جہالت وغباوت:

مجھ پر تو توہین صحابہ کا بے بنیاد الزام لگاتے ہیں لیکن خود یہ لکھ رہے ہیں کہ:۔ یقیناً بعض صحابہ سے نامناسب باتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ ان سے اغلاط اور مشاجرات رونما ہوئے۔ ہاں وہ معصوم نہیں مگر وہ محفوظ ضرور ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مسامحتیں اور بعض کوتاہیاں قرآن کی صراحت کے بعد بالکل معاف ہوگئی ہیں۔ ان کے ذمے کوئی گناہ باقی نہیں ہے۔ ان کے مشاجرات میں انہیں نیک نیتی اور غلط فہمی پر محمول کیا جائیگا۔ حضرت ابوبکر سے لے کر حضرت وحشی بن حرب تک کوئی صحابی بددیانت یا خود غرض نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ محفوظ عن الخطا اور نیک نیت۔ صاحب عدالت یعنی حق وانصاف پر قائم تھے"۔ (سیدنا معاویہؓ ص ۲۷)

یہاں فاروقی صاحب نے خود بعض صحابہ سے غلطیوں، کوتاہیوں، مسامحتوں اور جھگڑوں (مراد جنگ جمل وصفین) کا ارتکاب مان لیا ہے۔ اور یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ:۔ ان کے ذمے کوئی گناہ باقی نہیں ہے"۔ معلوم ہوا کہ بعض سے گناہ کا ارتکاب تو ہوا ہے لیکن حق تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ چنانچہ حضرت ماعزؓ کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے۔ اس لئے اب کسی صحابی پر کوئی زبان طعن دراز نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہر ہر صحابی کی موت کامل الایمان ہونے کی حالت میں ہوئی ہے اور سب جنتی ہیں چنانچہ میں نے اپنی کتاب دفاع حضرت معاویہؓ میں لکھا ہے کہ:۔ حضرت مجدد الف ثانی، امام ابن حزمؒ (متوفی ۴۵۶ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔ الصحابة کلھم من اھل الجنة (تمام صحابہ قطعاً جنتی ہیں) (رسالہ رد الروافض ص ۱۴ نیز الفصل فی الملل والنحل ج ۴ ص ۱۴۸) بہرحال جو شخص حضرت امیر معاویہؓ کو صحابی مانتا ہے۔ اس آیت کے تحت یعنی لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اس کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ حضرت معاویہؓ بھی سیدھے جنت میں جائیں گے اور دوزخ کی آگ ان کو چھو بھی نہیں سکتی"۔ (ص ۱۷۸)

(۲) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کا یہ لکھنا کہ:۔ تمام صحابہ محفوظ عن الخطاء ہیں" ان کی کم

فہمی پر مبنی ہے۔ جب وہ خود بعض صحابہ کرام سے غلطیاں، مسامحتیں، کوتاہیاں اور مشاجرات بلکہ گناہ تک کا ہو جانا مان رہے ہیں تو پھر تمام صحابہ محفوظ عن الخطاء کیسے ہو گئے۔ کیا وہ محفوظ عن الخطا کا معنیٰ نہیں سمجھتے۔ اس کا معنیٰ تو یہ ہے کہ وہ خطا کرنے سے محفوظ ہیں ان سے خطا نہیں ہوئی۔ حالانکہ خود بعض صحابہ سے اغلاط (غلطیاں) وغیرہ مان چکے ہیں۔ یہ عقیدہ تو شیعہ امامیہ کا ہے کہ وہ بارہ اماموں کو محفوظ عن الخطاء مانتے ہیں۔ فاروقی صاحب کسی سنی عالم سے معصوم اور محفوظ کا مفہوم سمجھ لیں تو کئی فتنوں سے بچ جائیں گے۔

ایک عجیب بہتان:

جنتری کے زیر بحث مضمون کے ص ۸۵ پر میرے متعلق لکھتے ہیں:۔ موصوف اپنی کتاب دفاع حضرت معاویہؓ ص ۲۷ پر حضرات حکمین (حضرت موسیٰؓ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔ یہ دونو فیصلے آیت استخلاف کے خلاف ہیں بلکہ ان کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے"۔ خارجی فتنہ ص ۲۵۷ پر ضلّا وَضلّ مَن اتبعھما کے تحت لکھتے ہیں:۔ ان ثالثوں کے گمراہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں خطا کی ہے اور ان کی پیروی کرنے والے گمراہ ہونگے سے مراد یہ ہے کہ یہ خطا بہت مفاسد کا موجب بن گئی جن میں سے ایک یہ ہے کہ خلافت مہاجرین اولین میں سے نکل کر دوسرے قریش کی طرف چلی گئی"۔ قاضی صاحب کے مطالعہ کی داد دینی چاہیئے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو معزول کرتے ہوئے خلافت کو دوسرے قریش کی طرف منتقل کر دیا۔ حالانکہ ایسی صلح حضرت حسنؓ کے بعد ہوئی ہے اور حضرت علیؓ اپنی شہادت تک خلافت کے منصب پر فائز رہے) بہر حال حضرات حکمین کے متعلق مذکورہ کلمات سخت توہین پر مبنی ہیں۔ صحابہ کرام سے بشری طور پر بھول چوک تو تسلیم کی جا سکتی ہے لیکن جو شخص بھی انہیں خطا پر اصرار کرنے والا تسلیم کرتا ہے اور دوسروں سے منوانا چاہتا ہے اور مذکورہ توہین آمیز کلمات استعمال کرتا ہے تو اس کی عروق میں بدعت و رفض کے جراثیم سرایت کئے ہوئے ہیں۔

اگر کسی جعلی روایت کو تسلیم کر کے حکمین کے بارے میں ضال اور مُضل کا تبرا کیا جا سکتا ہے تو پھر ایسی ہی ایک اور روایت کی بنا پر نعوذ باللہ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت کو بیعت ضلالت بھی کہا جا سکتا ہے۔قاضی صاحب کی اس انتہا پسندی کی تائید نہ متقدمین کے ہاں ملتی ہے نہ متاخرین کے ہاں۔قاضی صاحب اپنے دعوٰی میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ احترام صحابہ کے متعلق آیات قرآنی کا مقابلہ کرنے پر اُتر آئے۔اب صدارتی آرڈیننس A۔۲۹۸ پر عمل درآمد اور توبہ کے سوا کوئی دروازہ کھلا ہوا نہیں۔عذر گنا بدتر از گناہ۔قاضی صاحب حضرات حکمین پر مجلس پڑھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ۔یہاں نافرمانی، گناہ وغیرہ سے مراد صورتاً نہ کہ حقیقتاً۔قاضی صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ اعلانیہ توبہ کرتے اور رجوع نامہ کو شائع کرتے تا کہ ان کے بھولے بھالے عقیدت مند گمراہانہ عقائد سے محفوظ ہو جاتے قاضی صاحب نے ضلّا و ضلّ من اتبعهما کا وضعی فقرہ حضرات حکمین پر چست کیا حالانکہ وہ خود حقیقتاً اس کا مصداق تھے۔قاضی صاحب آپ صورتاً اور حقیقتاً کے خودساختہ چکر سے نکل کر علمی دنیا میں تشریف لائیں۔الخ (ص ۸۶)

الجواب:(۱) کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل۔مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی [1] کراچی کے نظریات کے جواب میں لکھی گئی ہے جس کی علمائے حق نے تائید کی ہے۔اور علماء کے تبصرے کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی ہوں یا مولوی الطاف الرحمٰن ایبٹ آبادی نے یہاں جو کچھ لکھا ہے وہ صرف ان کے ذاتی غیظ وغضب کا اُبال ہے جس کا حقیقت سے

---

[1] مولانا محمد اسحٰق سندیلویؒ۔محقق عالم تھے، بھارت سے ہجرت کر کے کراچی آئے اور جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں شعبہ دعوت وارشاد کے صدر مقرر ہوئے۔ولادت و وفات کی تواریخ معلوم نہ ہو سکیں۔آپ کے ایک شاگرد جناب یٰسین مظہر صدیقی نے ایک مقالہ بنام ''مولانا محمد اسحاق صدیقی'' لکھا تھا جو سہ ماہی ''فکر و نظر'' علی گڑھ بابت ۲۰۰۰ء شائع ہوا تھا۔لیکن افسوس کہ اس میں بھی مکمل حالات درج نہیں۔تردید شیعیت خاص موضوع تھا۔مگر اعتدال پر نہ رہ سکے۔حضرت قاضی صاحب نے اپنی ضخیم کتاب ''خارجی فتنہ'' کا پہلا حصہ انہی کے خلاف لکھا۔اولاد بالکل نہ تھی۔

کوئی تعلق نہیں۔ خارجی فتنہ حصہ اوّل میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو قرآن کا چوتھا موعودہ خلیفہ راشد ثابت کرنے کے سلسلے میں حکمین یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے فیصلہ پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور حضرات حکمین کے متعلق ضلا و ضل من اتبعھما کے الفاظ میرے نہیں ہیں بلکہ حدیث نبوی کے ہیں اور وہ حدیث بھی امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے نقل فرمائی ہے اور ان الفاظ کی توجیہہ بھی خود حضرت شاہ صاحب نے کردی ہے۔ لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کی فن کاری قابل داد ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا اپنے مضمون میں ذکر تک ہی نہیں کیا۔ بلکہ وہ عبارت میری طرف منسوب کر کے تبرابازی شروع کردی۔ تاکہ ناواقف قارئین یہ سمجھیں کہ میں نے حضرات صحابہ کرام کی کتنی توہین کی ہے کہ مجھ پر صحابہ آرڈیننس بھی نافذ ہوسکتا ہے۔ اب بغیر توبہ خلاصی ناممکن ہے۔

(۲) میں نے بعنوان "حکمین خطا کرینگے" خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۵۶ پر یہ لکھا تھا کہ:۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

:۔باز از واقعہ تحکیم اخبار فرمود۔ فی الخصائص اخرج البھقي عن عليؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان بنی اسرائیل اختلفوا فلم یزل اختلافھم فیما بینھم حتی بعثوا حکمین فضلا و اضلا وان ھذہ الامۃ مختلفۃ فلا یزال اختلافھم بینھم حتی یبعثوا حکمین ضلا و ضل من اتبعھما۔ مراد از ضلّا آنست کہ خطا کردہ اند در اجتھاد خود و مراد ضل من اتبعھما آنست کہ ایں خطا موجب مفاسد کثیرہ گشت الخ (ازالتہ الخفاء فارسی جلد دوم ص ۲۷۶ مطبوعہ سھیل اکیڈمی لاھور)

ترجمہ: پھر رسول اللہ ﷺ نے واقعہ تحکیم کی خبر دی۔ خصائص میں ہے کہ بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں اختلاف پیدا ہوا جو بڑھتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے حکمین (ثالث) مقرر کئے تو انہوں نے غلط فیصلہ کیا اور دوسروں کو بھی غلطی پر ڈالا

اور اس امت میں بھی اختلاف پیدا ہوگا ان کا اختلاف بھی مزید بڑھے گا۔ حتیٰ کہ وہ حکمین مقرر کریں گے جو غلطی کریں گے اور جو ان کی پیروی کریں گے وہ بھی غلط راہ پر چلیں گے۔ ان ثالثوں کے گمراہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں خطا کی ہے اور ان کی پیروی کرنے والے گمراہ ہونگے سے مراد یہ ہے کہ یہ خطا بہت سے مفاسد کا موجب بن گئی جن میں سے ایک یہ ہے کہ خلافت مہاجرین اولین سے نکل کر دوسرے فریق کی طرف چلی گئی اور ایک یہ ہے کہ خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے یہ قول اختیار کیا کہ اللہ کے دین میں تحکیم (کسی کو ثالث مقرر کرنا) صحیح نہیں ہے۔ الخ (ص ۴۵۷)

یہاں خارجی فتنہ حصہ اوّل کی ساری منقولہ عبارت درج کر دی ہے اب کوئی پڑھا لکھا آدمی ازروئے دیانت فیصلہ کرے کہ اس میں بندہ نے صحابہ کرام کے بارے میں کونسے توہین آمیز کلمات لکھے ہیں جن کو بنیاد بنا کر جنتری والے تبرائی لہجہ اختیار کر رہے ہیں۔ رافضی مصنفین بھی اگر فاروقی صاحب کی یہ بہتان تراشیاں دیکھیں تو شرمندہ ہو جائیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث نے جب ضلا و ضل من اتبعهما کا مطلب خود واضح فرما دیا کہ حکمین اس معاملہ میں اجتہادی خطا کرینگے۔ اور خود فاروقی صاحب نے بعض صحابہ کرام کے بارے میں تصریح کر دی ہے کہ:۔ ان سے اغلاط اور مشاجرات رونما ہوئے"۔ اغلاط جمع ہے غلطی کی۔ کیا خطا اور غلطی میں کوئی فرق ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث کی فارسی عبارت کے ترجمہ میں بھی یہ لکھا ہے:۔ جو غلطی کرینگے" یہاں اگر غلطی کا لفظ تبرا ہے تو اغلاط تو مجموعہ تبرا ہے۔ جنتری کے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ:۔ قاضی صاحب نے ضلا و ضل من اتبعهما کا وضعی فقرہ حضرات حکمین پر چست کر دیا۔ الخ۔ امام المحدثین ایک ایک حدیث سے استدلال کر رہے ہیں۔ لیکن جو لوگ راشد اور یار کا معنی بھی نہیں سمجھتے اور نہ وہ معصوم اور محفوظ کی اصطلاح سے واقف ہیں وہ حدیث کے الفاظ کو وضعی (من گھڑت) قرار دے رہے ہیں۔ یہ تو منکرین حدیث کا وطیرہ ہے کہ جو حدیث نبوی پسند نہ آئی اس کو من گھڑت قرار دیتے ہیں۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث کی عبارت نقل کرنے سے پہلے حکمین کی بحث میں بندہ نے یہ لکھا ہے کہ ۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رفع تنازع کے لئے رواداری کر سکتے تھے آپ نے فرمائی چنانچہ حکمین کا تقرر تسلیم کرلیا اور یہ بھی اس لئے کہ آپ فریق ثانی یعنی حضرت معاویہؓ کو حقیقتاً باغی قرار نہیں دیتے تھے (بوجہ ان کے اجتہادی اختلاف کے) لیکن جب حکمین نے آپ کو معزول کر دیا تو چونکہ یہ فیصلہ آیت استخلاف کے خلاف تھا اس لئے آپ اس کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق (جس کام میں خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے) حضرت علیؓ کو معزول کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا بلکہ گناہ تھا۔ سندیلوی صاحب اگر آیت استخلاف پر ایمان رکھیں تو ماننا پڑیگا کہ:۔ حسبِ امر بصورت وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو معزول کرنا یقیناً سخت نافرمانی ہے اور اگر حضرت علی المرتضیٰ حکمین کا فیصلہ منظور فرماتے تو یہ بھی آیت کے تقاضا کے خلاف ہوتا۔ اگر بالفرض حضرت علیؓ معزول ہو جاتے تو آج ہم حضرت علی المرتضیٰ کو اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ چوتھا موعودہ خلیفہ نہیں قرار دے سکتے تھے اس صورت میں روافض کے لئے خلفائے ثلاثہ کے انکار کا راستہ کھل سکتا تھا اور وہ کہہ سکتے تھے کہ جس طرح حضرت علیؓ کو وعدۂ خداوندی کے باوجود معزول کرنا صحیح ہے اسی طرح خلفائے ثلاثہ کا انتخاب بھی باوجود وعدۂ خداوندی کے صحیح نہ تھا اور وہ خلافت راشدہ پر فائز ہونے کے اہل نہ تھے کیا سندیلوی صاحب کے پاس از روئے علم و دیانت اس کا کوئی جواب ہے۔ (۴۵۶)

مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی چونکہ حکمین کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت علیؓ کی معزولی کو جائز قرار دیتے ہیں اس لئے میں نے ان کے جواب میں یہ لکھا تھا، اور چونکہ وہ اپنے ایک مکتوب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آیت استخلاف کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھ چکے ہیں کہ:۔ وعدۂ استخلاف اور حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب اس کے انتساب کا مطلب یہ ہے کہ

موعودلھم جو خلافت قائم کرینگے وہ صحیح ہوگی۔ اس بارے میں ان سے غلطی نہیں ہوسکتی اس لئے کہ حق تعالیٰ اس کی صحت اور حقانیت کے کفیل اور ضامن ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اسے اپنی جانب منسوب کیوں فرماتے۔

(۲) یہ آیت خلافت صدیقی کے لئے نص ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ آں محترم کو خلیفہ منتخب کرنا رضائے الٰہی اور حکم الٰہی کے مطابق تھا۔ الخ (ملاحظہ ہو، خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۴۸)

مولانا سندیلوی چونکہ حضرت علی المرتضٰی کو بھی آیت استخلاف کا مصداق مانتے ہیں اس لئے الزاماً میں نے ان کو منقولہ بالا عبارت میں یہ جواب دیا تھا کہ:۔ اس صورت میں روافض کے لئے خلفائے ثلاثہ کے انکار کا راستہ کھل جائیگا۔ الخ۔

اگر مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب ہے تو پیش کریں۔ ہاں اگر آپ حضرت علی المرتضٰی کو آیت استخلاف کا مصداق نہ قرار دیں تو پھر آپ کے لئے یہ گنجائش نکل سکتی ہے کہ حکمین کی طرف سے حضرت علیؓ کو معزول کرنا صحیح تھا۔ اور اگر آپ یہ مانتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کے بعد حضرت علیؓ المرتضٰی قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد تھے۔ تو پھر ان کو معزول کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے تحت جو بھی خلیفہ ہو اس کی مخالفت اور اس کو منصب خلافت سے معزول کرنے کا فیصلہ کرنا نافرمانی اور گناہ ہی ہوگا۔ لیکن یہ معاملہ چونکہ صحابہ کرام کے مابین ہے اور حکمین نے چونکہ اپنے اپنے اجتہاد کی بناء پر یہ فیصلہ کیا ہے اس لئے اس کو صورتاً نافرمانی ہی کہیں گے نہ کہ حقیقتاً اور حدیث نبوی ضلا و ضل من اتبعھما کو اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اجتہادی خطا پر ہی محمول کیا ہے۔ اور میں نے بھی تو یہی لکھا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ ہوں یا حکمین یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص یا دوسرے صحابہ، ان کے لئے یہ اجتہادی مسئلہ تھا کیوں کہ اس وقت یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق حضرت علی المرتضٰی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ چنانچہ بندہ نے خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۲۲ پر بھی لکھ دیا ہے کہ:۔ یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام آپس میں اس قسم کے

اختلاف کا حق رکھتے تھے لیکن یہ اس بنا پر تھا کہ اس وقت تو قطعی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علیؓ ہی قرآن کے خلیفہ راشد ہیں' علاوہ ازیں حضرت معاویہؓ وغیرہ صحابہ کرام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا کہ:۔ حضرت علیؓ کا موعودہ خلیفہ راشد ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے لیکن دور صحابہ میں یہ نصوص صحابہ کرام کے پیش نظر نہ تھیں کیونکہ آیت وحدیث میں خلفائے اربعہ کے نام نہیں تھے۔ اس وقت صحابہ کرام نے اجتہاد کی بناء پر اپنا اپنا موقف اختیار کرلیا اور وہ اس میں معذور تھے۔ بحیثیت شرف صحابیت ہم حضرت معاویہؓ کے خلوص میں شبہ نہیں کرسکتے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے اجتہادی خطا کا صدور ہوگیا تھا۔ اور اس میں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان کیونکہ اجتہادی خطا پر بھی ازروئے حدیث بخاری ایک گونہ ثواب ملتا ہے تو کار ثواب پر ملامت کیونکر کی جاسکتی ہے۔ الخ۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۳۴)

فرمایئے اگر حضرت معاویہؓ کو اس وقت یقین ہوجاتا تو کیا پھر بھی وہ حضرت علی المرتضٰی کے معزول ہونے کا مطالبہ کرسکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ وہ معذور تھے۔ لیکن اب جب ہمیں یہ یقین حاصل ہے اور حضرت علیؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرنا ہمارے لئے عقیدے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس بنا پر امام غزالیؒ خلفائے اربعہ کو بالترتیب امام حق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ الخ (دفاع معاویہؓ ص ۲۵/۲۶)

مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی یا مولوی الطاف الرحمٰن ایبٹ آبادی۔ اگر عبارت النص اور اقتضاء النص کا فرق سمجھتے ہیں پھر تو ان کے لئے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اگر وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے تو اس قسم کے علمی مباحث میں ان کے لئے دخل اندازی نہ کرنے میں ہی بھلا ہے۔

حضرت علی المرتضٰیؓ نے بھی حکمین کے فیصلہ پر نکیر فرمائی:

(۱) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب خود بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ:۔ دومۃ الجندل (اذرح) کانفرنس کے فیصلے سے حضرت علیؓ کو اختلاف ہوا۔ اور آپ شام پر دوبارہ لشکر کشی کی تیاری کرنے لگے ادھر حضرت معاویہؓ بھی اپنی فوجوں کو ان علاقوں میں بھیجنے لگے جہاں طرفداران عثمانؓ موجود

تھے۔اور سبائیوں کے ہاتھوں اذیتیں اٹھا چکے تھے۔الخ (سیدنا معاویہؓ ص ۶۹)

(۲) فیصلہ تحکیم کے سلسلے میں امام ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے خطبہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔ان هذين الرجلين الذين اخترتموها حكمين قد نبذ احكم القرآن وَرَاء ظهورهما ۔ الخ یعنی ان دو مردوں نے کہ جن کو تم نے حکم منتخب کیا ہے قرآن کے حکم کو پس پشت ڈال دیا ہے۔الخ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۳۳۸)

جہالت در جہالت:

جنتری ۸۹ء ص ۸۲ پر لکھتے ہیں:۔ بقول قاضی صاحب۔ پانچ خلفاء میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔کیا حضرت حسنؓ نے جنگ صفین میں حصہ نہ لیا تو کیا یہ ان کا حضرت معاویہؓ کے ساتھ باہمی قتال نہیں ہے۔ پھر حضرت حسنؓ اس فلسفے کے تحت کیسے خلیفہ راشد ہو گئے۔اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسن نے تو حضرت علیؓ کے دور میں ان سے جنگ کی تھی تو کیا حضرت معاویہؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت علیؓ سے قتال کیا تھا۔حالانکہ حضرت معاویہؓ کا دورِ خلافت حضرت علیؓ کے شہادت کے چھ ماہ بعد شروع ہوتا ہے۔اور حضرت علیؓ کے دور میں حضرت معاویہؓ تو خلیفہ تھے ہی نہیں اس لئے حضرت معاویہؓ کا آیت وحدیث کا مصداق ہونا یا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔لہٰذا قاضی صاحب کے بیان کردہ فلسفہ کے تحت باہمی قتال کے بناء پر حضرت علیؓ خلفائے راشدین سے خارج ہو جاتے ہیں۔(العیاذ باللہ)

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ان پانچ خلفاء میں کبھی کوئی جنگ نہیں ہوئی اور یہ حضرات رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے اور آیت وحدیث کا یہی تقاضا تھا کہ ان میں باہمی جنگ وقتال نہ ہونے پائے۔ یہ تبرے کی قسم ہے کیوں کہ اہل السنّت والجماعت نے صحابہ کے باہمی جنگ وقتال کو مشاجرات صحابہ سے تعبیر کیا ہے اور مشاجرات صحابہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے خلاف نہیں ہیں لیکن قاضی صاحب نے اس کو رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے خلاف قرار دے دیا۔اور سزا کے طور پر حضرت معاویہؓ کو خلفائے راشدین سے خارج کر دیا۔اس فلسفے کے تحت حضرت معاویہؓ اگر

حضرت علیؓ سے جنگ نہ کرتے تو خلیفہ راشد بن سکتے تھے۔ کہاں گیا قاضی صاحب کا آیت استخلاف پر ایمان اور کہاں گئی خلافت موعودہ اربعہ جبکہ قاضی صاحب نے دفاع حضرت معاویہؓ ص ۱۳۱ پر لکھا ہے کہ مشاجرات صحابہ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ کے خلاف نہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے لکھا تھا کہ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ اس قسم کے جنگ کے خلاف نہیں ہے۔ الخ (مکتوبات شیخ الاسلام ج۲ ص ۳۴۶ مکتوب ۱۳۲)

الجواب: (۱) میں نے حدیث ثلثون سنة کے تحت لکھا تھا کہ۔ اس تیس سالہ مدت خلافت میں قرآن کے چار موعودہ خلفائے راشدین کا زمانہ قریباً ساڑھے انتیس برس ہے اور باقی چھ ماہ کی خلافت موعودہ خلافت راشدہ کا تتمہ ہے ان پانچ خلفاء میں کبھی کوئی جنگ نہیں ہوئی اور یہ حضرات رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے اور آیت استخلاف اور حدیث ثلثون سنة کا یہی تقاضا کہ ان میں باہمی جنگ وقتال نہ ہونے پائے لیکن حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہؓ میں چونکہ باہمی جنگ وقتال ہوا ہے جس میں ہزاروں صحابہ کرام اور تابعین شہید ہوئے ہیں اس لئے حضرت امیر معاویہؓ آیت استخلاف اور حدیث ثلثون سنة کا مصداق نہ بن سکے اس میں آپ کی کوئی تنقیص نہیں پائی جاتی کیونکہ قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد سے جنگ کرنے میں حضرت معاویہؓ سے جو غلطی ہوئی ہے وہ اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ کے تحت ایک اجتہادی خطا ہے اور حق کے دائرہ میں ہے۔ الخ (عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت) یہاں میں نے تو لکھا ہے کہ ان پانچ خلفاء میں کوئی جنگ نہیں ہوئی، لیکن اس کے جواب میں مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی یا مولوی الطاف الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ کیا حضرت حسنؓ نے جنگ صفین میں حصہ نہیں لیا تو کیا یہ اُن کا حضرت معاویہؓ کے ساتھ باہمی قتال نہیں ہے"۔ قارئین فرمائیں کہ یہ جواب کتنی کم فہمی پر مبنی ہے، میں نے تو یہ لکھا کہ پہلے پانچ خلفاء کی آپس میں جنگ نہیں ہوئی اور وہ لکھ رہے ہیں کہ حضرت حسنؓ کی حضرت معاویہؓ کے ساتھ جنگ ہوئی ہے۔ یہ بیچارے میری اردو عبارت بھی نہیں سمجھتے اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خود کیا لکھ رہے ہیں۔

(۲) میں نے لکھا ہے کہ یہ حضرات رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے" جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں باہمی کسی قسم کی کوئی جنگ ہی نہیں ہوئی کہ جس کی وجہ سے یہ کہا جا سکے کہ ان میں باہمی عداوت تھی۔ لیکن حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ المرتضٰی کے مابین تو جنگ ہوئی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان میں باہمی عداوت تھی۔ اور شیعہ اسی بناء پر حضرت معاویہؓ کو مطعون کرتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں بندہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی¹ قدس سرہ کا مکتوب پیش کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گو جنگ ہوئی ہے لیکن اس کا منشا باہمی عداوت نہیں حضرت امیر معاویہؓ کی جنگ میں ہمیں بحیثیت ان کے جلیل القدر صحابی ہونے کے تاویل و توجیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن چاروں خلفائے راشدین اور حضرت حسنؓ کے مابین سرے سے کوئی باہمی جنگ ہی نہیں ہوئی اس لئے وہاں کسی اعتراض کی گنجائش ہی نہیں اور نہ کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت ہے۔ اسی لئے حقیقت کے اظہار کے لئے میں نے یہ الفاظ لکھے تھے کہ:۔ یہ حضرات رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا مکمل طور پر مصداق تھے" لیکن وہ مکمل کے لفظ کا مفہوم بھی نہ سمجھ سکے اور اس کو بھی تبرا میں شمار کر دیا۔ ہر ذی عقل و ہوش آدمی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جب کبھی دو

---

¹ مولانا حسین احمد مدنیؒ۔ تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد (یوپی) میں ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ نسبی تعلق حسینی سادات سے ہے۔ والد ماجد کا نام مولانا حبیب اللہؒ تھا۔ ۱۳۱۶ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے۔ اکثر کتب شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے پڑھیں۔ ۱۳۲۷ھ میں تعلیم سے فراغت ہوئی اور اساتذہ کے حکم پر تدریس شروع کی۔ زہد و تقویٰ اور مجاہدانہ کردار میں اپنی مثال آپ تھے۔ سالہا سال مدینہ منورہ میں روضۂ رسولؐ کے سامنے بیٹھ کر حدیث پڑھائی ۱۳۷۷ھ میں انتقال فرمایا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کے قدموں میں تدفین ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فریقوں میں جنگ ہوتی ہے تو لوگ اس کو ان کی باہمی عداوت پر ہی محمول کرتے ہیں اور یہ بات کہ ان میں باہمی کوئی عداوت نہ تھی کون تسلیم کر سکتا ہے" فریقین میں باہمی عداوت نہ ہونے کی وجہ تلاش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اہل السنت والجماعت نے شرف صحابیت کے پیش نظر یہ عقیدہ رکھا ہے کہ فریقین نے باہمی عداوت سے بالا ہو کر حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے قصاص کے سلسلے میں اپنی اپنی اجتہادی رائے قائم کی ہے جس میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا اجتہاد صحیح تھا اور حضرت معاویہؓ سے اپنے اجتہاد میں غلطی ہوگئی۔

(۳) جنتری والوں کا یہ لکھنا کہ:۔ یہ تبرے کی قسم ہے۔ کیونکہ اہل السنت والجماعت نے صحابہ کی باہمی جنگ وقتال کو مشاجرات صحابہ سے تعبیر کیا ہے" بہت تعجب خیز ہے کیونکہ وہ خود بھی "صحابہ کی باہمی جنگ وقتال لکھ رہے ہیں" اگر ان سے کوئی سوال کرے کہ کیا صحابہ کرام کے مابین جنگ ہوئی ہے جس میں فریقین کے ہزاروں افراد شہید ہوئے ہیں تو کیا کہ جواب دیں گے کہ نہیں جی باہمی جنگ وقتال نہیں ہوئی البتہ مشاجرات ہوئے ہیں"۔ برین عقل ودانش بباید گریست۔

(۴) میں نے جو لکھا ہے کہ قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین میں جنگ نہیں ہوئی اور نہ جنگ ہو سکتی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ قرآنی کے مطابق ان کو خلافت راشدہ کا منصب عطا فرمایا تھا۔ اللہ کے ارادہ میں یہی تھا کہ اس ترتیب کے مطابق ان خلفائے اربعہ کو خلافت دی جائے گی۔ تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو حضرات قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ کا مصداق تھے وہ آپس میں جنگ وقتال کرتے رہیں۔ ان میں باہمی جنگ وقتال کی تو نوبت ہی نہیں آسکتی۔ کیونکہ اپنے وقت پر جو خلیفہ بنے گا دوسرے حضرات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی خلافت سے راضی اور مطمئن ہو جائیں گے اور حدیث ثلثون سنة کے تحت حضرت امام حسنؓ کی خلافت خلافت راشدہ کا تتمہ ہے اس لئے حضرت حسنؓ کی اور پہلے چار قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین کی بھی باہمی جنگ نہیں ہو سکتی۔ لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب چونکہ حضرت امیر معاویہؓ کو بھی آیت استخلاف کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی قرآن کے جو خلیفہ راشد حضرت علی

المرتضٰی سے جنگ ہوئی ہے اس لئے وہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق نہیں قرار دیئے جاسکتے اگر اللہ کے ارادے میں قرآنی وعدہ کے مطابق وہ بھی خلیفہ راشد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین بھی جنگ نہ ہونے دیتے۔ تاکہ قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ پر کوئی جرح نہ کر سکے۔ ورنہ قرآن کے موعودہ خلفاء اور غیر موعودہ خلفاء میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔

(۵) جنتری کے مضمون میں یہ لکھنا کہ:۔ حضرت معاویہؓ کا دورِ خلافت حضرت علیؓ کی شہادت کے چھ ماہ بعد شروع ہوتا ہے۔

ان کی تاریخ سے ناواقفیت یا تجاہل عارفانہ پر مبنی ہے کیوں کہ حکمین کے فیصلہ کے بعد حضرت معاویہؓ کی بیعت خلافت شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۴ پر ۳۸ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ:۔

وکان اهل الشام ینتظرون بعد صفین امرالحکمین فلما تفرقا بایع اهل الشام معاویة بالخلافة ولم یزدد اِلّا قوة (جنگ صفین کے بعد اہل شام حکمین کے فیصلہ کا انتظار کر رہے تھے جب وہ دونوں متفرق ہو گئے تو اہل شام نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کی بیعت کر لی اور آپ کی قوت میں اضافہ ہو گیا"۔

(۲) طبقات ابن سعد مترجم جلد ۳ ص ۲۱۵ پر لکھا ہے کہ:۔ عمرو بن العاصؓ نے ابوموسیٰؓ اشعری کو آگے کیا انہوں نے گفتگو کی اور علیؓ کو معزول کر دیا۔ عمروؓ بن العاص نے گفتگو کی۔ انہوں نے معاویہؓ کو برقرار رکھا اور ان سے بیعت کر لی"۔

(۲) تاریخ طبری مترجم حصہ سوم ص ۳۹۹ پر لکھا ہے کہ:۔ فیصلہ کے بعد (حضرت) عمروؓ اور شامی (حضرت) معاویہؓ کے پاس واپس چلے گئے اور ان لوگوں نے (حضرت) معاویہؓ کو خلافت سونپ دی"۔

(۳) مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کی شہادت کا حال امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی خلافت کی بیعت اہل شام سے لی اور اسی روز امیر المومنین کا

خطاب اختیار کیا۔لیکن صحیح یہ ہے کہ (حضرت) معاویہؓ نے بعد فیصلہ حکمین اپنی خلافت کی بیعت لی تھی (تاریخ ابن خلدون مترجم حصہ اوّل ص ۵۵۵)

(۴) مولانا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آباد لکھتے ہیں کہ:۔شامی لوگ (حضرت) عمروؓ بن العاص کے ہمراہ خوشی خوشی دمشق کو جارہے تھے اور انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہنا شروع کر دیا تھا۔دمشق میں پہنچ کر شامیوں نے امیر معاویہؓ کو کامیابی کی خوشخبری سنائی اور ان کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی (تاریخ اسلام حصہ اوّل ص ۵۴۶)

(۵) حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ حضرت معاویہؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔واقعہ تحکیم کے بعد اپنے کو خلافت کے ساتھ نامزد کیا''۔(تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۵ بحوالہ النجم لکھنو ۲/۲۱ رمضان ۱۳۴۹ھ)

بہر حال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حکمین کے فیصلہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے بیعت خلافت شروع کر دی تھی۔یہی وجہ ہے کہ فقہا کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی موجودگی میں حضرت امیر معاویہؓ کے فیصلوں کا کیا حکم ہے۔۳۸ھ سے لے کر حضرت علیؓ کی شہادت (رمضان ۴۰ھ) تک حضرت امیر معاویہؓ اپنی قلمرو میں قریباً تین سال تک خلیفہ رہے۔اگر مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب حضرت علی المرتضیٰ کو واقعی قرآن کا چوتھا موعودہ خلیفہ راشد مانتے ہیں تو ان کے دور خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کو وہ کیسی خلافت مانیں گے آیا ان کی خلافت بھی مثل حضرت علیؓ کے قرآن کی موعودہ خلافت تھی یا وہ اس کے علاوہ غیر موعودہ خلافت تھی۔

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔

صورتاً و حقیقتاً کی بحث:

جنتری کے زیر بحث مضمون ص ۸۶ پر جو لکھا ہے کہ :۔ قاضی صاحب آپ صورتاً اور حقیقتاً کے خودساختہ چکر سے نکل کر علمی دنیا میں تشریف لائیں ۔ الخ ۔ یہ ان کی مزید ڈبل جہالت ہے۔ بھلا جو لوگ راشد اور مرشد کا فرق نہیں سمجھتے اور محفوظ عن الخطاء کا مفہوم بھی ان کو معلوم نہیں وہ صورتاً اور حقیقتاً کی علمی بحث کے کیونکر اہل ہو سکتے ہیں ۔ لیکن بعض ناواقف قارئین کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے یہاں ہم مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب سے پوچھتے ہیں کہ قرآن کے چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ سے حضرت امیر معاویہؓ نے جو جنگ لڑی تھی اور جس میں فریقین کے ہزاروں افراد مقتول ہو گئے تھے کیا اس جنگ کو آپ حقیقتاً جنگ سمجھتے ہیں ۔ یا صورتاً ۔ اگر آپ حقیقتاً جنگ سمجھتے ہیں تو فریقین کے متعلق آپ حسب ذیل آیت قرآنی کی روشنی میں کیا حکم لگائیں گے ۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا ۔ سورۃ النساء آیت ۱۹۳۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیگا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہونگے اور اس کو اپنی رحمت (خاصہ) سے دور کر دیں گے اور اس کے لئے بڑی سزا (دوزخ) کا سامان کریں گے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اگر جنگ صفین کے فریقین کو مومن مانتے ہیں تو جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اس کی سزا از روئے قرآن جہنم ہے۔ فرمایئے آپ ان فریقین کے بارے میں قرآن کا یہ حکم مانتے ہیں یا ایک فریق کے بارے میں اگر دوسری صورت ہے تو فرمائیں کہ فریقین میں سے کونسا فریق آپ کے نزدیک پہلے مومن تھا۔ پھر قرآن کی مذکورہ وعید کا مصداق بن گیا۔ (۲) حضرت علی المرتضیٰؓ کو آپ موعودہ خلیفہ راشد ماننے کے بعد آپ سے جنگ کرنے والوں کو باغی قرار دیتے ہیں یا نہیں اگر باغی قرار نہیں دیتے تو کیوں، حالانکہ قرآن نے مومنین کی باہمی جنگ میں ایک فریق کو باغی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الاخرىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ ۔ (سورۃ الحجرات ع ا۔ آیت ۹) اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو۔ پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے (اور لڑائی بند نہ کرے) تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اگر آپ حضرت امیر معاویہؓ کو باغی قرار دیتے ہیں تو کیا وہ آپ کے نزدیک حقیقتاً باغی ہیں یا صورتاً۔ اگر وہ حقیقتاً باغی ہیں تو ان کا راشد ہونا کیونکر قابل تسلیم ہوگا۔ اگر صورتاً باغی ہیں بوجہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کے تو پھر آپ نے ہمارا موقف مان لیا اور اگر آپ حضرت امیر معاویہؓ کو باغی نہیں مانتے تو پھر حضرت علی المرتضیٰؓ کو باغی ماننا پڑیگا اس صورت میں آپ ان کو قرآن کا چوتھا خلیفہ راشد کس طرح تسلیم کریں گے؟۔

(۳) قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کے متعلق فرمایا وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲۱) اس کا آپ ترجمہ کریں۔ عَصٰی عصیاں سے ہے جس کا معنی نافرمانی، بغاوت، عدول حکمی ہے۔ اور غویٰ غوایت سے ہے جس کا معنی گمراہ ہونا گمراہ کرنا وغیرہ۔ (المعجم الاعظم) آپ حضرت آدمؑ کو حقیقتاً عاصی اور غاوی مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر مانتے ہیں تو حضرت آدمؑ معصوم نہ رہے۔ اور اگر حقیقتاً نہیں مانتے تو یہ نافرمانی اور غوایت صورتاً ہی ہوگی۔ اور یہی تو میں نے توجیہہ پیش کی ہے، پھر اس پر طعنہ زنی کیوں کرتے ہیں۔

(۴) قرآن مجید میں حضور ﷺ کے متعلق فرمایا۔ فَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۔ اس کا آپ ترجمہ بتائیں قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ میں فرمایا کہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین ۔ یہاں ضالین کا لفظ کافروں کے لئے استعمال ہوا ہے تو رحمت للعالمین ﷺ کے متعلق آپ ضالّ کا اطلاق کیوں کر کریں گے۔

(۵) سورۃ تحریم میں فرمایا۔ یا ایها النبی لِمَ تحرِّمُ مَا احلّ اللّٰه لَکَ ۔ اے

میرے نبی اللہ نے آپ پر جو چیز حلال کی ہے آپ اس کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں۔ فرمایئے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے شہد کھانے کو حقیقتاً حرام قرار دیا تھا یا صورتاً۔ اگر پہلی صورت آپ تسلیم کرتے ہیں تو آپ کس زمرہ میں شامل ہوں گے۔ اور اگر آپ صورتاً حرام ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر بھی موقف تو ہمارا ہے جس پر آپ تبرابازی کی مشق کر رہے ہیں۔

(۶) ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے قرآن کے الفاظ۔ ذنب، ضال، عصیاں اور غوایت وغیرہ کو حقیقت پر محمول کر کے انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں ایسی عبارتیں لکھی تھیں جن سے عقیدۂ عصمت انبیاء مجروح ہوتا تھا۔ جس کے ابطال میں شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے کتاب ''مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت'' تصنیف فرمائی پھر اس کے جواب میں مفتی محمد یوسف صاحب مودودی نے ایک کتاب بنام ''مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' شائع کی۔ اس کے جواب میں میری کتاب ''علمی محاسبہ'' شائع ہوئی۔ جس میں مسئلہ عصمت انبیاء اور مسئلہ معیار حق پر مفصل و مدلل بحث کی گئی ہے اور اسی میں حقیقتاً اور صورتاً کا مطلب بھی واضح کیا گیا ہے۔

(۷) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ [1] نے سورۃ الفتح کی آیت

---

[1] مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں شیخ عبدالحق کے ہاں قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ مختلف جگہوں پر علمی مراحل طے کرنے کے بعد ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ بیس سال کی عمر میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی توجہات خصوصی کا محور رہے۔ زمانہ طالب علمی میں سب سے پہلی تصنیف بطور مشغلہ فارسی اشعار پر مشتمل ''زیر و بم'' شائع کی۔ زمانہ طالب علمی میں طلبہ سے اختلاط کی بجائے الگ تھلگ رہتے۔ تصوف و سلوک کو اپنے اصل رنگ میں پیش کرنیکا آپکو امتیاز حاصل ہے۔ چودہ سو سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ مواعظ و ملفوظات پر ہزارہا صفحات چھپ کر امت کی ہدایت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ بیاسی سال تین ماہ گیارہ دن عمر پائی۔ اور ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو قصبہ تھانہ بھون میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہو کر تھانہ بھون کی زمین کو رشک فردوس بنایا۔

لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ کے ترجمہ میں لکھا ہے:۔ تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی (صوری) عطائیں معاف کردے"۔ (تفسیر بیان القرآن) حضرت تھانوی کے نزدیک بھی آنحضرت ﷺ کی خطائیں صورتا ہیں نہ کہ حقیقتاً (۲) میں نے "دفاع حضرت معاویہؓ" ص ۴۸ پر بعنوان:۔ معصیت صورتاً و حقیقتاً" لکھا ہے کہ:۔ عصمت انبیاء کی بحث میں مودودی صاحب کو جواب دیتے ہوئے حضرت مدنی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ اسی طرح عصمت ان (یعنی انبیاء کی) دائمی ہے کسی وقت اُن سے جُدا نہیں ہوتی جن امور کو مودودی صاحب لغزشیں شمار کرتے ہوئے عصمت کا اُٹھ جانا سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے یہ امور معصیت ہی نہیں صرف صورتاً معصیت ہیں۔ جس طرح خطا اور قتل عمد صورتاً ایک ہی جیسے ہیں مگر حقیقت میں دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ الخ۔ (مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۵۴)

(۸) حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی فرماتے ہیں:۔ جو امر بخطا اجتہادی سرزد ہوتا ہے، بصورت معصیت ہوتا ہے نہ خود معصیت۔

فرمایئے۔ جب انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے محققین اہل سنت صورتاً اور حقیقتاً کا فرق واضح کرتے ہوئے ان کی عصمت کو ثابت کرتے ہیں تو اگر صحابہ کرامؓ کیلئے بھی صورتاً اور حقیقتاً کا فرق ظاہر کردیا جائے تو کیا اس کو توہین صحابہ کا جرم تصور کیا جائے گا یا ان کی طرف سے علمی طور پر یہ ایک دفاع کی صورت ہوگی۔ صورت و حقیقت کی بحث تو علمی دائرہ میں ہے لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی جہل و غباوت کی دلدل میں ایسے پھنسے ہیں کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اگر وہ حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ جنگ کو صورتاً جنگ اور بغاوت کا نام دینے سے پریشان ہوتے ہیں تو پھر ان کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ وہ العیاذ باللہ حقیقتاً باغی سمجھ لیں۔ یہ ہیں حضرت معاویہؓ کے نادان حامی جو اپنی جہالت سے روافض کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں۔ واللہ الہادی۔

کیا جناب مروان صحابی ہیں:

میں نے اپنے مضمون ''عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت'' میں یہ لکھا تھا کہ خلفاء صحابہ سات ہیں نہ کہ چھ۔ مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی اپنی خلافت راشدہ جنتری کے ٹائٹل پر صرف چھ خلفاء صحابہ کے نام لکھتے ہیں حالانکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی صحابی اور خلیفہ ہیں''۔ اس کے جواب میں جنتری ۱۹۸۹ء کے زیر بحث مضمون میں لکھتے ہیں کہ:۔ قاضی صاحب بحث چھ یا سات خلفاء سے نہیں ہے بلکہ زیر بحث مسئلہ صرف یہ ہے کہ کیا خلافت راشدہ اربعہ تک محدود ہے۔ قاضی صاحب آپ کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں کہ خلفاء صحابہ سات ہیں بلکہ خلفاء صحابہ کی تعداد آٹھ ہے ان میں سیدنا مروان بھی شامل ہیں وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہم عمر ہیں بلکہ بعض روایات کے مطابق ان سے عمر میں بڑے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ لَہٗ رویة (بدرالساری) یعنی امیر مروان نے نبی علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ وکان مروان قد لحق النبی ﷺ (تاریخ خمیس ج ۳۰ ص ۳۰۷) یعنی امیر مروان نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کی۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں ھو صحابی عنہ طائفۃ کثیرۃ یعنی کثیر جماعت کے نزدیک وہ صحابی ہیں۔ علامہ ظفر احمد عثمانی ''براۃ عثمان'' صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں ان کو رجال بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ میں شمار کیا ہے اور صحابہ میں ان کا شمار قسم ثانی میں یعنی ان صحابہ میں کیا ہے جنہوں نے نبی کریم کو دیکھا ہے۔ مگر سماع ثابت نہیں۔ بہر حال ان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ اگر صرف رویت کو صحابیت کے لئے کافی سمجھا جائے اور یہی جمہور کا قول ہے تو اب لوگوں کے اقوال پر التفات نہ کیا جائے گا جو ان میں کلام کرتے ہیں۔ فان الصحابۃ کلھم عدول۔ بے شک تمام صحابہ عادل یعنی سچے دیندار اور قابل اعتماد ہیں''۔

الجواب:

جناب مروان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے اور صحابی ہونے کے لئے جو حضرات

رویت کو کافی سمجھتے ہیں یہ بھی جمہور کا قول نہیں بلکہ ایک جماعت کا قول ہے۔ چنانچہ (۱) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:۔ واطلق جماعة ان من رایٔ النبی ﷺ فهو صحابی (الاصابة جلد اوّل ص ۸) اور ایک جماعت کے نزدیک وہ مسلمان صحابی ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی نے جن حضرات کو قسم ثانی میں شمار کیا ہے ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ جو بچے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں غالباً ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا جاتا تھا۔ تو جناب مروان بھی چونکہ ۲ھ وغیرہ میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے احتمال ہے کہ ان کو بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا ہوگا (مقدمہ الاصابہ ص ۵) لیکن اس سے یقیناً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جناب مروان کو یہ نعمت نصیب ہوئی ہو۔

(۳) خود حافظ ابن حجر عسقلانی مروان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔ قال البخاری لم یرالنبی ﷺ۔ (تهذیب التهذیب جلد ۱۰ ص ۹۲) امام بخاری فرماتے ہیں کہ مروان نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔"

(۴) امام ذہبیؒ متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:۔ قال البخاری لم یرالنبی ﷺ قُلتُ روی عَنْ بُسرۃ وعن عثمان ۔ وله اعمال مُوبقة نسال الله السلامة رمی طلحة لبهم وَفعل ما فعل (میزان الاعتدال جلد ٤ ص ٤٩) امام بخاری نے کہا کہ مروان نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت بُسرۃ اور حضرت عثمان سے روایت کی ہے اور ان کے اعمال مُہلک ہیں ہم اللہ سے ان کی سلامتی مانگتے ہیں اور انہوں نے کیا جو کچھ کیا"۔ جب امام بخاری فرماتے ہیں کہ مروان کو نبی کریم ﷺ کی رویت نصیب نہیں ہوئی اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کے اعمال مہلک تھے وغیرہ۔ تو اب یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ جناب مروان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں ہے اور ان کا صحابی ہونا متفق علیہ ہے۔

(۵) حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:۔ شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ اکابر تابعین

اور فقہائے تابعین نے جو حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے ان میں مروان بن حکم بھی ہے۔ الخ
(تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۳۴ النجم لکھنؤ ۲۱/۲ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ)

اگر جناب مروان کی صحابیت میں اختلاف نہ ہوتا تو ابن سعد طبقات میں ان کو تابعین میں کیوں شمار کرتے (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد جلد پنجم) اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جناب مروان کی مدت خلافت صرف ۹ ماہ اور چند دن ہے۔

(۵) امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:۔ امام ذہبی کا بیان ہے کہ مروان کو خلیفہ نہ کہا جائے، کیونکہ وہ باغی تھا۔ اور اس نے عبداللہ بن زبیر پر خروج کیا تھا اور اس کی بغاوت ہی کی وجہ سے اس کا ولی عہد مقرر کرنا بھی درست اور جائز نہیں۔ البتہ عبداللہؓ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک (ابن مروان) کی خلافت درست ہو سکتی ہے۔ (تاریخ الخلفاء مترجم ص ۲۴۳) حضرت عبداللہ بن زبیر یقیناً جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کے دور خلافت میں جناب مروان کا خلیفہ بننا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے لئے تو قصاص حضرت عثمانؓ کی وجہ سے ایک معذوری تھی اور حکمین کے فیصلہ کے بعد ان کے لئے کچھ اجتہادی بات ہو سکتی تھی۔ لیکن جناب مروان کے لئے تو حضرت ابن زبیرؓ کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کرنا کسی شرعی عذر پر مبنی نہ تھا۔

(۶) صاحب مشکوٰۃ المصابیح الشیخ ولی الدینؒ مروان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وُلِــد علی عهد رسول الله ﷺ قبل سنة اثنتين من الهجرة وقِيل عَام الخندق وقيل غير ذلك فَلَمْ يَرُ النبی ﷺ لان النبی ﷺ نفاه الی الطائف فَلَم يزل بهَا حتى ولی عثمانؓ فرده الی المدينة فقدمها وابنه معه۔ الخ (اکمال فی اسماء الرجال) رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک جنگ خندق کے سال پیدا ہوئے۔ مگر انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے آپ کے والد حکم کو طائف کی طرف نکال دیا تھا۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بننے تک وہاں ہی رہے پھر حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ میں واپس بلا لیا اور حکم مدینہ میں آئے اور ان کے ساتھ ان کا بیٹا (یعنی مروان) بھی تھا۔"

(۷) حافظ ابن کثیر محدث متوفی ۷۷۴ھ جناب مروانؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔ هُوَ صحابی عند طائفة كثيرة لانه وُلِدَ فی حیاة النبی ﷺ (البدایه والنهایه ج ۸ ص ۲۵۷)۔ کثیر جماعت کے نزدیک وہ صحابی ہیں کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کی حیات میں پیدا ہوئے ہیں''۔ لیکن اس کے بعد حافظ ابن کثیر یہ بھی لکھتے ہیں:۔ وَذکره ابنِ سعد فی الطبقة الاولٰی من التّابعین۔ اور ابن سعد نے ان کا ذکر تابعین کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے۔

(۸) امام ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ مروان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔ولم یره لانه خرج الی الطائف طفلا لَا یشعر وَذٰلك اِنّ رسول اللّٰه ﷺ کان قَد نفا اباه الحکم الیها فلم یَزل بهَا حتٰی عثمانؓ فردّه عثمان فقدم المدینة هو وولدهٗ فی خلافة عثمانؓ۔ (الاستیعاب حَاشیة الاَصابة جلد۳)

اور مروان نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے والد کو طائف کی طرف نکال دیا تھا اور اس وقت مراون چھوٹے بچے تھے جو شعور نہیں رکھتے۔ اور حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے تک وہ طائف میں ہی رہے پھر حضرت عثمان نے ان کے والد حکم کو مدینہ واپس بلا لیا اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں مروان اپنے والد کے ساتھ مدینہ آئے''۔

(۹) حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ قسم ثانی میں جناب مروان کے ترجمہ میں بھی لکھتے ہیں:۔لکن لم اَرَ من جزم بصحبة فکانه لم یکن حینئذٍ ممیزًا ومن بعد الفتح اخرج ابوه الی الطائف وهو معه فلم یثبت له ازید من الرویة۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے یقین کے ساتھ کہا ہو کہ ان کو نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل ہے گویا کہ وہ اس وقت سن تمیز و شعور کو نہیں پہنچے تھے اور فتح مکہ کے بعد ان کے والد کو طائف کی طرف نکال دیا تھا اور وہ (یعنی مروان) اس کے ساتھ تھے۔ اور اس سے زیادہ کوئی بات ثابت نہیں ہوئی کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رویت حاصل ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔وانکر بعضهم ان یکون له روّیة ومنهم البخاری:۔ اور ان میں سے بعض نے ان کی رویت کا بھی انکار کیا ہے جن میں سے ایک امام بخاری ہیں۔ الخ

(۱۰) رئیس المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ [1] متوفی ۱۲۳۹ھ ۱۸۲۴ء لکھتے ہیں:۔ ہاں بخاری میں مروان سے البتہ روایت آئی ہے باوجودیکہ وہ نواصب میں سے تھا۔ بلکہ اس بدبخت گروہ کا سرغنہ اور سربراہ تھا لیکن اس روایت میں بھی امام بخاریؒ نے اپنی روایت کا مدار امام زین العابدینؒ پر رکھا ہے اور ان ہی پر روایت کو ختم کیا ہے۔ اگر امام ہی مروان سے خود روایت کریں تو پھر امام بخاری کو اس سے بچنے اور احتراز کرنے کا کب حق ہے اس کے باوجود امام بخاری نے تنہا مروان سے کسی بھی جگہ روایت نہیں کی بلکہ مسعود بن مخرمہ یا دوسروں کو اس کے ساتھ لائے ہیں اور یہ بات پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر کوئی منافق یا بدعتی نقل حدیث میں اہل حق کے ساتھ موافق ہو تو اس کی روایت لینے میں کوئی قباحت نہیں اور پھر بخاری میں اس کی صرف دو روائتیں ہیں۔ الخ

(تحفہ اثنا عشریہ اردو ص ۱۳۹ ناشر دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر ا)

خلاصہ کلام:

جناب مروان کے متعلق جب امام بخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام ابن عبدالبر، امام سیوطی، امام ذہبی، حافظ ابن حجر مکی، شیخ ولی الدین مولف مشکوٰۃ اور ابن سعد وغیرہ محدثین و مؤرخین یہ وضاحت کر رہے ہیں کہ ان کو آنحضرت ﷺ کی رویت نصیب نہیں ہوئی۔ اور وہ صحابی نہیں

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۱، اکتوبر ۱۷۴۶ء میں ولادت ہوئی۔ تاریخی نام "غلام حلیم" تھا۔ والدگرامی کے صحیح علمی جانشین ثابت ہوئے۔ مسلمانانِ ہند کی بھرپور ترجمانی اور راہنمائی فرمائی۔ بے شمار کتب کے مصنف تھے۔ "تحفہ اثنا عشریہ" نے آج تک اپنی دھاک بٹھا رکھی ہے۔ ۵، جون ۱۸۲۴ء کو انتقال فرمایا۔ بقول بعض کہ کثرت اژدھام کی وجہ سے نماز جنازہ پچپن مرتبہ پڑھی گئی۔ دہلی میں اپنے والدگرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ہیں۔اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تو ان کو نواصب کا سرغنہ قرار دیتے ہیں تو پھر یہ بات کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں ہے اور جب ان کا صحابی ہونا متفق علیہ ہی نہیں تو سات متفق علیہ صحابہ خلفاء کے ساتھ ان کو کیونکر شامل کر سکتے ہیں، اب مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب پر لازم ہے کہ وہ خلافت راشدہ جنتری کے ٹائٹل پر چھ خلفاء صحابہ کے نام کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر کا نام بھی لکھ دیا کریں ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ محمود احمد عباسی کی طرح آپ بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے متعلق دل میں کدورت رکھتے ہیں۔

کیا حضرت معاویہؓ آیت استخلاف کا مصداق ہیں:

جنتری کے زیر بحث مضمون میں لکھتے ہیں کہ:۔قاضی صاحب کے پاس صرف دو دلیلیں ہیں (۱) آیت استخلاف (۲) حدیث الخلافة بعدی ثلثون سنة ، ان دونوں دلائل کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔ جہاں تک آیت استخلاف کا تعلق ہے اس میں بیان کردہ اوصاف سے متصف اصحاب پیغمبر کی خلافت راشدہ اس کا اولین مصداق ہے۔لیکن چونکہ قرآن مجید ھدًی للنّاس ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس عموم کو خصوص میں تبدیل کر کے یہ دعویٰ کیا جائے کہ آیت میں بیان کردہ وعدہ خلافت نبی کریم کے بعد صرف تیس برس کے لئے تھا۔علامہ محمد العربی اپنی کتاب التحاف ذوی النجابة بما فی القرآن والسنة من فضائل الصحابة مطبوعہ قاہرہ ص ۴۰ پر لکھتے ہیں:۔الوعد بالاستخلاف فی الارض فی هذه الآية عام عند المحققين۔ یعنی اس آیت میں استخلاف فی الارض کا وعدہ محققین کے نزدیک عام ہے۔قاضی صاحب زیر تبصرہ کتابچہ ص ۱۲ پر لکھتے ہیں منکم سے ثابت ہوا کہ خلیفہ بنانے کا وعدہ ان مومنین صالحین سے ہے جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے اور اس وقت امیر معاویہؓ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔کیونکہ یہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور یہ سورۃ غزوۂ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا یا چھ ہجری کے نصف آخر میں۔اور ظاہر ہے حضرت امیر معاویہؓ اس کے بعد اسلام لائے۔لہٰذا حضرت امیر معاویہؓ اس آیت استخلاف کا مصداق

نہیں بن سکتے"۔ بقول قاضی صاحب سورۃ النور کا نزول ۶ ھ کے آخر میں یا ۷ ھ اوائل میں ممکن ہے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ سورۃ کی تمام آیات ایک ساتھ ہی نازل ہوئی ہوں۔ بہر حال اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت معاویہؓ کب اسلام لائے اور کیا وہ آیت استخلاف کے مصداق بنتے ہیں یا کہ نہ۔ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی لکھتے ہیں:۔ معاویہ بن ابی سفیان قریشی اموی صلح حدیبیہ کے سال میں اسلام لائے اور ان کے والد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ (ازالۃ الخفاء ج اول ص ۴۲۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی اپنی کتاب "امیر معاویہؓ" ص ۳۸ پر لکھتے ہیں:۔ صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہؓ خاص صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے۔ امیر معاویہؓ کے صلح حدیبیہ کے دن ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسینؓ سے روایت کی فرمایا کہ امام باقر سے عبداللہ بن عباس نے فرمایا اور ان سے امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے احرام سے فارغ ہوتے وقت حضور کے سر مبارک کے بال کاٹے مروہ پہاڑ کے پاس۔ نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے جو بخاری شریف میں بروایت طاؤ عبداللہ بن عباس سے ہے کہ آپ کی یہ حجامت کرنے والے امیر معاویہؓ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرۂ قضا میں واقع ہوئی جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ۷ ھ میں ہوا۔ کیونکہ حجتہ الوداع میں نبی کریم ﷺ نے قرن کیا اور قارن مروہ پر حجامت نہیں کراتے بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں۔

نیز آپ نے حجتہ الوداع میں بال نہیں کٹوائے تھے بلکہ سر منڈایا تھا۔ ابوطلحہ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ امیر معاویہؓ کا آپ کے سر مبارک کے بال تراشا عمرۂ قضا میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ معلوم ہوا کہ امیر معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ ہمارے مؤرخین علماء بالخصوص قاضی صاحب کا اس پر بس نہیں چل رہا ہے کہ امیر معاویہؓ کی پوزیشن کو کس طرح گرایا جائے، کبھی تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے کبھی ایمان کا قبل از فتح اقرار کیا جاتا ہے۔ لیکن کتمان ایمان کا الزام قائم کردیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے عمرہ القضاء

میں مروہ کے مقام پر آپ کے بال تراشے تو اخفاء ایمان کہاں باقی رہ گیا۔ گویا ان کا ایمان سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی مثل بن گیا۔ نہ اگلتے بنتی ہے نہ نگلتے بنتی ہے۔ اسی لئے سمجھدار افراد نے اتنا کہہ کر جان چھڑالی کہ اسلم قبل الفتح اس کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ آیت استخلاف کے مصداق تھے اور آیت مذکورہ کے بیان کردہ اوصاف کے حامل تھے یہ اس صورت میں ہے کہ قاضی صاحب کا یہ دعویٰ تسلیم کیا جائے کہ سورۃ النور غزوۂ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی۔ اور یہ غزوہ ٦ ھ کے نصف آخر میں پیش آیا۔ جبکہ قاضی صاحب کا سورۃ النور کے متعلق یہ دعویٰ بھی محل نظر ہے کہ سورۃ النور ۹ ھ کے شروع میں نازل ہوئی نہ کہ ٦ ھ میں۔ علمائے تفسیر نے مکی اور مدنی سورتوں کی جو ترتیب باعتبار نزول کے دی ہے۔ اس کے مطابق مکی سورتوں کی تعداد ۸۳ ہے اور مدنی سورتوں کی تعداد ۳۱ ہے ان کی ترتیب نزولی میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس ترتیب کے مطابق سورۃ النور کے نزول کا نمبر (مدنی سورتوں میں) ۱۹ ہے جبکہ نمبر ۱۸ پر سورۃ اذا جآءَ نصر اللّٰہ اور نمبر ۲۰ الحج ہے۔ (ماخوذ از نظرات فی القرآن للشیخ محمد الغزالی طبع دوم مصر ص ۲۵۸) علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان میں "بیہقی" کی دلائل نبوت کے حوالے سے حضرت عکرمہ کی تحقیق اور حضرت عبداللہ بن عباس کی یہی تحقیق نقل کی ہے۔
(الاتقان فی علوم القرآن اردو ترجمہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ج ا ص ۱۹/۲۰)

بہرحال اس تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ مدنی سورتوں کے نزول کے اعتبار سے سورۃ النور کا نمبر ۱۹ ہے اور سورۃ اذا جآءَ نصر اللّٰہ نمبر ۱۸ کے بعد اور سورۃ الحج نمبر ۲۰ سے پہلے نازل ہوئی ہوئی تھی اور اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ حج ۹ ھ میں فرض ہوا ہے اور فتح مکہ ۸ ھ میں ہوا۔ اذا جآءَ نصر اللّٰہ کا نزول ہجری متفقہ طور پر فتح مکہ کے بعد ہوا ہے بلکہ بخاری کی ایک روایت سے تو اس پر روشنی پڑتی ہے کہ سورۃ اذا جآءَ نصر اللّٰہ کا نزول ۹ ھ ہی کا ہے۔ (صحیح بخاری تفسیر اذا جآءَ نصر اللّٰہ) اور سورۃ النور تو اذا جآءَ نصر اللّٰہ کے بعد نازل ہوئی ہے لہٰذا اس کا نزول ۹ ھ میں ہی ہوسکتا ہے۔ الخ

الجواب:

زیر بحث مضمون میں کئی مباحث ہیں (۱) حضرت معاویہؓ کب اسلام لائے (۲) کیا حضرت معاویہؓ مہاجرین میں ہیں (۳) سورۃ النور کس سال نازل ہوئی (۴) کیا حضرت معاویہؓ آیت استخلاف کا مصداق ہیں۔ جنتری والوں کا دعویٰ ہے کہ:۔ سورۃ النور کا نزول ۹ ھ ہی میں ہوسکتا ہے'' لیکن ان کا یہ دعویٰ غلط ہے، شیخ محمد الغزالی کی کتاب ''النظرات فی قرآن'' تو ہمارے پاس نہیں ہے اور اتقان میں ترتیب نزول کے متعلق جو بحث لکھی ہے اس میں مختلف اقوال لکھے ہیں جن میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ (۱) ایک ترتیب یہ ہے نمبر (۱) سورۃ البقرہ۔ نمبر ۱۶۔ اذا جآءَ نصر اللّٰہ ۔ نمبر ۱۷ سورۃ الحج۔ اور آخری نمبر ۲۷ میں سورۃ البرآءت یعنی سورۃ التوبہ ہے۔ اس میں سورۃ النور کا نام نہیں ہے جو غالباً سہو کتابت ہے (الاتقان طبع مصر ص ۱۱)

(۲) دوسری ترتیب کتاب فضائل قرآن کے حوالے سے یہ لکھی ہے:۔ نمبر ۱ سورۃ البقرہ نمبر ۷ سورۃ الحج۔ نمبر ۸ سورۃ النور اور نمبر ۲۵ اذا جآءَ نصر اللّٰہ

(۳) اور تیسری ترتیب یہ لکھی ہے:۔ نمبر ۱ سورۃ البقرہ۔ نمبر ۸ سورۃ الحج۔ نمبر ۹ سورۃ النور۔ اور آخری نمبر ۲۵ اذا جآءَ نصر اللّٰہ (ایضاً اتقان ص ۱۱)

(۴) اور چوتھی ترتیب یہ لکھی ہے:۔ نمبر ۱ سورۃ البقرہ۔ نمبر ۸ سورۃ النور۔ نمبر ۹ سورۃ الحج اور نمبر ۷ اذا جآءَ نصر اللّٰہ ۔ لیکن اس ترتیب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔ یہ ترتیب محل نظر ہے۔

پہلی ترتیب میں سورۃ الحج نمبر ۱۷ پر ہے اور اذا جآءَ نصر اللّٰہ نمبر ۱۶ پر ہے اور دوسری ترتیب میں سورۃ الحج نمبر ۷ اور سورۃ النور نمبر ۸ پر ہے اور اذا جآءَ نصر اللّٰہ نمبر ۲۵ پر۔ اور تیسری ترتیب میں سورۃ الحج نمبر ۸ اور سورۃ النور نمبر ۹ پر ہے اور چوتھی ترتیب میں سورۃ النور نمبر ۸ اور سورۃ الحج نمبر ۹ پر ہے۔ لہٰذا جنتری کے مضمون میں یہ لکھنا کہ:۔ ان کی ترتیب نزولی میں بھی کوئی اختلاف نہیں، بالکل غلط ہے۔ علامہ مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:۔ جزوی طور پر بعض سورتوں یا

آیتوں کے بارے میں تو یہ علم ہو جاتا ہے کہ ان کی ترتیب کیا تھی۔ لیکن پورے قرآن کی ترتیب نزول یقین کے ساتھ بیان نہیں کی جاسکتی۔ الخ (علوم القرآن ص ۶۹) اور ان کا یہ لکھنا ہی بالکل غلط ہے کہ:۔ سورۃ النور تو اذا جآء نصر اللہ کے بھی بعد نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اوپر اتقان کے حوالہ سے جو ترتیب لکھی گئی ہے اس میں نمبر ۱۶ اذا جآء نصر اللہ ہے اور نمبر ۱۷ سورۃ الحج۔ اور ایک ترتیب میں سورۃ النور نمبر ۸۔ اور نمبر ۲۵ اذا جآء نصر اللہ ہے۔ اور پھر تیسری ترتیب میں سورۃ النور نمبر ۸ اور اذا جآء نصر اللہ نمبر ۲۵ ہے۔ علاوہ ازیں ان کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں کہ:۔ اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ حج ۹ ھ میں فرض ہوا ہے"۔ کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے اور جمہور کا قول یہ ہے کہ حج ۶ ھ میں فرض ہوا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ ۶ ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ:۔ ہجرت کے چھٹے سال میں بقول جمہور حج اسلام میں فرض ہوا۔ اور عطاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ حج اسلام کی فرضیت نویں سال میں ہے۔ جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا واتموا الحج والعمرۃ للہ (اور تم اللہ کے لئے حج اور عمرے کو پورا کرو) اس آیت کا نزول چھٹے سال میں ہے اور فرماتے ہیں کہ اتمام حج سے مراد اس کے مبادیات کو سرانجام دینا ہے۔ اس کی تائید علقمہ، مسروق اور ابراہیم نخعی جو اجلہ تابعین میں سے ہیں کہ قرأت بلفظ اقیموا کرتی ہے اور طبرانی نے بآسانید صحیحہ اس روایت کو بیان کیا ہے۔ الخ (مدارج النبوہ مترجم جلد ۲ ص ۳۲۲)

(۲) غزوہ خندق ذیقعدہ ۵ ھ میں ہوا ہے۔ اس کے متصل غزوۂ بنی قریظہ ہے۔ امام قسطلانیؒ غزوۂ قریظہ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ:۔ حافظ مغلطائی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سن میں حج فرض کیا گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ ہجرت کے چھٹے سن میں حج فرض کیا گیا۔ اکثر علماء نے اس کو صحیح کہا ہے۔ یہ قول جمہور علماء کا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ہجرت کے سن سات میں حج فرض ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ آٹھ میں حج فرض کیا گیا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کو ترجیح دی ہے"۔ (ترجمہ مواہب اللدنیہ ص ۴۲۶)

ثابت ہوا کہ جمہور کے نزدیک ۶ھ میں حج فرض ہوا ہے اور امام قسطلانیؒ نے تو یہاں ۹ھ میں فرضیت حج کا قول لکھا ہی نہیں لیکن جنتری والے کس دیدہ دلیری سے لکھ رہے ہیں کہ:۔ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے۔ اتنا بڑا جھوٹ۔ العیاذ باللہ۔

سورۃ النور کا نزول:

جنتری میں لکھتے ہیں کہ:۔ بقول قاضی صاحب۔ سورۃ النور کا نزول ۶ھ کے آخر میں یا ۷ھ کے اوائل میں ممکن ہے"۔

الجواب:

میں نے ۷ھ کا تو لکھا ہی نہیں۔ بلکہ میں نے تو یہ لکھا ہے کہ:۔ یہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور یہ سورۃ غزوۂ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی ہے جبکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اِفک پیش آیا تھا۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا تھا یا ۶ھ کے نصف آخر میں۔ الخ

تو کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی کے نزدیک ۶ھ کا نصف آخر ۷ھ میں داخل ہو جاتا ہے۔ سورۃ النور میں چونکہ واقعہ افک کے سلسلہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برأت کے لئے متعدد آیات نازل ہوئی ہیں اور اس سورۃ میں پردے کے احکام بھی ہیں اس لئے علامہ شبلی نعمانی ۵ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ:۔ اس سال کی تاریخ مذہبی میں سب سے اہم واقعات عورتوں کے متعلق متعدد اصلاحی احکام کا نزول ہے۔ (سیرت النبی حصہ اول۔ ص ۴۴۵)

(۳) قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری آیت استخلاف کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔ آیت کا نزول ۵ھ میں ہوا ہے۔ کیونکہ اس سورۃ النور میں واقعہ افک بھی درج ہے جو اتفاق علمائے سیر ۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس وعدہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو ۵ھ سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے۔ اس لئے آمنُوا اور عملُوا ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں اس وعدہ کا

نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کا اسلام یا ولادت نزول آیت ہذا کے بعد ہوئی اور وہ خلافت راشدہ (جس کا تقرر بارگاہ الٰہی سے ہوا ہے) کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا"۔ (رحمتہ للعالمین جلد۳ ص ۲۹۶)

فرمایئے سورۃ النور ۵ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اگر ۶ھ کے نصف آخر میں نازل ہوئی ہے تو بھی بہرحال اس سورۃ کا نزول صلح حدیبیہ سے پہلے کا ہے، اور یہ قول کسی کا بھی نہیں ہے کہ حضرت معاویہؓ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ تو پھر حضرت امیر معاویہؓ آیت استخلاف کا مصداق کس طرح بن سکتے ہیں۔ جس کیلئے مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب وغیرہ خون پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کسی مفسر نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کو آیت استخلاف کا مصداق نہیں قرار دیا۔ اگر کوئی ثبوت ہے تو پیش فرمائیں اور قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری [1] بھی یہی لکھ رہے ہیں اور آیت استخلاف کا مصداق خلفائے اربعہ ہی کو قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ قرآنی پیش گوئیوں کے سلسلہ میں پہلی پیش گوئی کے تحت لکھتے ہیں:۔ پہلی پیش گوئی خلافت راشدہ کے متعلق جس میں خلافت راشدہ کے متعلق علامات بھی واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہیں اور یہ ایک پیشگوئی دراصل چھ پیشگوئیوں کا مجموعہ ہے۔ الخ۔ اسی سلسلے میں لکھتے ہیں۔

:۔ اب مومنین صالحین امت محمدیہ کے ساتھ وعدہ ہوا تو بھی یہی فرمایا۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ یعنی اللہ ان کو خلیفہ بنائیگا۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوگیا کہ خلفائے راشدین کا نام قرآن مجید میں رکھا گیا ہے"۔ اور آخر میں قاضی صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔ لہٰذا مسلمانوں کا یہ مذہب کہ خلافت

....

[1] قاضی سلیمان منصور پوریؒ۔ آپؒ ۱۸۶۷ء کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام "احمد شاہ" اور والدہ کا نام "اللہ جوائی" تھا۔ انتہائی عابدہ وصالحہ خاتون تھیں۔ قرآن مجید اور عربی علوم اپنے والد سے حاصل کیئے۔ مسلکاً اہل حدیث تھے۔ محکمہ تعلیم میں ملازم رہے بعدازاں بطور جج اپنی صلاحیت کے جوہر دکھاتے رہے۔ تصانیف میں سے سیرۃ النبی ﷺ پر کتاب "رحمتہ للعالمین" کو خوب شہرت ملی۔ ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء کو ۵۷ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

راشدہ کے والی ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم چار مقدس ہستیاں ہیں یا بہ شمولیت امام حسنؓ پانچ ہیں بالکل صحیح ثابت ہے۔الخ۔ (رحمتہ للعالمین جلد۳ ص ۲۹۵ ص ۲۹۹)

بقول بعضے حضرت امام حسنؓ کو خلفائے راشدین میں کیوں شامل کیا گیا ہے اس کی بحث بعد میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ مفسرین حضرات نے عموماً آیت استخلاف کا مصداق خلفائے اربعہ (چار یار) ہی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ خارجی فتنہ حصہ اوّل میں امام رازی امام قرطبی اور قاضی ابوبکر بن العربی کی عبارتیں میں نے نقل کردی ہیں اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے آیت استخلاف کی مفصل بحث میں متعدد تفاسیر کی عبارتیں نقل کردی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت استخلاف کا مصداق خلفائے اربعہ ہیں۔

حضرت معاویہؓ کب اسلام لائے:

جنتری میں لکھتے ہیں:۔ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی لکھتے ہیں:۔

معاویہؓ بن ابی سفیان قریشی اموی صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے اور ان کے والد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے"۔ (ازالتہ الخفاء جلد اوّل ص ۴۲۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی (بریلوی) اپنی کتاب "امیر معاویہؓ" ص ۳۸ پر لکھتے ہیں:۔ صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہؓ خاص صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے۔الخ

الجواب:

(۱) صلح حدیبیہ کے دن اسلام لانے کا قول مرجوح ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف نہیں لے جاسکے اور صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ تشریف لے آئے ان حالات میں حضرت معاویہؓ کا مکہ میں اسلام لانے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ان کو اس موقعہ پر ایمان کی دولت نصیب ہوئی بھی ہے تو سورۃ النور اس سے پہلے نازل ہوچکی تھی جس میں نزول آیت کے وقت کے مومنین صالحین کو خلافت دینے کا وعدہ ہے علاوہ ازیں حضرت معاویہؓ ان حالات میں

اسلام کا اظہار کر ہی نہیں سکتے تھے اور اگر کرتے تو ان کے والد ابوسفیان ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اگر حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا ہے تو اس کا اظہار نہیں کیا جیسا کہ بعض محدثین کا قول ہے اور صحیح اور مشہور قول یہی ہے کہ آپ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) عمرۃ القضاء ذی قعدہ ۷ھ میں ہوا ہے۔ اس کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ کے بال تراشے تھے۔ لیکن امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس عمرۃ القضاء میں نہیں بلکہ عمرہ جعرانہ میں بال تراشے ہیں جو فتح مکہ کے بعد ہوا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔ فلا یجوز حمل تقصیر معاویة علی حجة الوداع ولا یصح حمله ایضاً علی عمرة القضاء الواقعة سنة سبع من الهجرة لان معاویة لم یکن یومئذ مسلما انما اسلم یوم الفتح سنة ثمان هذا هوالصحیح المشهور " (نووی شرح مسلم جلد اوّل باب العمرة ص ۴۰۸) :۔ یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ کے بال حجۃ الوداع میں تراشے تھے اور نہ ہی یہ صحیح ہے کہ انہوں نے عمرۃ القضاء میں بال تراشے تھے جو ۷ھ میں ہوا۔ کیونکہ حضرت معاویہؓ اس وقت مسلمان نہ تھے۔ وہ ۸ھ میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور یہی صحیح اور مشہور ہے"۔ گو حافظ ابن حجر مکی نے تطہیر الجنان میں یہ لکھا ہے کہ عمرۃ القضاء ۷ھ میں حضرت معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ کے بال تراشے تھے۔ لیکن اس قول کے مطابق بھی حضرت معاویہؓ آیت استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتے کیونکہ سورۃ النور تقریباً اس سے دو سال پہلے نازل ہو چکی تھی۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حضرت معاویہؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔ اسلم یوم الفتح وقیل قبل ذلك (تهذیب التهذیب جلد ۱۰ ص ۲۰۷) :۔ آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے پہلے اسلام لائے"۔ (ب) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:۔ وحکی الواقدی انه اسلم بعد الحدیبیة و کتم اسلامه حتی اظهره عام

الفتح وانہ کان فی عمرۃ القضاء مسلماً ۔ الخ (الاصابۃ جلد ۳ ص ۴۳۳) :۔اور واقدی نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ حدیبیہ کے بعد اسلام لائے اور اپنا اسلام چھپایا حتیٰ کہ آپ نے فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا اور آپ عمرۃ القضاء ۷ھ میں مسلمان تھے"۔

(۴) امام ابن عبدالبر حضرت معاویہؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔ کان ھو وابوہ واخوہ من مسلمۃ الفتح وقد روی عن معاویۃ انہ قال اسلمت یوم القضیۃ ولقیت النبی ﷺ مسلماً۔ قال ابوعمر معاویۃ وابوہ من المؤلفۃ قلوبھم (الاستیعاب ص ۳۹۵ حاشیۃ الاصابۃ) :۔حضرت معاویہؓ آپ کے والد اور بھائی فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں میں سے ہیں ۔اور حضرت معاویہؓ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں عمرۃ القضاء ۷ھ میں اسلام لایا تھا اور نبی کریم ﷺ کی مسلمان ہونے کی حالت میں زیارت کی تھی ۔اور ابوعمر (امام ابن عبدالبر) فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ اور آپ کے والد (حضرت ابوسفیانؓ) مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں"۔

(۵) نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی [1] (جو اہل حدیث کے پیشوا ہیں) غزوۂ احد کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

وسر گردہ مشرکان دریں غزوہ ابوسفیان پدر معاویہ بود واسلام این ہر دو در فتح مکہ است ۔

(حضرت) معاویہؓ کے والد (حضرت) ابوسفیانؓ تھے ۔اور یہ دونوں فتح مکہ کے دن

---

[1] نواب صدیق حسن خانؒ ۔آپؒ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے ۔والد کا نام "اولاد حسن" تھا جو شیعیت سے تائب ہو کر اہل سنت ہوئے تھے ۔اسی جذبہ سے بیٹے کا نام "صدیق" رکھا ۔اہل حدیث مسلک کے مدار المہام مانے جاتے ہیں، علم کے بڑے رسیا تھے اور اللہ تعالیٰ نے مال و دولت بھی وافر مقدار میں دے رکھا تھا ۔چنانچہ دنیا بھر سے کتب خرید کر اپنی لائبریری کی زینت بناتے ۔یکم رجب ۱۳۰۷ھ کو قبل دوپہر انتقال فرمایا۔

اسلام لائے۔

(۶) مولانا عبدالعزیز صاحب فرہارویؒ [1] (جنہوں نے حضرت معاویہؓ کے دفاع میں کتاب (الناهية عن طعن امير المومنين معاويةؓ لکھی ہے) اپنی مشہور کتاب النبراس شرح شرح العقائد میں حضرت معاویہؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔ اسلم يوم فتح مكة وقال بعضهم اسلم قبله ولكن كتم اسلامه خوفاً من ابيه ۔ (۵۰۳) آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے پہلے اسلام لائے لیکن آپ نے اپنے والد کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔

(۷) حافظ ابن حجر محدث مکیؒ مصنف الصواعق المحرقہ نے بادشاہ ہمایوں کی درخواست پر حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں ایک کتاب تطہیر الجنان تصنیف کی ہے اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے تنویر الایمان کے نام سے اس کا ترجمہ لکھا ہے۔ اس کتاب میں حافظ ابن حجر مکیؒ حضرت معاویہؓ کے اسلام لانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے جو اپنا اسلام چھپایا اور نبی ﷺ کی طرف ہجرت نہیں کی یہی خود بڑا نقص ہے تو میں جواب دونگا کہ یہ ہر حالت میں نقص نہیں ہے اس لئے کہ خود حضرت عباسؓ عم

---

[1] مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ۔ "پرہاڑ" کوٹ اڈو سے چند میل کے فاصلے پر ضلع مظفر گڑھ کا ایک قصبہ ہے یہ مولانا عبدالعزیزؒ کا مولد و مدفن ہے۔ ۱۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور صرف ۳۳ سال کی عمر میں ۱۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے۔ باکمال حنفی عالم تھے۔ وہبی علوم سے مالا مال تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بیک وقت دونوں ہاتھوں سے مختلف علوم پر لکھا کرتے تھے۔ انکی کتاب "نبراس" ہندو پاک کے مدارس میں داخل نصاب ہونے کے ساتھ ساتھ مصر کے جامعۃ الازہر میں بھی پڑھائی جاتی ہے۔ خواجہ حافظ محمد جمال صاحبؒ ملتانی کے شاگرد اور خلیفہ مجاز تھے۔ محض ۳۳ سال کی عمر میں دو سو سے زائد علوم پر کتابیں لکھیں۔ مولانا شمس الحق افغانیؒ فرمایا کرتے تھے "اگر یہ شخص دہلی میں ہوتا تو شاہ ولی اللہ کے پائے کا شخص تھا"۔ (نکات افغانیؒ ص ۲۱۳)

رسول خدا ﷺ نے ایسا کیا تھا۔ بدر میں اسلام لے آئے تھے مگر اپنے اسلام کو فتح مکہ تک پوشیدہ رکھا۔ اگر یہ نقص ہے تو حضرت عباس کے لئے بدرجہ اولیٰ نقص ہونا چاہیے۔ کیونکہ انہوں نے تقریباً چھ سال تک اپنا اسلام چھپایا۔ اور حضرت معاویہؓ نے تو تقریباً ایک ہی سال چھپایا۔ مگر کسی نے اس بات کو حضرت عباسؓ کے لئے نقص نہیں سمجھا۔ کیونکہ وہ معذور تھے اسی طرح حضرت معاویہؓ نے جو چھپایا تو وہ بھی معذور تھے۔ اور ہجرت تو اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی معذور نہ ہو، اور ایک معذوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وجوب ہجرت کا علم نہ ہو، اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ کی والدہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا تھا کہ اگر تم ہجرت کر کے جاؤ گے تو ہم تمہارا نفقہ بند کر دیں گے۔ یہ معذوری تو بالکل ظاہر ہے۔ پس اگر کوئی کہے کہ واقدی کا یہ بیان کہ حضرت معاویہؓ قبل فتح کے اسلام لائے تھے اس حدیث کے مخالف ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایام حج میں عمرہ ہم نے کیا ہے اور اس وقت معاویہؓ کافر تھے تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ جب مان لیا گیا کہ حضرت معاویہؓ نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا تھا تو ممکن ہے کہ حضرت سعد ان لوگوں میں ہوں جو حضرت معاویہؓ کے اسلام سے بے خبر تھے لہٰذا وہ اپنے علم کے موافق اور ظاہر حال کے موافق حضرت معاویہؓ کو اس وقت تک کافر سمجھتے تھے۔ باقی رہا فتح مکہ میں ان کا اسلام لانا اس مین کسی کا اختلاف نہیں اور اس دن بالاتفاق ان کے والدین اور ان کے بھائی یزیدؓ بھی اسلام لائے تھے۔ (ص ۱۱)

جو محققین اہل سنت حضرت معاویہؓ کے دفاع میں مستقل کتابیں لکھنے والے ہیں وہ بھی یہ لکھ رہے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے ایک سال یا کم وبیش اسلام چھپائے رکھا تھا تو پھر جنتری میں یہ لکھنا محض طعنہ زنی ہے کہ:۔ جب امیر معاویہؓ نے عمرۃ القضاء میں مروہ کے مقام پر آپ کے بال تراشے تو اخفاء ایمان کہاں باقی رہ گیا۔ گویا آپ کا ایمان سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی مثل بن گیا الخ۔ حالانکہ امام نووی نے فرمایا ہے کہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد عمرہ جعرانہ میں حضرت معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ کے بال تراشے تھے اور اس کے علاوہ عجیب بات یہ ہے کہ خود مولوی

ضیاء الرحمٰن صاحب لکھ چکے ہیں کہ مشہور مورخ محمد بن سعد طبقات میں رقمطراز ہیں:۔حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے۔میں عمرۃ القضاء سے پہلے ہی اسلام لے آیا تھا مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا، کیونکہ میری والدہ اس کے خلاف تھیں"۔تاہم ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے والد کے ہمراہ اسلام لانے کا اعلان کیا۔الخ (سیدنا معاویہؓ ص ۴۴)

ے ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

کیا حضرت معاویہؓ مہاجرین میں ہیں:

جنتری کے زیر بحث مضمون میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کو مہاجرین صحابہ میں شامل کر کے ان کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق قرار دیا جا سکے، اس کے لئے انہوں نے تلبیس اور غلط بیانی سے کام لیا اور سورۃ النور کا نزول فتح مکہ ۸ھ کے بعد قرار دیا۔اور سورۃ الحج کا نزول ۹ھ میں بتایا۔گذشتہ بحث میں ہم نے ان کی علمی خیانتوں اور جہالتوں کا پردہ چاک کر دیا ہے اسی سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:۔

قاضی صاحب۔یہ بھی جناب کے علم میں ہوگا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی اجازت نہیں رہی تھی۔اب امیر معاویہؓ مدینہ آ کر جو آباد ہوئے وہ کس حیثیت سے آباد ہوئے۔جبکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عباسؓ کے علاوہ کسی کو ہجرت کی اجازت نہ دی تھی ظاہر ہے کہ شیعہ مؤرخین نے انہیں ہجرت سے محروم رکھنے اور مولفۃ القلوب میں داخل کرنے کے لئے مختلف کہانیاں وضع کیں اس لحاظ سے بھی اس پر غور کیجئے کہ کسی محدث، کسی مفسر اور کسی مؤرخ نے انہیں مستضعفین میں شمار نہیں کیا۔پھر یہ دورنگی کیسی ہے۔اہل علم پر واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات قائم فرمایا تھا۔چنانچہ قاضی محمد سلمان صاحب منصور پوری مرحوم نے رحمۃ للعالمین ج ۳ ص ۳۶۲ پر مؤاخات مدینہ کا ایک نقشہ پیش کیا ہے۔اس فہرست میں چوبیسویں نمبر پر حضرت معاویہؓ کا ذکر ہے کہ انصار میں سے ان کے دینی بھائی حُتات بن بشر ہیں۔الخ (ص ۴۷/۷۳)

الجواب:

ان کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی اجازت نہیں رہی تھی۔ اس کا کوئی حوالہ تو پیش کرنا چاہیئے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت واجب نہیں رہی تھی۔ چنانچہ (۱) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری حدیث لا هجرة بعد الفتح کے تحت لکھتے ہیں:۔ لم يبق حكم وجوب الهجرة من مكة لانه صار دارالاسلام و دخل الناس في دين الله افواجاً فسقط فرض الهجرة۔ (بذل المجهود شرح ابی داؤد ج ٤۔ كتاب الجهاد) مکہ سے ہجرت کے وجوب کا حکم باقی نہ رہا۔ کیونکہ مکہ دارالاسلام بن گیا۔ اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئے اور ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:۔ فلا تجب الهجرة من بَلد قد فتحه المسلمون (فتح الباری جلد ٦ كتاب الجهاد ص ١٣٢) جس شہر کو مسلمان فتح کر لیں اس سے ہجرت واجب نہیں ہوتی۔ ابن حجر نے یہاں تین حدیثیں پیش کی ہیں۔ تیسری حدیث حضرت عائشہؓ سے یہ پیش کی ہے:۔ انقطعت الهجرة منذ فتح الله على نبيّه مكة۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ذریعہ مکہ فتح کرایا ہے ہجرت منقطع (ختم) ہو گئی"۔

(۳) حافظ ابن حجر مکی (جو حضرت معاویہؓ کا خصوصیت سے دفاع کرنے والے ہیں) بھی حضرت معاویہؓ کے ہجرت نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ ہجرت تو اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی معذور نہ ہو۔ اور ایک معذوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وجوب ہجرت کا علم نہ ہو۔ اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ کی والدہ نے حضرت معاویہؓ سے کہا تھا کہ اگر تم ہجرت کر کے جاؤ گے تو ہم تمہارا نفقہ بند کر دیں گے۔ یہ معذوری تو بالکل ظاہر ہے۔ الخ (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۱)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ:۔ اگر کہا جائے کی بعض محدثین نے حضرت معاویہؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ رسول خدا ﷺ کیساتھ حنین میں شریک تھے اور

آپ نے اُن کو ہوازن کی غنیمت سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا دیا اور یہ اور ان کے والد دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے کوئی مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ جس نے ان کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے اس نے صرف اس بنا پر ان کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے جیسا کہ حضرت سعد کو گمان تھا۔ الخ (ایضاً ص ۱۱) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض محدثین نے حضرت معاویہؓ کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے۔

(۴) قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کا جو حوالہ رحمۃ للعالمین جلد ثالث سے پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو مہاجرین کی فہرست میں پیش کیا ہے اور سلسلہ مؤاخات میں ان کے بھائی ایک انصاری صحابی حُتات تھے۔ تو یہ بھی ان کیلئے مفید نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں بھی صحابہ کرام کے مابین مؤاخات قائم کیا تھا۔ چنانچہ قاضی صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔ مؤاخات پر عمل مکہ میں بھی ہوا۔ اور مدینہ میں بھی۔ مؤاخات مکہ میں مکی اصحاب کی سلسلہ بندی مقصود تھی۔ نصرت علی الحق اور مواسات مطلوب تھی اور مؤاخات مدینہ میں مکی و مدنی اصحاب میں وحدت اسلامی کا پیدا کرنا مقصود تھا۔ الخ (ایضاً رحمۃ للعالمین ص ۳۶۲) اس کے بعد مؤاخات مکہ کے تحت صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ کا نام لکھا ہے۔ علاوہ ازیں علامہ علی بن برہان الدین حلبیؒ (متوفی ۱۰۴۴ھ) نے مؤاخات مدینہ کے ذکر میں لکھا ہے:۔

وآخى بين جعفر بن ابى طالب وهو غائب بالحبشة وبين معاذ بن جبل ۔ الخ (سيرت حلبيه جلد ۲ ص ۲۹۳) ۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت معاذ بن جبل کے مابین مؤاخات کی حالانکہ ابھی تک وہ حبشہ میں تھے''۔ تو اگر حضرت معاویہؓ کے مدینہ منورہ آنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت حُتات کا بھائی تجویز کر دیا ہو تو اس سے حضرت معاویہؓ کا بالفعل مہاجر ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ امام حلبیؒ نے حضرت معاویہؓ اور حضرت حتات کی مؤاخات پر بھی بحث کی ہے لیکن بخوف طوالت یہاں ہم اس کو نظر انداز کرتے

ہیں۔

(۵) ابن سعد نے طبقات میں ان مہاجرین صحابہ کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ہیں اور ص ۳۳۰ سے لے کر ۵۱۰ تک تقریباً ۱۶۵ صحابہ کے نام لکھے ہیں لیکن ان میں حضرت معاویہؓ کا نام نہیں ہے۔

(۶) مفسرین نے سورۃ الحج کی آیت تمکین کا مصداق صرف خلفائے اربعہ (چار یار) کو ہی قرار دیا ہے۔ اگر حضرت معاویہؓ بھی مہاجرین میں شامل ہوتے تو کوئی مفسر تو آیت تمکین کا مصداق حضرت معاویہؓ کو قرار دیتے، کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب فاروقی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے مفسرین شیعی پروپیگنڈے سے متاثر تھے اور دل میں حضرت معاویہؓ سے کوئی تکدر و عناد رکھتے تھے۔

(۷) حقیقت یہ ہے کہ ہجرت کی کئی قسمیں ہیں۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اس پر مفصل بحث کی ہے چنانچہ مہاجرین اولین کے خصوصی شرف اور ان کی افضلیت کی بحث میں لکھتے ہیں:۔ المختصر یہ بات کہ مہاجرین اولین میں سے ہونا (شریعت) اسلام میں ایک بہت بڑی بزرگی ہے اور خلافت میں اس کی حاجت ہے۔ بہت سے دلائل ثابت ہے۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ کی خلافت کے منعقد ہونے کے بیان میں ان دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ قریشیت اور اولیت ہجرت میں باہم عموم وخصوص مِن وجہٍ کی نسبت ہے۔ صدیق اکبرؓ اور ان کے مثل دوسرے حضرات (خصوصاً باقی تین خلفاء) مادہ اجتماع تھے (یعنی یہ چاروں قریشی بھی تھے اور مہاجرین اولین میں بھی تھے"۔ خادم اہل سنت غفرلہ) لہٰذا انصار کو ان دونوں صفتوں کے ذریعہ سے روک دیا گیا اور حضرت مرتضٰی اور حضرت معاویہؓ کے مناظرہ میں صرف یہی صفت مدار فرق ٹھہری (کیونکہ دوسری صفت قریشیت کی مشترک تھی) اس مقام ہی پر ایک بہت عمدہ بحث ہے (کہ آیا ہجرت تا قیامت باقی ہے کسی زمانہ خاص کیلئے تھی) قول صحیح یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی۔ اور بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا اب یا (فرمایا

کہ) بعد رسول اللہ ﷺ کے ہجرت باقی نہیں رہی اور نیز بخاری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ فتح کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی (ہجرت اس زمانے میں تھی جب) مومن اپنا دین بچا کر اللہ اور رسول کی طرف بھاگتا تھا اس خوف سے کہ کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ مگر اب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ مومن جہاں چاہے اپنے پروردگار کی عبادت کر سکتا ہے، لہٰذا اب ہجرت نہی رہی، مگر جہاد اور نیت نیک کا ثواب باقی رہ گیا ہے (ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت فتح مکہ سے ختم ہوگئی۔ الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول، فصل چہارم۔ احادیث خلافت ۴۱۷/۴۱۶)

اسی سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔ حضرت وائلؓ بن حجر سے حضرت معاویہؓ نے کہا کہ آپ ہماری مدد سے کیوں باز رہے حالانکہ حضرت عثمانؓ نے آپ کو اپنا معتمد اور داماد بنایا تھا۔ (وائلؓ بن حجر کہتے ہیں) میں نے جواب دیا کہ یہ وجہ تھی کہ آپ نے ایسے شخص سے قتال کیا جو آپ سے زیادہ حضرت عثمانؓ کا حقدار تھا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا علیؓ کیونکر مجھ سے زیادہ عثمانؓ کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ میں بہ نسبت ان کے عثمانؓ سے قریب النسب ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ نے علیؓ اور عثمانؓ کے درمیان مواخاۃ کرائی تھی (لہٰذا) علیؓ ان کے بھائی ہوئے اور آپ ان کے چچا کے بیٹے ہیں اور بھائی چچا کے بیٹے سے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ اور ایک وجہ میرے شریک نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کہ کیا ہم لوگ مہاجر نہیں ہیں۔ میں نے جواب دیا اسی وجہ سے تو ہم آپ سے اور ان سے دونو سے الگ رہے۔ الخ (ایضاً ص ۴۱۸) اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:۔ اور ابو یعلیٰ نے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہجرت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو۔ ان دونو مختلف حدیثوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہجرت لغت میں اپنے وطن مالوف سے چلے جانے کو کہتے ہیں۔ مگر فرد کامل ہجرت کا یہ ہے کہ مسلمان بوقت غربت اسلام و غلبۂ کفار آنحضرتؐ

کی طرف ہجرت کرے اس نیت سے کہ آپ کی ملازمت کا شرف حاصل اور کلمہ الٰہی کے بلند کرنے میں آپ کے جھنڈے کے نیچے عمدہ عمدہ کوششیں عمل میں لائے اور غلبہ کفار سے کہ جو ارکان اسلام کے قائم کرنے سے مانع تھا نجات پائے۔ ہجرت کے معنی حقیقی شرعی یہی فرد کامل ہیں جو عرف شرع میں بغیر کسی قرینہ کے (لفظ ہجرت سے) سمجھے جاتے ہیں یہ معنی ہجرت فتح مکہ سے ختم ہو گئے (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ) بعد فتح کے ہجرت باقی نہیں رہی۔ اور دوسرے معنی ہجرت کے یہ ہیں کہ (مسلمان) اپنے وطن سے دینی فضائل حاصل کرنے کے لئے طلب علم کیلئے یا بزرگوں کی زیارت کیلئے یا فتنوں سے محفوظ رہنے کیلئے (کسی مقام پر) چلا جائے۔ ہجرت کی یہ قسم بھی نہایت عمدہ ہے گو باعتبار قسم اول کے کم رتبہ کی ہے۔

(ترجمہ شعر) آسمان عرش سے نیچا ہے۔ مگر خاک کے ٹیلے کے سامنے پھر بھی بلند ہے۔ ہجرت کی یہ قسم ختم نہیں ہوئی (نہ ہوگی) اور اس ہجرت میں اعلیٰ درجہ کی ہجرت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں علم حاصل کرنے کے لئے اور آپ کے اخلاق حسنہ سیکھنے کے لئے اور جہاد کے سامان کے لئے حاضر ہو۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کو ہجرت کے ان دونو معانی میں فرق نہیں معلوم ہو سکا۔ اسی وجہ سے انہوں نے علی الاعلان کہہ دیا کہ ہجرت تا قیامت باقی ہے۔ واللّٰہ اعلم بحقیقتہ الحال۔

(ایضاً ازالتہ الخفاء مترجم ص ۴۱۹) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اس مفصل بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن مہاجرین صحابہ کرام سے خلافت کا قرآن میں وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد وہ مہاجرین اولین ہیں جن کو ہجرت حقیقی شرعی کا شرف حاصل ہوا ہے اور وہ خلفائے اربعہ ہی ہیں۔ خلافت راشدہ کے لئے دو وصف لازم ہیں ایک قریشی ہونا اور دوسرا مہاجرین اولین میں سے ہونا۔ حضرت علی المرتضیٰ میں یہ دونوں وصف پائے جاتے تھے۔ لیکن حضرت معاویہؓ میں قریشیت کا وصف تو تھا لیکن ہجرت حقیقی شرعی سے وہ متصف نہ تھے اس لئے آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق نہ بن سکے۔ اور حضرت معاویہؓ نے جو یہ فرمایا کہ کیا

ہم لوگ مہاجر نہیں ہیں" اس سے مطلب یہ تھا کہ وہ بھی اپنے وطن کو ترک کر کے مدینہ منورہ آ گئے ہیں۔ تو یہ ہجرت دوسرے درجہ کی تھی جو فتح مکہ کے بعد ہوئی۔ نہ کہ ہجرت حقیقی جو فتح مکہ سے پہلے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن سعد نے بھی طبقات میں ان صحابہ کرام میں حضرت معاویہؓ کو شامل نہیں کیا جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور جس طرح دینی اخوت کے لئے مکہ معظمہ میں بھی صحابہ کرام کو منتخب کیا گیا اسی طرح فتح مکہ کے بعد آنے والوں کو بھی اسی مقصد کیلئے بعض انصار کا بھائی بنایا۔ مثلاً حضرت معاویہؓ اور حضرت حُتات کی مواخاۃ۔

(٦) آیت تمکین یعنی اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مکنّا ھم فی الارض میں جن مہاجرین کے لئے حق تعالیٰ نے تمکین واقتدار کا وعدہ فرمایا ہے ان کی یہ وصف پہلے بیان کر دی ہے کہ اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہ (سورۃ الحج ع ٦) یعنی وہ لوگ جن کو اس بناء پر ان کے گھروں سے نکالا گیا تھا کہ انہوں نے رَبُّنَا اللّٰہ کا کلمہ بلند کیا۔ اور حضرت معاویہؓ ان صحابہ میں سے نہیں ہیں اور مولوی ضیاء الرحمٰن خود اپنی کتاب "سیدنا معاویہؓ" میں یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اسلام کا اظہار فتح مکہ پر کیا تھا جیسا کہ پہلے گذرا۔

اسی سلسلہ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ آیت استخلاف کے الفاظ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا کی شرح میں فرماتے ہیں:۔ القصہ خوف کفار مہاجرین اولین کو ہوا۔ حضرت امام ہمام امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو کفار سے کیا اندیشہ تھا۔ حضرت امام ہمامؓ اس زمانہ تک لڑکے تھے۔ امیر معاویہؓ جب تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔" (ہدیۃ الشیعہ طبع جدید ص ٦٨)

خلاصہ بحث:

زیر بحث مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت استخلاف سورۃ النور کی ہے اور سورۃ النور ۵ھ میں یا ٦ھ کے نصف آخر میں نازل ہوئی ہے صلح حدیبیہ سے پہلے۔ لہٰذا اگر حضرت معاویہؓ کا اسلام صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی تسلیم کیا جائے تو بھی حضرت معاویہؓ اس آیت کا مصداق نہیں بن

سکتے۔(۲) حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا فتح مکہ پر اسلام لائے ہیں یا اس سے پہلے۔ بقول امام نوویؒ مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ آپ فتح مکہ پر اسلام لائے ہیں۔(۳) حضرت معاویہؓ مہاجرین اولین میں شامل نہیں۔ فتح مکہ سے پہلے آپ کی ہجرت کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے اسی لئے ابن سعد نے فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ کرام کی فہرست میں انہیں شامل نہیں کیا۔(۴) فتح مکہ کے بعد ان کی مدینہ شریف کی طرف جو ہجرت ہے یہ دوسرے درجہ کی ہجرت ہے اس لئے آپ قرآن کے موعودہ خلفائے مہاجرین میں شمار نہیں ہو سکتے۔ چونکہ حضرت امیر معاویہؓ کا قبل از فتح مکہ اسلام لانا متفق علیہ نہیں ہے اور نہ ہی فتح مکہ سے پہلے آپ کی ہجرت متفق علیہ ہے اس لئے کسی مفسر نے بھی آپ کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق قرار نہیں دیا۔ اب مولوی ضیاء الرحمٰن اور مولوی الطاف الرحمٰن ایبٹ آبادی کا حضرت معاویہؓ کو اپنی من گھڑت تاویلات کی بناء پر قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین میں شامل کرنا تمام مفسرین اہل سنت کی مخالفت اور جمہور اہل سنت کے ایک تحقیقی مسلک کے خلاف انتہائی درجے کی جسارت ہے۔

خلافت راشدہ اور محمود احمد عباسی:

(۱) محمود احمد عباسی لکھتے ہیں: ۔خلافتِ اسلامیہ جیسا بیان ہو چکا ایک ایسی دنیوی حکومت ہوتی ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت پر ہو۔ خلافت کا انحصار خلیفہ یا اس کے کارکنوں پر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ اجتماعی نظام ہے جسے غیر معصوم مسلمان کتاب وسنت کی بنیاد پر قائم کریں اور یہ نظام جب قائم ہوگا اسے خلافت راشدہ ہی کہا جائے گا۔ کیونکہ رشد وہدایت کا منبع اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے نہ کسی شخص یا اشخاص کی ذات"۔(حقیقت خلافت وملوکیت ص ۱۰)

(۲) جس حدیث کے تحت خلفاء کی سنت کا اتباع واجب ہوا وہاں نہ کسی کا نام ہے اور نہ ان کی تعداد۔ علیکم بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخلفاء الراشدين المهديين . تم پر میری سنت کا

اتباع لازم اور ان راست رو ہدایت یافتہ خلفاء کا جو میرے بعد ہوں گے، جن لوگوں نے راشدوں کی تعداد چار مقرر کر دی ہے وہ بے دلیل ہے بلکہ اسے بھی چوتھی صدی ہجری کی اختراع کہنا چاہیے۔ کیونکہ یہ تمام نصوص صریحہ وثابتہ اور تعامل صحابہ کے خلاف ہے راشدون کی نہ کوئی تعداد معین ہے اور نہ اس سلسلے میں زمانہ کی کوئی تحدید ہے بلکہ اس امر کی صراحت ہے کہ یہ سلسلہ صدیوں تک رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو فرمایا ہے اُولٰـئِکَ ھـم الـراشـدون (یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ) لہٰذا جس نظام پر وہ مجتمع ہوئے اور اس سے راضی ہوگئے وہ ہی نظام حق ہے۔ اور اس سے ہٹ کر اور اسے باطل بتا کر جو صورت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی وہ باطل ہوگی۔ (ایضاً ص ۱۱)

(۳) جس حکومت میں یہ شعبہ ہائے زندگی منظم ہوں وہ خلافت راشدہ ومرشدہ ہے۔ خلفاء اور ان کے کارکنوں کی کوتاہیوں اور فروگزاشتیں اس کی حیثیت کم نہیں کرتیں۔ لوگ کسی خلیفہ کی شخصی کمزوریوں کے سبب اس کی خلافت کو کوئی دوسرا نام دینا چاہتے ہیں وہ کج فہم ہیں اور اہل ھویٰ۔ الخ (ایضاً ص ۱۲)

(۴) عباسی صاحب بخاری ومسلم کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں یہ بھی ہے کہ:۔ انـه لا نبی بعدی فیکون خلفاء فیکثرون (لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہونگے"۔ اس حدیث کے تحت عباسی صاحب لکھتے ہیں:۔ گویا خلفاء کی تعداد دو چار کی نہیں ہے جیسا کہ اپنے آپ کو صحابہ کرام سے زیادہ عقل منداور ان سے زیادہ دین کی سمجھ کا زعم رکھنے والے برخود غلط لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ کرتے وقت صرف تیس برس کیلئے وعدہ کیا تھا اور نہ سرور عالم ﷺ نے۔ جیسا کہ وضعی حدیث میں کہا گیا ہے جس کی قلعی ہماری پہلی کتاب میں کھول دی گئی ہے۔ الخ (ایضاً حقیقت خلافت وملوکیت ص ۱۵۷)

(۵) محمود احمد عباسی کی اس کاروائی کا مقصد یہ ہے کہ یزید کی حکومت کو بھی خلافت

راشدہ قرار دیا جائے۔اس لئے لکھتے ہیں:۔وہ خلافت جو اجماع صحابہ اور ان کے بعد کسی عہد کے مسلمانوں کے اجماع سے قائم ہو وہ خلافت راشدہ ہے۔(ایضاً ص ۱۳)

اسی سلسلے میں لکھتے ہیں:۔یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین یزید اول علیہ الرحمتہ والرضوان کے خلاف جب اہل مدینہ نے بغاوت کی تو شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسے خدا اور رسول سے غداری قرار دیا تھا۔

(بخاری کتاب الفتن ج ۴ ص ۲۳۰ طبع مصر)(ایضاً حقیقت خلافت وملوکیت ص ۱۴)

عباسی صاحب کی تلبیسات کا مدلل ومکمل جواب خادم اہل سنت غفرلہ نے اپنی کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید) میں دے دیا ہے۔وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

محمود احمد عباسی صاحب نے آیت استخلاف آیت تمکین اور حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ ان کا خانہ زاد ہے۔جس پر تفصیلی تبصرہ کی اس مضمون میں گنجائش نہیں ہے۔یہاں یہ بتانا ہے کہ خلافت راشدہ جنتری والوں کے اور عباسی صاحب کے خلافت کے بارے میں نظریات کچھ ملتے جلتے ہیں اور انہوں نے غالباً عباسی تصانیف ہی سے استفادہ کیا ہے۔کیونکہ (۱) جنتری والے بھی حدیث ثلثون کو وضعی اور من گھڑت قرار دیتے ہیں (۲) جنتری والے بھی حدیث فیکثرون سے استدلال کرتے ہیں کہ خلفاء زیادہ ہونگے۔چنانچہ لکھتے ہیں:۔اس حدیث میں نبی کریم نے یکثرون کا لفظ استعمال فرما کر یہ واضح کیا کہ آپ کے بعد خلفاء ہونگے وہ دو چار نہیں بلکہ کثرت سے ہونگے۔لہٰذا حدیث سفینہؓ سے روایت اور درایت کے اعتبار سے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے۔الخ (جنتری ص ۸۱) عباسی صاحب بھی آیت أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ پیش کرتے ہیں اور جنتری والے بھی۔(۴) عباسی صاحب بھی آیت استخلاف کو عموم پر محمول کر کے قیامت تک خلفائے راشدین کا سلسلہ مانتے ہیں اور جنتری والے بھی لکھتے ہیں:۔جہاں تک آیت استخلاف کا تعلق ہے اس میں بیان کردہ اوصاف سے متصف اصحاب پیغمبر کی خلافت راشدہ اس کا اولین مصداق ہے۔لیکن چونکہ قرآن مجید ھدی

للناس اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس عموم کو خصوص میں تبدیل کر کے یہ دعویٰ کیا جائے کہ آیت میں بیان کردہ وعدۂ خلافت نبی کریم ﷺ کے بعد صرف تیس سال کیلئے تھا۔ (جنتری ص ۷۲)

الجواب:

(۱) اگر آیت استخلاف کا وعدہ عام ہے تو پھر جنتری میں خلافت راشدہ کو پچاس سالہ دور تک کیوں خاص کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خلافتِ راشدہ جنتری ۱۹۸۶ء ص ۳۱/۳۰ بعنوان :۔ خلافتِ راشدہ کا پچاس سالہ دور'' حضرت امیر معاویہؓ تک نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ۹ سالہ دورِ خلافت کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ وہ بھی اُولٰئِکَ ھم الراشدون میں شامل ہیں۔ پھر خلافت راشدہ جنتری ۱۹۸۶ء میں مشہور حامی یزید شاہ بلیغ الدین صاحب آف کراچی کی حسبِ ذیل تقریظ درج کی گئی ہے کہ:۔ خلافتِ راشدہ کے دور کو حضرت معاویہؓ تک بڑھا کر حقیقی طور پر رافضیت کی رد کی گئی ہے۔ افسوس ہے کہ قرآن کریم نے تو تمام صحابہ کو راشدون کہا اور ہم دنیا کے سب سے بڑے اسلامی حکمران اور صحابی امیر معاویہؓ کو ایک غلط پروپیگنڈہ کے باعث خلافت راشدہ میں شامل نہیں کرتے۔ آپ کی اس جرأت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں (ص ۱۴)

(۲) اگر آیت استخلاف کا وعدہ عام ہے اور چار تک محدود نہیں تو پھر بارہ خلفاء والی حدیث کیوں پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ جنتری ص ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ:۔ حضرت سفینہؓ کی اس روایت کو ایک زبردست جھٹکا اس حدیث سے پہنچا ہے۔ جو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور امام احمد نے حضرت جابر بن سمرہ سے بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ اسلام اس وقت تک غالب رہے گا جب تک بارہ خلفاء نہ گزر جائیں۔ علامہ ابن کثیر اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی میں ۱۲ نیک اور صالح خلفاء کی بشارت مضمر ہے۔ جو حق کو قائم کریں گے اور لوگوں میں عدل و انصاف کرینگے۔ الخ

الجواب:

فرمائیے کیا قیامت تک صرف بارہ خلفاء ہی ہونگے۔ان میں سے پہلے چار خلفائے راشدین کا زمانہ خلافت تقریباً تیس سال،اس کے بعد صرف ۸ خلفائے اسلام سے هُدیً للنّاس کا مقصد کیونکر پورا ہوگا۔۱۲ کے عدد کو عموم کہتے ہیں اور یہ بھی فرمائیے کہ حق چار تین مرتبہ کہہ کر آپ نے خدام کو اثنا عشریہ میں شامل کرلیا تھا۔لیکن اب تو خود بارہ خلفاء کو مان کر صاف صاف امامیہ بن گئے''۔شیعہ امامیہ بھی بارہ خلفاء سے بارہ امام ہی مراد لیتے ہیں۔

(۳) اگر بارہ خلفاء کی حدیث آپ کیلئے حجت ہے تو پھر عُموم کا نظریہ تو غلط ہوجائے گا۔ اور اگر آپ کے نزدیک آیت استخلاف اپنے عموم پر ہے تو پھر ۱۲ خلفاء والی حدیث بھی وضعی ہوگی اور اگر خلفائے راشدین کثرت سے ہونگے تو پھر مہاجرین میں ہونے کی شرط فضول ہوگی۔پھر آپ خواہ مخواہ حضرت معاویہؓ کو تاریخی حقائق کے خلاف مہاجرین صحابہ میں شامل کرنے کی کیوں کوشش کررہے ہیں۔(۴) آپ نے آیت استخلاف سے عموم تسلیم کرکے شیعہ موقف کو سہارا دیدیا ہے۔کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ آیت استخلاف میں مومنین صالحین کو خلافت دینے کا وعدہ ہے اور خلفائے ثلاثہ چونکہ مومنین صالحین میں سے نہیں ہیں اس لئے وہ اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتے۔العیاذ باللہ

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب اقتضاء النص کا مفہوم ہی نہیں سمجھتے اور اقتضاء النص نہ تسلیم کرنے کی وجہ سے ہی اہل تشیع کو خلفائے ثلاثہ کی موعودہ خلافت راشدہ کے انکار کی گنجائش مل جاتی ہے۔اگر خلفائے اربعہ کی خلافت راشدہ کو قرآن کی موعودہ خلافت قرار دیا جائے تو اس کی دلیل اقتضاء النص ہی ہوگی۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں ان مومنین صالحین سے وعدہ فرمایا ہے جو نزول آیت کے وقت ایمان لاچکے تھے پھر ان سے مراد بھی وہ مومنین صالحین ہیں جو مہاجرین اولین میں سے تھے نہ کہ انصار اور غیر مہاجرین صحابہ کرام۔اور اس کا ثبوت سورۃ الحج کی آیت تمکین سے ملتا ہے۔کیونکہ وہاں تمکین فی الارض کا وعدہ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوا

مِن دِیَارِھِم سے ہے۔ یعنی وہ مومنین جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے تھے۔ (اور انہیں کو مہاجرین اولین کہا جاتا ہے۔) آیت استخلاف ہو یا آیت تمکین۔ اس کا تقاضا ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد حق تعالیٰ مہاجرین صحابہ میں سے خلیفہ بنائیں گے اور مہاجرین اولین صحابہ میں سے صرف چار صحابہ کو ہی منصب خلافت عطا ہوا ہے۔ اگر منکم کی تخصیص کو نہ تسلیم کیا جائے اور الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کو قیامت تک عام رکھا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہر زمانہ میں مومنین صالحین کو اللہ تعالیٰ خلافت راشدہ عطا کرے گا۔ اور ہر زمانہ میں مومنین صالحین تو ہوئے ہیں اور ہر صدی پر مجددین بھی آئے ہیں لیکن کیا ان کو حکومت وخلافت ملی ہے۔ انگریزی دور استبداد میں بھی مومنین صالحین کی ایک کثیر تعداد موجود رہی۔ لیکن ان کو خلافت نہ ملی۔ حضرت امیر المجاہدین حضرت سید احمد شہید اور مجاہد جلیل حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کی جماعت مجاہدین بھی دورِ حاضر میں مومنین صالحین کی جماعت تھی لیکن وہ سکھوں کے مقابلے میں شہید ہو گئے اور خلافت راشدہ قائم نہ کر سکے۔ کیا پاک وہند میں علمائے صالحین نہیں ہیں لیکن ان کو تمکین واقتدار حاصل نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر آیت استخلاف کا وعدہ تمام مومنین صالحین سے ہے تو یہ وعدہ کیوں پورا نہیں ہوا۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب شیعوں کے عقیدہ بدا کے قائل ہو گئے ہیں؟ اگر آیت میں وعدہ عام ہے تو منکم کے لفظ کی کیا ضرورت تھی صرف الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہی کافی تھا۔

مناظرہ ٹکیریاں:

شعبان ۱۳۳۹ھ میں بمقام ٹکیریاں ہوشیار پور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اور شیعہ مناظر مولوی احمد علی امرتسری ثم لاہوری آنجہانی کے مابین ایک عظیم الشان مناظرہ ہوا تھا۔ جس میں امام اہل سنت نے حضرات خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ کے ثبوت میں آیت استخلاف سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو لوگ حضرات خلفائے ثلاثہ کو مومن نہیں مانتے وہ بتائیں کہ یہ آیت کیونکر سچی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آیت میں وعدہ صرف مومنین حاضرین سے

ہے ورنہ لفظ منکم بیکار ہو جائے گا۔ یعنی اگر آیت کا وعدہ حاضرین و غائبین سب کو شامل کیا جائے اور قیامت تک مسلمان اس میں داخل کر دیئے جائیں تو لفظ منکم بے فائدہ ہو جائے گا"۔ اس کے جواب میں مرزا احمد علی نے یہی جواب دیا تھا جو جنتری والے دے رہے ہیں اور قرآن سے الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰت کی دوسری آیات پیش کی تھیں جن میں عموم ہے۔ مثلاً وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔ (المائدہ آیت ۹) اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ (المائدہ آیت ۹۵) اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں (ترجمہ حضرت تھانویؒ) تو اس کے جواب میں امام اہل سنت نے فرمایا تھا کہ آیت استخلاف میں حاضرین کی تخصیص کی وجہ میں بتلا چکا کہ لفظ منکم ہے اور کہیں بھی یہ لفظ ہو اور حاضرین کی تخصیص نہ لینے سے یہ لفظ بیکار ہو جاتا ہو تو یقیناً وہاں بھی حاضرین کی تخصیص ہوگی۔ مگر آیات احکام میں ایسا نہیں"۔

اسی سلسلہ میں امام اہل سنت نے شیعہ مناظر کو یہ بھی جواب دیا کہ:۔ آیت استخلاف میں آپ نے یہ بھی کہا کہ پہلے ایمان ثابت کیجئے۔ جناب من۔ آپ میری تقریر پر غور نہیں کرتے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ حضرات اصحاب ثلاثہ کو مومن نہ ماننے سے اس آیت کا کوئی مصداق نہیں رہتا۔ اور معاذ اللہ آیت غلط ہو جاتی ہے، آپ پہلے اس آیت کا کوئی مصداق حاضرین وقت نزول میں بتلا دیجئے اس کے بعد ایسا کہیے تو بجا ہے"۔ (مناظرہ مکیریاں مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۰۔۲۵)

اقتضاء النص کا مفہوم:

امام اہل سنتؒ نے بطور اقتضاء النص آیت استخلاف سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت موعود ثابت کی ہے کیونکہ لفظ منکم سے ثابت ہوا کہ یہ وعدہ خلافت ان مومنین صالحین سے ہے جو نزول

آیت کے وقت موجود تھے نہ کہ بعد میں ایمان لانے والوں کیلئے۔ (اور دوسری آیت تمکین میں الذین مکناھم فی الارض کی پیشگوئی کے مصداق وہ صحابہ کرام ہیں جو الّذین اُخرجو مِنَ دیارِھِم میں شامل ہیں (یعنی جن کو گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے) اور صحابہ کرام میں سے خلفائے ثلاثہ حاضرین مومنین اور مہاجرین اولین دونوں میں شامل ہیں۔ اگر ان کو آیت استخلاف اور آیت تمکین کے تقاضا کے تحت موعودہ خلفائے راشدین نہ تسلیم کیا جائے تو ان دونوں آیتوں میں وعدہ خداوندی صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اقتضاء النص بمنزلہ نا مزدگی ہے۔ خلفائے اربعہ کی خلافت موعودہ کیلئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں صرف یہ معلوم کرنا کافی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ان کو حکومت ملی ہے اور کوئی کٹر سے کٹر مخالف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان اصحاب اربعہ کو بالترتیب حکومت نہیں ملی۔ اور چونکہ وعدہ خداوندی حکومت و خلافت کا مومنین صالحین ہی کیلئے تھا اس لئے ثابت ہوا کہ ارادۂ خداوندی میں یہی تھا کہ ان اصحاب اربعہ کو ہی منصب خلافت عطا کیا جائے گا۔ اس لئے ان چار یار کی خلافت راشدہ موعودہ کا کوئی مومن بالقرآن انکار نہیں کرسکتا۔ برعکس اس کے اگر منکم اور الذین اخرجوا من دیارھم کو نظرانداز کردیا جائے اور اس وعدہ خلافت کو عام رکھا جائے تو سب سے پہلے ان خلفاء کا مومنین صالحین ہونا ثابت کرنا پڑے گا۔ پھر اس کے بعد ان کو خلفائے راشدین تسلیم کیا جائے گا۔ اور خلفائے اربعہ کے بعد تو کسی خلیفہ کے بارے میں یہ ثابت کرنا مشکل ہوجائے گا کہ وہ مومنین صالحین میں سے تھے۔ مخالفین کیلئے بحث کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور خلفاء صحابہ کے بعد تو اہل السنت والجماعت کیلئے تاریخی روایات و واقعات کے پیش نظر یہ فیصلہ کرنا بہت دشوار ہوگا کہ فلاں خلیفہ صالح تھا یا نہیں۔ مثلاً یزید جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک فاسق تھا۔ لیکن عباسی پارٹی تاریخی واقعات کے تحت اس کو صالح اور راشد خلیفہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ان حالات میں قرآن کے قیامت تک کے موعودہ خلفائے راشدین کی کوئی معیاری حیثیت کس طرح منوائی جاسکے گی صاف اور بے غبار عقیدہ تو یہی ہوسکتا ہے کہ مہاجرین اولین میں سے جو چار موعودہ خلفائے راشدین ہوئے ہیں انہیں کی خلافتیں مابعد کے

سلاطین کے لئے معیاری حکومتیں ہیں۔ اور جن بعض حضرات نے آیت استخلاف سے عموم مراد لیا ہے ان کا بھی یہ مطلب نہیں کہ مابعد کی حکومتیں ان چار موعودہ خلفائے راشدین کی طرح موعودہ خلافتیں ہونگی۔ بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں بھی مومنین صالحین کی حکومتیں بن سکتی ہیں چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب[1] بانی دارالعلوم کراچی آیت استخلاف کے تحت ہی لکھتے ہیں:۔

اور ایک حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی اس کی مراد خلافت راشدہ ہے جو بالکل نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر قائم رہی اور حضرت علی المرتضیٰؓ تک چلی کیونکہ تیس سال کی مدت حضرت علی کرم اللہ وجہ کے زمانے تک پوری ہوئی۔ ابن کثیرؒ نے اس جگہ صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ حضرت جابرؓ بن سمرۃ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا کام چلتا رہے گا جب تک بارہ خلیفہ رہیں گے، ابن کثیر نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ حدیث بارہ خلیفہ عادل اس امت میں ہونے کی خبر دے رہی ہے جس کا وقوع ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ سب کے سب مسلسل اور متصل ہی ہوں بلکہ ہوسکتا ہے کہ کچھ وقفوں کے بعد ہوں ان میں سے چار تو یکے بعد دیگرے ہو چکے ہیں جو خلفائے راشدین تھے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز ہوئے۔ ان کے بعد بھی مختلف زمانوں میں ایسے خلیفہ ہوتے رہے اور تا قیامت رہیں گے، آخری خلیفہ حضرت مہدی ہوں گے۔ الخ (تفسیر معارف القرآن جلد ششم)

---

[1] مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔ والد کا نام محمد یٰسین تھا۔ آبائی وطن دیوبند تھا۔ ۱۳۱۴ھ میں یہیں پیدائش ہوئی۔ آپؒ کا نام ''محمد شفیع'' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تجویز فرمایا تھا۔ چھوٹی بڑی ۱۶۲ کتب کے مصنف تھے۔ تاہم آٹھ جلدوں پر مشتمل تفسیر معارف القرآن کو شہرۂ آفاق حیثیت حاصل ہوئی۔ پاکستان میں دارالعلوم کراچی اور مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا محمد رفیع عثمانی آپکی یادگار ہیں۔ ۱۱، شوال ۱۳۹۶ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حدیث ثلثون سنتہ کی بحث:

خلفائے اربعہ کو قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین تسلیم کرنے کے لئے ہمارے پاس اصل دلیلیں تو آیت استخلاف اور آیت تمکین وغیرہ ہیں۔ حدیث ثلاثون سنتہ کو ہم دوسرے نمبر پر پیش کرتے ہیں۔ اور متقدمین و متاخرین نے بھی حدیث ثلثون سنتہ سے استدلال کیا ہے لیکن جنتری والوں کی علمی بیباکی کی یہ حد ہے کہ اس تیس سالہ خلافت والی حدیث کو وہ موضوع قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

حدیث سفینہ روایت اور درایت کے اعتبار سے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے۔ روایت کے اعتبار سے اس حدیث کے غیر صحیح ہونے پر قاضی ابوبکر بن العربی شارح ترمذی نے لکھا ہے:۔

هذا حديث لا يصحّ ۔ یہ حدیث صحیح نہیں۔ الخ (جنتری ۱۹۸۹ء ص ۱۸)

الجواب:

کسی حدیث کو صحیح یا موضوع کہنا یہ محدثین کا کام ہے۔ یہ فن جنتری والوں کا نہیں، غالباً انہوں نے اپنے محاورہ کے تحت یہ سمجھ لیا ہو کہ حدیث اگر صحیح نہیں تو غلط اور بے بنیاد ہی ہوگی۔ حالانکہ یہاں کسی حدیث کا صحیح ہونا یا نہ ہونا علم حدیث کی اصطلاح پر مبنی ہے۔ کیونکہ اصطلاحاً حدیث صحیح کا ایک خاص معنی ہے اور کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ موضوع اور من گھڑت ہے۔ بلکہ ایک حدیث صحیح لذاتہٖ ہوتی ہے اور ایک حدیث صحیح لغیرہ۔ اس کے بعد ایک حدیث حسن لذاتہٖ ہوتی ہے اور ایک حسن لغیرہ۔ اصول حدیث کی کتابوں میں ان اصطلاحات کی تفصیل پائی جاتی ہے پھر بعض محدثین کے نزدیک ایک حدیث اصطلاحاً صحیح ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک وہ اصطلاحاً صحیح نہیں ہوتی۔ اگر قاضی ابوبکر بن العربی نے اس حدیث کو اصطلاحاً صحیح قرار نہیں دیا تو محدث ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت سفینہؓ کی زیر بحث حدیث ثلثون سنتہ کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی محدث لکھتے ہیں:۔ اخرجه

اَصحَاب السنن وصَحَّحه ابن حبّان وغیره ۔ الخ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۸۲)
اصحاب السنن نے اپنی کتابوں میں اس کی تشریح کی ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر مکی ھیتمیؒ بھی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔ اخرج احمد عن سفینة واخرجه ایضاً اصحاب السنن صححه ابن حبا ن وغیره ۔ الخ (الصواعق المحرقة ص ۱۵) اس حدیث کو امام احمد نے سفینہ کی روایت سے درج کیا ہے اور ان کے علاوہ اصحاب السنن (یعنی ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے) بھی اس کی روایت لی ہے۔ اور ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے"۔

(۳) مسلک اہل حدیث کے مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۰ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔ قال المنذری واخرجه الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن ۔ الخ (عون المعبود شرح ابی داؤد جلد ٤ ص ۳٤۳)
منذری نے کہا اور اس حدیث کی ترمذی اور نسائی نے تخریج کی ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے"۔ چنانچہ ترمذی میں ہے۔ هذا حدیث حسن قدرواه غیر واحد عن سعید بن جهمان ولا نعرف الا من حدیث حشرج (ترمذی ابواب الفتن ۔ باب ما جاء فی الخلفاء) حدیث حسن ہے اس کو ایک سے زیادہ راویوں نے سعید بن جہمان سے روایت کیا اور ہم صرف حشرج کی روایت کو جانتے ہیں"۔

جب بعض محدثین اور حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں اور بعض اس کو حسن کہتے ہیں۔ تو پھر اس حدیث کو موضوع کہنے والا غبی ہے یا غوی (۲) حافظ ابن حجر عسقلانی حضرت معاویہؓ کے بارے میں بھی لکھتے ہیں:۔ لم یصح فی فضائل معاویة بشئ (فتح الباری جلد هفتم ص ۸۰) حضرت معاویہؓ کے فضائل کے بارے میں کچھ بھی صحیح نہیں ہے نیز لکھتے ہیں:۔ وقدورو فی فضائل معاویة احادیث لکن لیس فیها ما یصح من طریق الاسنادِ و بذالك حزم

اسحق بن راھویہ و انسائی وغیرھما ۔ اور حضرت معاویہؓ کے فضائل میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سند کے اعتبار سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور امام اسحٰق بن راھویہ اور امام نسائی نے اس پر جزم کیا ہے"۔ اب ہم مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر فضائل معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے تو آپ نے اپنی کتاب "سیدنا معاویہؓ "میں کیوں ایسی احادیث نقل کی ہیں جو صحیح نہیں ۔ کیا ان احادیث کو بھی آپ موضوع اور من گھڑت کہہ دیں گے ۔؟ (۲) جنتری والے اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

سعید بن جمہان راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفینہ سے کہا کہ بنو امیہ تو یہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت ان کے پاس ہے وہ بولے بنو زرقاء جھوٹ بولتے ہیں بلکہ وہ برے بادشاہوں میں سے بادشاہ ہیں ۔ (جامع ترمذی جلد۲ ص۴۵) روایت میں حضرت معاویہؓ کو بھی برے بادشاہوں میں گردانا گیا ہے، کیا قاضی صاحب حضرت معاویہؓ ایسے ہی تھے یہ حضرت سفینہؓ پر اتہام ہے کیونکہ حضرت سفینہؓ کی رائے بنی امیہ کے بارے میں یہی ہوتی جس کا اظہار روایت مذکور میں کیا گیا تو وہ کبھی بھی حضرت معاویہؓ اور یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے ۔ اگر تیس سال والی روایت صحیح تھی تو صحابہ کرام کی اتنی بڑی اکثریت اور کبار تابعین نے اس روایت کو کیوں نظر انداز کیا اور خلیفہ کا ساتھ کیوں نہ دیا بلکہ صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے حضرت علیؓ کی بیعت تک نہیں کی اور مسلمانوں کے خلاف ان جنگوں میں حصہ لینے کے لئے تیار نہ ہوئے حتیٰ کہ حضرت سفینہؓ بھی ان علیحدہ رہنے والوں میں شامل تھے، گویا یہ تمام صحابہ خلافت نبوت کے مقابلہ میں متحد ہو گئے تھے یا یہ کہیئے کہ صحابہ کی اتنی بڑی اکثریت سعید بن جمہان کی اس کہانی سے واقف نہ تھی جس نے صحابہ کے بعد امت میں ایک مسلمہ اصول کی حیثیت اختیار کر لی ۔ ہر دو صورتوں میں یہ روایت جھوٹ قرار پائے گی ۔ لہٰذا حدیث سفینہ راویت اور درایت کے اعتبار سے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے اور اسے کسی صورت میں اس اہم فیصلے کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا ۔ (ص ۸۱، ۷۷)

الجواب:

(۱) حدیث کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت سفینہ نے حضرت معاویہؓ کو برے بادشاہوں میں شمار کیا ہے کج فہمی پر مبنی ہے۔ روایت کے الفاظ میں تو حضرت معاویہؓ کا نام ہی نہیں ہے۔ اور اگر بنی امیہ کے سارے خلفاء اس سے مراد ہیں تو حضرت عثمان ذوالنورینؓ بھی بنی امیہ میں ہیں تو کیا اس روایت کا یہ مطلب لیا جائیگا کہ حضرت سفینہ کے نزدیک حضرت عثمانؓ بھی برحق خلیفہ نہیں (العیاذ باللہ) حقیقت یہ ہے کہ بنی زرقاء سے مراد بنی امیہ کے وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ کی خلافت کے بھی قائل نہ تھے۔ چنانچہ ابوداؤد کے یہ الفاظ ہیں:۔ قَالَ سعید قُلْتَ لَسفینة اِن ھؤلاء، یزعمون ان علیا لم یکن بخلیفة ۔ سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفینہ سے کہا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے" اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:۔ (ان ھؤلاء) ای بنی مروان ۔ یعنی بنی مروان یہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے"۔ اب مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی ہی بتائیں کہ بنی مروان ہوں یا کوئی اور اگر کہیں کہ حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے تو ان کے نزدیک ایسے لوگ جھوٹے ہوں گے یا نہ؟ جنتری والوں نے خواہ مخواہ اس قول کا مصداق حضرت معاویہؓ کو قرار دے کر مشاجرات صحابہ کے ساتھ اس کو وابستہ کر دیا۔ سچ ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج   تا ثریا می رود دیوار کج

(۳) باقی رہا یہ کہنا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی اور حضرت علیؓ تیس سالہ خلافت کا مصداق ہوتے تو صحابہ کرام کی ایک جماعت ان سے اختلاف کیوں کرتی۔ تو یہ بھی ان کی غباوت پر مبنی ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا حضرت علی المرتضٰی سے حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کا اختلاف ان کی خلافت نبوت کے انکار پر مبنی تھا۔ حالانکہ یہ نزاع دم حضرت عثمانؓ کی وجہ سے تھا۔ اور کوئی صحابی بھی ان کے استحقاق خلافت کا منکر نہیں تھا۔ جنتری کے طرز استدلال سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ بھی حضرت علی المرتضٰی کی خلافت نبوت سے مطمئن نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا یہ لکھنا

کہ:۔حضرت سفینہ کی رائے بنی امیہ کے بارے میں یہی ہوتی جس کا اظہار روایت مذکورہ میں کیا گیا ہے تو وہ کبھی بھی حضرت معاویہؓ اور یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے"۔اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت معاویہؓ کی طرح یزید بن معاویہ کو بھی صالح خلیفہ قرار دیتے ہیں۔حالانکہ جن صحابہ نے یزید کی بیعت کی ہے وہ حالات کے تحت اھون البلیتین کے طور پر کی ہے نہ کہ اس کو صالح وخلیفہ راشد قرار دیکر۔اس مسئلہ کی تفصیل میری کتاب خارجی فتنہ حصہ دوم (بحث فسق یزید) میں پائی جاتی ہے۔قارئین وہاں سے ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

(۴) اگر بعض صحابہ کرام کے بیعت نہ کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ حدیث سفینہؓ من گھڑت ہے تو پھر آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق بھی حضرت علی المرتضیٰ کو قرار دینا جنتری والوں کے نزدیک صحیح نہ ہوگا۔کیونکہ وہاں بھی یہی استدلال پیش کیا جاسکتا ہے کہ اگر حضرت علیؓ بھی قرآن کے موعودہ خلفاء میں شامل ہوتے تو صحابہ کرام کی ایک جماعت ان سے اختلاف کیوں کرتی اور مشاجرات صحابہ کی نوبت ہی کیوں آتی، تو اس کا مولوی ضیاء الرحمٰن یا مولوی الطاف الرحمٰن ایبٹ آبادی کے پاس کیا جواب ہوگا۔حدیث سفینہ کو روایتاً ودرایتاً موضوع قرار دینے کے لئے اور بھی مضمون میں کتنی جہالتوں سے کام لیا گیا ہے لیکن بخوف طوالت ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔واللہ الھادی،

حدیث سفینہ حجت ہے اور خلفائے اربعہ کی خلافت راشدہ کے اثبات کیلئے حسب ذیل کتابوں میں حدیث سفینہ کی بطور دلیل پیش کیا گیا۔(۱) تفسیر ابن کثیر جلد ثالث، آیت استخلاف (۲) تفسیر خازن جلد ثالث، آیت استخلاف (۳) تفسیر مظہری جلد ششم، آیت استخلاف (۴) تفسیر قرطبی، جلد ۱۲، آیت استخلاف (۵) تفسیر احکام القرآن جلد ثالث، للقاضی ابی بکر بن العربی، متوفی ۵۴۳ھ، آیت استخلاف (۶) تفسیر مواہب الرحمٰن، آیت استخلاف (۷) تفسیر معارف القرآن، آیت استخلاف، (مولفہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ) (۸) فتح الباری شرح البخاری جلد ۱۳، کتاب الفتن، باب الاستخلاف، حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث ثلثون سنۃ کے متعلق لکھتے

ہیں۔وصححه ابن حبان ۔ (ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے)(ب) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سعید بن جمہان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ابن معین، ابوداؤد اور ابن حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔اور نسائی نے لیس بہ بأس کہا ہے۔ان کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی ہے (تہذیب التہذیب جلد۴) اور امام ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ ابن معین نے سعید بن جمہان کو ثقہ قرار دیا ہے (میزان الاعتدال، جلد۲) (۹) عمدۃ القاری جلد۲۴، للحافظ بدرالدین العینی متوفی ۸۵۵ھ (۱۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للمحدث علی القاری الحنفی (۱۱) اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۲) بذل المجہود شرح ابی داؤد (مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری) (۱۳) عون المعبود شرح ابی داؤد (مولانا شمس الحق صاحب عظیم آباد، متوفی ۱۳۲۰ھ (۱۴) البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیرؒ محدث (۱۵) تاریخ الخلفاء امام سیوطیؒ (۱۶) الصواعق المحرقہ (حافظ ابن حجر مکی) (۱۷) منہاج السنۃ جلد اوّل (علامہ ابنی تیمیہ) متوفی ۷۲۸ھ (۱۸) شرح عقائد نسفی مؤلفہ علامہ تفتازانی (۱۹) شرح مواقف مولفہ علامہ سید شریف (۲۰) النبراس شرح شرح العقائد (علامہ عبدالعزیز صاحب فرہاروی) (۲۱) الناہیۃ عن طعن امیر المومنین معاویہؓ (علامہ فرہارویؒ) (۲۲) شرح مواقف (علامہ سید شریف) (۲۳) امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ کی کتاب العقائد کی شرح طحاویہ مؤلفہ علامہ علی بن علی بن محمد حنفی متوفی ۷۹۲ھ (۲۴) المسایرۃ مؤلفہ امام ابن الہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ (۲۵) مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ (۲۶) ازالۃ الخفاء مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی (۲۷) تحفہ اثنا عشریہ مؤلفہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی۔ فتح الرحمٰن للشاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی (۲۸) منصب امامت مؤلفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید۔ (۲۹) رحمۃ للعالمین مؤلفہ مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری (۳۰) اجوبۂ اربعین مؤلفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۳۱) فتاویٰ مولانا علامہ عبدالحیؒ (۳۲) تحفۂ خلافت (تفسیر آیات خلافت ص۸۳) امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ (۳۳) بغیۃ الرائد فی شرح العقائد مؤلفہ نواب صدیق حسنؒ صاحب (۳۴) خلافت راشدہ مؤلفہ حضرت مولانا محمد

ادریس صاحب کاندھلوی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور"۔ حدیث ثلاثون سنۃ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، ابن حبان مسند ابی یعلی اور مشکوۃ المصابیح وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ محدث ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ترمذیؒ اس کو حسن قرار دیتے ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔ اور آنحضرت ﷺ نے احادیث مستفیضہ میں یہ علم عطا فرمایا ہے کہ خلافت کا زمانہ تیس سال ہے اور سفینہؓ نے اس کی تفسیر خلفائے اربعہ کی خلافت سے کی ہے اور عقل بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مطلق ریاست کی مثال تو تیس سال نہیں ہے تو یہ خلفاء ایسی خلافت سے متصف تھے جو ملک عضوض سے مغائرت رکھتی تھی پس یہ خلافت ممدوح تھی۔ الخ

(ازالۃ الخفاء جلد دوم ص ۴۰۲) ترجمہ حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک تیس سالہ خلافت والی احادیث مستفیض یعنی حدیث مشہور کا درجہ رکھتی ہیں اور حدیث متواتر کے بعد حدیث مشہور کا درجہ ہے علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ خبر واحد کو بھی اگر امت قبول کرلے تو وہ متواتر معنوی کا حکم رکھتی ہے اور وہ حجت قطعیہ بن جاتی ہے۔ اور حدیث سفینہؓ کا بھی یہی حال ہے اور مفسرین، محدثین، متکلمین اور محققین امت نے خلفائے اربعہ کی خلافت راشدہ پر اس سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ یہاں ان ۳۵ کتابوں کا حوالہ درج کیا گیا ہے جو اس وقت موجود تھیں۔ کسی محدث نے بھی اس حدیث کو موضوع نہیں کہا۔ لیکن جنتری والوں کی جاہلانہ جسارت اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ بلا توقف امت کے ایک اجماعی موقف کے خلاف اس حدیث کو موضوع اور من گھڑت قرار دے رہے ہیں۔

ع۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ واللہ الہادی

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ:

میں نے اپنے مضمون:۔ عقیدہ خلافت اور امامت" میں یہ لکھا تھا کہ:۔ لغوی معنی میں تو حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد کہا جا سکتا ہے اسی طرح حضرت حسنؓ کو بھی خلیفہ راشد کہہ سکتے ہیں

لیکن اصطلاحی معنی میں ان کو خلیفہ راشد نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اصطلاحی معنی میں صرف وہ صحابہ خلفائے راشدین ہیں جو قرآن کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہیں اور وہ خلفائے اربعہ ہیں۔ الخ۔ اس کے جواب میں جنتری والے لکھتے ہیں:۔

قارئین کرام۔ کلام الٰہی کے بارے میں قاضی صاحب کی جسارت ملاحظہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تو جملہ صحابہ کرام کو راشد قرار دے رہے ہیں۔ لیکن قاضی صاحب مصر ہیں کہ وہ راشد لغوی معنی میں ہیں۔ قاضی صاحب کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ اس فلسفے سے کس قدر گمراہی پھیلے گی۔ انہی کی تقلید میں اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ قرآن میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوام اور حج کا ذکر بطور لغوی ہوا ہے۔ اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی۔

قاضی صاحب خود بھی اقرار کر رہے ہیں کہ الراشدون اصحاب رسول کے بارے میں ہے اور حضرت معاویہؓ سے رُشد سلب کرنے کے درپے ہیں۔ قاضی صاحب۔ اصحاب رسول سارے کے سارے ہی راشد ہیں۔ یہ خلیفہ ہوں تب بھی راشد۔ یہاں چار کا یا اربعہ کا لفظ تو استعمال نہیں ہوا کہ صرف چار راشد ہیں (ہاں شیعہ عقائد میں اس کی توجیہہ ممکن ہے) اگر خلفائے راشدین کو خلافت نہ ملتی تو کیا وہ معاذ اللہ راشد نہ ہوتے۔ راشد تو وہ از نص قرآن تھے۔ خلافت ان کا منصب ہو گیا اس لئے وہ خلیفہ راشد ہو گئے۔ اگر وہ کسی صوبے کے عامل ہوتے تو وہ عامل راشد ہوتے۔ راشد ہونا تو نص قرآنی کے تحت پوری جماعت صحابہ کی صفت ہے۔ ہر صحابی تو راشد ہے اور جن صحابہ کو خلافت مل جائے تو وہ خلفائے راشدین ہیں ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں ایک اعلان شائع ہوا ہے کہ:۔ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ انوریہ (کویت) کے زیر اہتمام خطاب جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری، تعجب ہے کہ دور حاضر کا یہ سلسلہ بھی راشدہ ہے اور حضرت معاویہؓ کی خلافت غیر راشدہ ہے۔ قاضی صاحب کی چار یار کی اصطلاح بھی توہین صحابہ پر مبنی ہے حالانکہ اصحاب رسول تو ایک لاکھ سے زائد ہیں۔ الخ (جنتری ۱۹۸۹ء ص ۶۸/۶۷)

الجواب:

(۱) جنتری والے لغوی اور اصطلاحی کا فرق کیونکر سمجھ سکتے ہیں جبکہ وہ قرآنی آیت اَلّذی ارتضٰی لھم کا معنی بھی نہیں سمجھتے۔ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ اصطلاحی معنی میں خلیفہ راشد وہ ہیں جو آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق ہوں۔ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب پر لازم تھا کہ وہ حضرت معاویہؓ کو ان آیات کا مصداق ثابت کرتے۔ جنتری میں بیچاروں نے اس کی بھی بڑی کوشش کی ہے لیکن وہ ثابت نہیں کر سکے علاوہ ازیں یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ میں نے حضرت امام حسن کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ اصطلاحی معنی میں خلیفہ راشد نہیں ہیں کیونکہ وہ بھی ان آیات کا مصداق نہیں ہیں۔ لیکن آپ حضرت معاویہؓ کے دفاع میں تو مجھ پر یہ بہتان تراشی کر رہے ہیں کہ:۔

حضرت معاویہؓ سے رشد سلب کرنے کے درپے بھی ہیں'' لیکن اس میں حضرت امام حسنؓ کا ذکر نہیں کرتے۔ یہ دال میں کالا کالا کیا ہے۔ (۲) اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو بھی حضرت معاویہؓ کو اصطلاحی معنی میں خلیفہ راشد نہیں مانتے وہ سب ان سے رشد سلب کرنے کے درپے ہیں'' آپ مفسرین، محدثین، متکلمین اور اکابر علمائے امت میں سے ایسے حضرات کے نام تو پیش کریں جنہوں نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد قرار دیا ہو آپ جنتری پر چھ خلفاء صحابہ کے نام لکھتے ہیں۔ تو چھ محققین اہل سنت کے نام ہی پیش کر دیں۔ لیکن یہ ملحوظ رہے کہ کہیں ان محققین میں محمود احمد عباسی وغیرہ کے نام نہ شامل کر لیں۔ بہر حال اگر آپ کو دو تین نام کہیں سے دستیاب ہو جائیں تو آپ کا فتویٰ یہی ہوگا کہ ان کے علاوہ چودہ سو سال کے مفسرین و محدثین وغیرہ اکابر امت سب حضرت معاویہؓ سے رشد سلب کرنے کے درپے رہے ہیں۔ جن میں تمام اکابر علمائے دیوبند بھی ہیں العیاذ باللہ۔ حق تعالیٰ اس قسم کی غباوت اور بغاوت کے فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

(۳) جنتری میں چھ خلفاء صحابہ کے نام کے ساتھ ساتویں صحابی خلیفہ حضرت عبداللہ

بن زبیر کا نام نہ لکھنے کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔قاضی صاحب۔آپ کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں کہ خلفاء صحابہ سات ہیں بلکہ خلفاء صحابہ کی تعداد آٹھ ہے۔ان میں سیدنا مروان بھی شامل ہیں۔ اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا یہ دعویٰ کہ خلفاء صحابہ سات ہیں غلط ہے۔چونکہ ان دونو حضرات کی خلافت غیر متفقہ اور ایک ہی عہد میں تھی اس لئے انہیں خلفائے راشدین سے الگ لکھا گیا۔اگر آپ کا یہ نظریہ درست تسلیم کرلیں تو خلفائے راشدین میں آٹھ صحابہ کو شامل کرلیا جائے گا۔الخ (جنتری ۲۷/۱۷) یہاں لفظ لکھا کاتب سہو ہے اس کے بجائے الگ رکھا گیا ہونا چاہیے بہرحال جنتری والوں نے خود تسلیم کرلیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت مروان کے نام چھ صحابہ خلفائے راشدین کے ساتھ اس لئے نہیں شامل کئے گئے کہ ان دونو کی خلافتیں غیر متفقہ تھیں اور یہ دونوں ایک ہی عہد میں خلیفہ تھے"۔ہمارا سوال یہ ہے کہ دو صحابی خلیفہ ایک ہی عہد میں ہوں اور دونو کی خلافتوں پر اتفاق نہ ہوا ہو تو کیا وہ اس وجہ سے خلیفہ راشد نہیں رہیں گے اور ان سے صفت رشد سلب ہو جائے گی۔جس بنیاد پر بہتان تراشی کی تھی اب خود ہی جنتری والے اس کی زد میں آگئے۔ ؎ ہے یہ گنبد کی صدا جیسے کہی ویسے سنی۔میں نے تو حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کو آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق نہ ہونے کی وجہ سے خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا تھا۔لیکن انہوں نے حضرت ابن زبیر اور جناب مروان کو خلفائے راشدین میں صرف اس لئے شامل نہیں کیا کہ ان کی خلافتیں متفق علیہ نہیں تھیں ؎ع ۔وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

(۲) دوسری وجہ ان کو خلفائے راشدین میں شامل نہ کرنے کی یہ لکھی ہے کہ دونوں ایک ہی عہد میں خلیفہ تھے۔تو اس بنیاد پر تو حضرت معاویہؓ بلکہ حضرت علی المرتضیٰؓ بھی خلفائے راشدین میں شامل نہیں ہوسکیں گے جبکہ فیصلہ تحکیم کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کی موجودگی میں ہی حضرت معاویہؓ نے بیعت خلافت شروع کردی تھی اور جمہور اہل سنت کا مسلک بھی یہی ہے کہ مملکت اسلامیہ میں بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہوسکتے اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب قرآن کا موعودہ چوتھا خلیفہ راشد مان چکے ہیں اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ

حضرت معاویہؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کے دور خلافت میں خلیفہ راشد نہ تھے۔ تو فرمایئے کہ کیا قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین کی دو قسمیں ہیں (۱) ابتدائے خلافت سے انتہائے خلافت تک خلیفہ راشد۔ (۲) ابتدائے خلافت کے بعد کچھ مدت کے لئے غیر خلیفہ راشد اور اس کے بعد متفق علیہ خلیفہ کی حیثیت سے آخر تک خلیفہ راشد۔ لہٰذا خلافت راشدہ کی قسمیں بیان کرتے ہوئے زیر بحث مضمون ص ۷۶ پر جو یہ لکھا گیا ہے:۔ قطعی خلافت راشدہ غیر موعودہ متفقہ یہ حضرت معاویہؓ کی ہے۔ صحیح نہیں ہے کیونکہ قطعی خلافت راشدہ تو وہ ہے جو ابتداء سے انتہاء تک ہو۔ علاوہ ازیں اس تقسیم خلافت میں جو یہ لکھا ہے کہ:۔ قطعی خلافت راشدہ غیر موعودہ غیر متفقہ یہ حضرت حسن، حضرت ابن زبیر اور حضرت مروان کی ہے۔ یہ تقسیم بھی حضرت قاضی صاحب کے استدلال کو تسلیم کرتے ہوئے بنتی ہے''۔ (ایضاً ص ۷۶) یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں قریباً چھ ماہ بیک وقت خلیفہ رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن زبیرؓ اور جناب مروان بھی بیک وقت خلیفہ رہے ہیں اور جنتری والوں کے استدلال کے تحت بیک وقت دو خلیفہ ہوں تو ان کو خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ باقی رہا میرا استدلال۔ تو اس کی بنیاد پر تو حضرت معاویہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت ابن زبیرؓ تینوں حضرات قرآن کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کا مصداق نہ ہونے کی وجہ سے اصطلاحی خلفائے راشدین میں شامل نہیں ہیں۔ قارئین کرام اگر غور سے جنتری کے مضمون کو پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ مضمون نگار کوئی مخبوط الحواس شخص ہے۔ جو اپنے استدلال اور جواب کو بھی نہیں سمجھتا اور یونہی ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔

(۳) جنتری والوں نے آیت اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ سے جو یہ استدلال کیا تھا۔ کہ حضرت معاویہؓ جب صحابی راشد ہیں تو خلیفہ بننے کے بعد بھی خلیفہ راشد ہی ہوں گے۔ اس استدلال کی بنیاد انہوں نے یہ لکھ کر گرادی کہ چونکہ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت مروان دونوں کی خلافتیں متفق علیہ نہیں ہیں اور دونوں بیک وقت خلیفہ تھے اس لئے ان کو خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد لغوی حیثیت سے خلیفہ راشد اور اصطلاحی حیثیت سے خلیفہ راشد کی

بحث کی ضرورت نہیں رہتی لیکن اس خیال سے کہ شرعی اصطلاحات بعض ناواقف لوگ جنتری کے استدلال سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اہل حق کے مؤقف سے منحرف نہ ہو جائیں۔ مزید کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔

معنی لغوی واصطلاحی کا فرق:

صلوۃ کا لغوی معنی: دعا، مغفرت، رحمت، درود (بیان اللسان) صلوۃ، دعا کرنا، نماز پڑھنا، عبادت کرنا (اور علی کے ساتھ) برکت دینا، بہتری چاہنا، اپنی تعریف کرنا۔ (ج صلوات) نماز، دعا، مغفرت، درود، رحمت (المعجم الاعظم) قرآن مجید میں صلوۃ کا صیغہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطٰی (سورۃ البقرہ آیت ۲۳۸): محافظت کرو سب نمازوں کو اور درمیان والی نماز کی خصوصاً (ترجمہ حضرت تھانویؒ) یہاں صلوات سے مراد شرعی نمازیں ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں لیکن سورت الحج آیت ۴۰ میں صلوات سے مراد یہودیوں کے عبادت خانے ہیں۔ وَلَوْلَا دفع اللّٰه النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِد يُذْكَرُ فِيها اسْمُ اللّٰه كثيرًا.

:۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے منہدم ہو گئے ہوتے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۳) أُولٰئِكَ عَلَيْهِم صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَه (سورۃ البقرہ آیت ۱۵۷) ان لوگوں (یعنی صابرین) پر جدا جدا خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی (اور سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہوگی۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۴) وَيَتَّخِذ مَا يُنفق قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلواتِ الرَّسُوْل (سورۃ التوبہ آیت ۹۹) اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا

کا ذریعہ بناتے ہیں (ترجمہ حضرت تھانویؒ) ان آیات میں صلوات کے جدا جدا معنی ہیں۔ شرعی نمازیں، یہود کے عبادت خانے، رحمتیں اور دعائیں"۔ جنتری والے کیا باقی تینوں آیتوں سے اصطلاحی معنی نماز ہی مراد لینگے۔

(۵) لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِنْھُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ (التوبة آیت ۸۴) اور ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کے (جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیئے اور نہ (دفن کے لئے) ان کی قبر پر کھڑے ہوجیئے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

وَصَلِّ عَلٰی اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ (التوبة آیت ۱۰۳) اوران کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان (قلب) ہے۔ (ترجمہ تھانویؒ)

(۶) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی للنبی . یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسلِیْمًا . (سورة الاحزاب آیت ۵۶) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اے ایمان والو۔ تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو۔ اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)۔ تحقیق اللہ اور فرشتے اس کے درود بھیجتے ہیں اوپر نبی کے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ درود بھیجو اوپر اس کے اور سلام بھیجو سلام بھیجنا"۔ (ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ)

(۷) ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّی عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ . (الاحزاب آیت ۴۳) . وہ ایسا رحیم ہے کہ وہ (خود بھی) اور اُس کے فرشتے بھی تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) ان آیات میں لفظ صلٰوۃ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ لیکن اس کے معنی جدا جدا ہیں۔ نماز جنازہ، دعا، درود، رحمت۔ اگر لغوی اور اصطلاحی معنی کا فرق نہ کیا جائے تو آیت وَصَلِّ علیھم سے مراد نماز جنازہ ہوگی۔ اور آیت ھو الّذی یُصَلِّی علیکم کا وہی معنی ہوگا جو یُصَلُّونَ علی النبی کا ہے اور کیا مومنین بھی اللہ اور اس کے فرشتوں کی اتباع میں ایک دوسرے پر اصطلاحی درود پڑھیں گے۔ اور کیا ادارۃ المعارف والے بھی مولوی ضیاء الرحمٰن اور مولوی الطاف

الرحمٰن صاحب پر درود پڑھا کرتے ہیں؟۔

صالحین کا معنی:

قرآن مجید میں صالحین کا لفظ انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی استعمال ہوا ہے اور اولیاء اللہ کیلئے بھی۔ لیکن اس آیت میں لغوی معنی مراد ہے نہ کہ اصطلاحی۔ وَاَنکِحُوا الاَیَامٰی مِنکُم وَالصّٰلِحِینَ مِن عِبَادِکُم وَاِمَآئِکُم (النُّور آیت ۳۱) اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور اسی طرح تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو اس (نکاح) کے لائق ہوں اس کا بھی"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:۔ اس جگہ صالحین کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں آیا ہے یعنی ان میں جو شخص نکاح کی صلاحیت و استطاعت رکھتا ہو اس کا نکاح کرا دینے کا حکم ان کے آقاؤں کو دیا گیا ہے"۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ششم)

امام اور امامت:

لفظ امام مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ بیان اللسان میں ہے:۔ امام، پیش نماز، پیشوا، قرآن مجید، کتاب، نبی ﷺ، خلیفہ، امیر لشکر۔ قرآن مجید میں لفظ امام پیشوایان دین اور پیشوایان کفر دونوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ امام بمعنی راستہ ہے۔ وانھما لَبِاِمامٍ مُّبین (سورۃ الحجرات ۷۹) اور دونو قوموں کی بستیاں صاف سڑک پر واقع ہیں"۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

(۲) وَمِن قبلہٖ کِتَابُ موسٰی اِمَامًا وَّرَحمَۃً۔ (سورۃ ھود آیت ۱۷) اور اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہے جو پیشوا اور رحمت ہے"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۳) کُلُّ شَیءٍ اَحصَینٰہُ فِی اِمَامٍ مُّبِینٍ (سورۃ یٰسین آیت ۱۲) اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتب (یعنی لوح محفوظ) میں ضبط کر دیا تھا"۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) لیکن

امام اور امامت کا اصطلاحی معنی یہ ہے:۔ الامامة رياسة عامة فى امور الدين والدنيا لِتخصٍ مِنَ الاشخاص (شرح مواقف) امامت کسی شخص کی اس ریاست عامہ کو کہتے ہیں جو دینی اور دنیوی امور کیلئے قائم کی جائے"۔ (۲) ثم الاجماع على ان نصب الامام واجب (شرح عقائد نسفی۔ بحث الامامة) پھر اس امر پر اجماع ہے کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے"۔
علامہ آلوسی مصری ؒ ۱؎ لفظ امام کے متعلق لکھتے ہیں:۔

لانه لم يستعمل فى الكتاب المجيد بالمعنى المصلح اصلًا و انما استعمل بمعنى النبى والمرشد ولهادى والمقتدى به فى امر خيرًا كان اَوْ شرًا۔ (روح المعانی جلد ۳ جزء ۱۸) کیونکہ لفظ امام قرآن مجید میں اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ لفظ امام، نبی، مرشد، ھادی اور پیشوا کے معنی میں استعمال ہوا ہے خواہ اچھے کام کا پیشوا ہو یا برے کام کا" حالانکہ لفظ امام قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے لیکن کہیں بھی اس کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اُولٰئِکَ ھم الراشدون گو صحابہ کرام کے حق میں آیا ہے کہ تمام صحابہ کرام رشد و ہدایت والے ہیں لیکن اس سے راشدین کا وہ اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے جو قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین کے لئے ہے۔

شیعہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

لفظ شیعہ کا لغوی معنی ہے:۔ پیچھے چلنے والا، مددگار، گروہ، مجمع، ٹولی۔ (بیان اللسان) الشیعہ۔ پیرو، مددگار، انصار، فرقہ، گروہ۔ (المعجم الاعظم) اور شیعہ مذہب کی اصطلاح میں شیعہ اس شخص کو کہتے ہیں جو حضرت علی المرتضیٰؓ سے لے کر امام مہدی تک بارہ اماموں کی امامت کا قائل ہو۔ اور منصب امامت ان کے نزدیک منصب نبوت سے افضل ہے۔ اسی بناء پر وہ بارہ اماموں کو انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل مانتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

۱؎ بغدادی تھے، شاید تسامح سے مصری لکھا گیا ہو۔

کیا حضرت حجر بن عدی شیعہ تھے:

مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی حضرت حجر بن عدی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہؓ نے حجر بن عدی کو قتل کرایا۔ یہ بڑے عابد وزاہد تھے، خارجی بھی بڑے قرآں خواں اور عابد وزاہد تھے لیکن حضرت علیؓ کے خلاف آمادۂ بغاوت ہوئے تو امیر المومنین علیؓ نے جنگ نہروان میں ان کو تہ تیغ کر دیا۔ حجر کی طرح حجر کے لڑکے عبداللہ اور عبدالرحمٰن بھی شیعہ تھے۔ (سیدنا معاویہؓ ص۱۶۴)

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کا یہ بہتان ہے کہ حجر بن عدی شیعہ تھے۔ اور ان کو غلط فہمی غالباً شیعان علیؓ کے الفاظ سے لگی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی (کراچی) ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔ یہ خود شیعان علیؓ میں سے تھے''۔ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص۶۰) مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب چونکہ لغوی اور اصطلاحی معنی میں فرق نہیں سمجھتے اس لئے انہوں نے شیعہ کے لفظ سے شیعہ مذہب کا اصطلاحی معنی سمجھ لیا۔ حالانکہ یہاں لغوی معنی مراد ہے، یعنی حضرت علیؓ کے طرفدار۔ اس دور میں حضرت علیؓ کے طرفداروں کو شیعان علی، حضرت عثمانؓ کے طرفداروں کو شیعان عثمان اور حضرت معاویہؓ کے طرفداروں کو شیعان معاویہ کہا جاتا تھا۔ بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے تو شیعان علیؓ اہل سنت والجماعت کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن سبا یہودی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ اس شیطان کے وسواس سے چار فریق ہو گئے۔ ایک فرقہ شیعہ اُولیٰ اور شیعہ مخلصین کہ اہل سنت وجماعت کے پیشوا ہیں۔ الخ (تحفہ اثناء عشریہ اردو ص۷)

اور مولانا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی لکھتے ہیں:۔ کوفہ میں جب وہاں کے حاکم نعمان بن بشیر کے پاس یزید کا خط پہنچا اور عام طور پر امیر معاویہؓ کے انتقال کے خبر مشہور ہوئی تو شیعان بنوامیہ نے فوراً نعمان بن بشیر کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کی۔ یہاں شیعان بنوامیہ کے الفاظ سے کیا جنتری والے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ بنوامیہ مذہباً شیعہ تھے۔

ع۔ سخن شناس نہ اے ضیاء خطا ایں جاست۔

لیکن شیعان علیؓ اور شیعان حسینؓ نے جو پہلے ہی سے امام حسینؓ کو کوفہ میں بلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ (تاریخ اسلام جلد دوم ص ۵۸) اور گو حضرت حجر بن عدی کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے لیکن ان کا زاہد و متقی ہونا مُسلّم ہے، چنانچہ مولانا علامہ محمد تقی عثمانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے۔۔۔ یہ خود شیعان علیؓ میں سے تھے اور بلاشبہ تمام تاریخی روایات ان کی بزرگی اور عبادت و زہد پر متفق ہیں۔ الخ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۶۰) (۲) امام ابن اثیرؒ حضرت حجر بن عدی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔

نبی ﷺ کے حضور میں یہ اور ان کے بھائی ہانی حاضر ہوئے تھے۔ اور جنگ قادسیہ میں شریک تھے اور فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ اور جنگ جمل میں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ مشاہیر صحابہ سے ہیں"۔ (اسد الغابہ جلد دوم ص ۲۵، ترجمہ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ)

خلیفہ راشد کا اصطلاحی معنیٰ:

رشد کا لغوی معنی ہے۔ سچے راستے پر مضبوطی سے قائم رہنا، سیدھے راستے پر ہونا (بیان اللسان) ہدایت، راستگی، ٹھیک طریقہ پر ہونا، راہ راست پر ہونا، پیروی حق، راستی کے ساتھ استقامت واستقلال، بلوغت، بلغ رشدہ، وہ بالغ ہوا (المعجم الاعظم جلد ثانی) قرآن مجید میں ہے۔ وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح . فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا (سورۃ النساء آیت ۶) اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو۔ پھر اگر دیکھو ان میں ہشیاری۔ (ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ) پھر اگر ان میں گونہ تمیز دیکھو۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۲) وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا . (الکہف آیت ۲۴) اور ہمارے لئے اس کام میں درستی کا سامان مہیا کیجئے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۳) لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ . أُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ . (سورۃ الحجرات

آیــــت ۷) پھر اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں پہچان کی اور اچھا دکھایا اس کو تمہارے دلوں میں۔ اور برا لگایا تم کو کفر اور گناہ اور بے حکمی۔ وہ لوگ وہی ہیں نیک چال پر (ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ) لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا۔ اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دیدی۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

رشد کے مراتب:

ان آیات میں یتیموں، اصحاب کہف، صحابہ کرام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کیلئے رشد کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ بحیثیت صحابی راشد ہونے اور بحیثیت نبی و رسول راشد ہونے میں بڑا فرق ہے۔ انبیائے کرام راشد معصوم ہونگے اور صحابہ کرام راشد غیر معصوم۔ اسی طرح قرآن مجید کے موعودہ خلفائے راشدین کا مقام رشد مخصوص درجے کا ہوگا۔ اور غیر موعودہ خلفاء کا رشد اس درجے کا نہ ہوگا۔ اسی بناء پر اہل السنّت والجماعت کے نزدیک شرعی اصطلاح میں خلفائے راشدین وہی ہیں جو آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قرآن کی موعودہ خلافت کو خلافت راشدہ سے تعبیر کرتے ہیں اور مذکورہ آیات کا مصداق صرف خلفائے اربعہ کو قرار دیتے ہیں اور اس کے باوجود وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بھی خلیفہ راشد کہتے ہیں۔ ومیان آں ازمیان لہٰ نہا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد بود۔

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ اس کا ترجمہ لکھتے ہیں:۔ انہی اہل شام میں ایک عمر بن عبدالعزیز تھے جو اچھے خلیفہ تھے اور علم و فضل اور زہد کے زیور سے آراستہ تھے، ترجمہ میں خلیفہ راشد کے بجائے اچھے خلیفہ سے امام اہل سنت نے خلیفہ راشد کے لغوی معنی کا ہی اظہار کیا ہے۔ لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ نے کسی جگہ حضرت امیر معاویہؓ پر خلیفہ راشد کا اطلاق نہیں کیا، حافظ ابن حجر مکی ہیتمیؒ نے کتاب تطہیر الجنان صرف حضرت معاویہؓ کے دفاع میں لکھی ہے اور مخالفین کے مطاعن کا جواب دیا ہے لیکن کسی جگہ انہوں

نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد نہیں لکھا۔ مگر حضرت امام حسنؓ کو وہ خلفائے راشدین میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث الخلافة بعدی ثلثون سَنَةً کے تحت لکھتے ہیں:۔ھو آخر الخلفاء الراشدين بنصّ جدّه ﷺ (صواعق محرقه ص ۸۱): ۔ وہ یعنی حضرت حسنؓ اپنے جدامجد ﷺ کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں۔'' قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے بھی حضرت امام حسن کی خلافت کو خلافت نبوت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ مجتہد کے سوالات کے جواب میں لکھتے ہیں:۔اہل سنت تو چار یہ (یعنی خلفائے اربعہ) اور پانچویں حضرت حسنؓ (چھ مہینہ کو) پانچویں خلیفہ بسیرت نبوت جانتے ہیں۔ اور حضرت حسنؓ سے امام مہدی تک کو خلافت ظاہرہ کا خواہ مخواہ اعتقاد نہیں کرتے امام باطن سمجھتے ہیں''۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۸۶) اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔ اور یہاں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلافت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ نے بنظر اصلاح جائز رکھا اگر چہ خلافتِ نبوت نہ تھی مگر خلافتِ ملوکانہ تھی (ایضاً ص ۸۶) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بھی ایک شیعہ مجتہد کے سوالات کے جواب میں یزید وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔اس کو آپ بھی جانتے ہیں کہ کوئی اہل سنت خلیفہ راشد نہیں کہتا بلکہ اکثروں کو ملوک جابرین سے سمجھتے ہیں۔ خلفائے راشدین تو ان کے نزدیک پانچ ہیں چار یار اور ایک امام حسن علیہم الرضوان اللہ تعالیٰ۔ مگر ان کے خلیفہ راشد ہونے اور ان کے نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اور سب ظالم ہی تھے۔ الخ۔ (الاسوة الخاملة فی الاجوبة الكاملة ص ۳۹) یہاں تو حضرت نانوتوی نے حضرت امام حسنؓ کو بھی خلفائے راشدین میں شامل کر لیا۔ لیکن آیت استخلاف کے تحت فرماتے ہیں:۔اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالۂ خوف اور تبدیلی امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں انہیں چار یار کیلئے تھا۔ (هدية الشيعة طبع قديم ص ۵٦ ۔ طبع جديد ص ۷۵)

اور اجوبۂ اربعین میں حضرت نانوتوی لکھتے ہیں:۔ جی حضرت۔ اہل سنت گو سب کو خلیفہ کہیں پر (موعود) خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد چار یار ہی کو سمجھتے ہیں (ص ۱۸۷) ان دونوں

عبارتوں میں حصر ہے کہ خلیفہ راشد اور خلیفہ موعود صرف چار یار ہیں۔ ان عبارتوں کے پیش نظر تو جنتری والے یہی کہیں گے کہ حضرت مولانا نانوتویؒ کی عبارتوں میں تضاد ہے کہ کہیں خلفائے راشدین کی تعداد چار بتاتے ہیں کہیں پانچ۔ حالانکہ ان میں کوئی تضاد نہیں۔ جہاں چار یار پر حصر کرتے ہیں تو ان خلفائے راشدین سے مراد آیات استخلاف کا مصداق چار یار ہیں۔ اور جہاں حضرت حسنؓ کو خلفائے راشدین میں شامل کرتے ہیں تو وہاں حدیث ثلثون سنۃ کی بنا پر کرتے ہیں کہ خلفائے اربعہ کے بعد حضرت امام حسنؓ کی خلافت کے چھ ماہ اس میں شامل ہیں۔

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد۔۔۔ میں نے لکھا تھا کہ:۔ یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ تیس سال تو حضرت حسنؓ کی کم وبیش چھ ماہ خلافت کے ساتھ پورے ہوتے ہیں کیونکہ امام حسنؓ خلافت راشدہ کا تتمہ ہے۔ (ب) حدیث میں کسور کا اعتبار نہیں کیا گیا۔" (خارجی فتنہ حصہ اوّل حاشیہ ص ۴۲۱) علاوہ ازیں خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۳۰ پر بھی امام حسنؓ کی خلافت کے تتمہ ہونے کی توضیح کی گئی ہے۔ اور "تحفہ خلافت" میں بھی میں نے تتمہ وتکملہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ خلافت راشدہ کا تتمہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت امام حسنؓ کی خلافت قرآن مجید کی موعودہ خلافت کا مصداق ہے۔ اس سلسلے میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی یہ عبارت بھی پیش کی تھی کہ:۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کا تذکرہ اور ان کے اوصاف وکمالات کا بیان درحقیقت آنحضرت کے ذکر مبارک کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ (خلفائے راشدین ص ۵) (۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔ ایام خلافت بقیہ ایام نبوت بودہ" (خلفائے راشدین کی خلافت کا زمانہ بقیہ زمان نبوت تھا۔ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص ۱۰۰) (۳) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی (متوفی ۱۲۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:۔ گویا زمانہ شیخین کا بقیہ زمانہ نبوت کا تھا"۔ (تحفہ اثنا عشریہ مترجم ص ۴۲۳)۔ جس طرح مندرجہ بالا عبارات میں تتمہ وتکملہ بقیہ زمان نبوت کے الفاظ اور سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلفائے راشدین نبی ہیں اور سچے

خواب دیکھنے والا بھی نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح امام حسنؓ کی خلافت کو خلافت راشدہ کا تتمہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کی خلافت بھی خلفائے اربعہ کی طرح قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ ہے۔ الخ۔ (تحفہ خلافت ص ۳۲۰)

خلافتِ نبوت:

حضرت سفینہؓ کی حدیث کے علاوہ دوسری احادیث بھی خلفائے اربعہ کی خلافت نبوت (خلافت راشدہ) پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔ و آنحضرت ﷺ در احادیث مستفیضه خبردادند که بعد وفات وی ﷺ خلافت و نبوت رحمت خواهد بود وبعدازان ملك عضوض و آنچه متصل وفات آنحضرت ﷺ واقعے شد خلافت خلفائے اربعه بود پس خلافت ایشان خلافت نبوت ورحمت باشد ":۔ اور آنحضرت ﷺ نے احادیث مستفیضہ میں اس بات کی خبر دی کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت نبوت وخلافت رحمت ہوگی اور اس کے بعد ملک عضوض (مار کاٹ کی بادشاہت) اور جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے متصل واقع ہوئی وہ خلفائے اربعہ کی خلافت تھی۔ تو ان کی خلافت خلافت نبوت ورحمت ہوئی''۔ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم فصل ہفتم ص ۴۰۲) اور حضرت شاہ صاحب محدثؒ عضوض کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ کاٹنے والی کے لفظ سے واقعات حرب و قتال کا پیش آنا اور ایک دوسرے پر حملہ کرنا اور سلطنت کیلئے ایک کا دوسرے کے ساتھ جھگڑنا بخوبی معلوم ہوتا ہے''۔ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول فصل پنجم ص ۵۵۳)

بہرحال حدیث سفینہؓ اور دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے اربعہ اور حضرت امام حسنؓ کی خلافت نبوت کے بعد جو خلافت ہوگی وہ خلافت نبوت نہیں ہوگی بلکہ اس میں کچھ تغیر آجائے گا۔ اس لئے حضرت معاویہؓ کی خلافت کو قرآن کی موعودہ خلافت راشدہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(۲) اسی سلسلہ میں حافظ ابن حجر مکیؒ ''کاٹنے والی بادشاہت'' کی بنا پر حضرت معاویہؓ

پر ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:۔ اگر یہ ایسا ہی مان لیا جائے تب بھی حضرت معاویہؓ کے حق میں کچھ ضرر نہیں۔ ان کی خلافت میں کچھ باتیں ایسی ہوئیں جو خلفائے راشدین کے زمانے میں نہیں پائی گئیں۔ اس وجہ سے ان کی خلافت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا گیا۔ اگر چہ حضرت معاویہؓ اپنے اجتہاد کی وجہ سے مستحق ثواب تھے کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جس مجتہد سے حق صادر ہو اس کو دہرا ثواب ملے گا۔ اور جس سے خطا صادر ہو اس کو ایک ثواب ملے گا۔ حضرت معاویہؓ کے مجتہد ہونے میں کچھ شک نہیں ہے پس ان اجتہادات میں اگر ان سے غلطی ہوگئی تو ان کو ثواب ہی ملے گا۔ اور کسی قسم کا نقصان ان میں نہ ہوگا۔ اگر چہ ان کی خلافت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا گیا ہے۔ پھر ایک حدیث میں میں نے تصریح اس امر کی دیکھی کہ حضرت معاویہؓ کی سلطنت بعض وجوہ سے کاٹنے والی بادشاہت ہوگی (نہ جمیع وجوہ سے) یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اس دین میں نبوت و رحمت ہوگی پھر خلافت و رحمت ہوگی پھر بادشاہت و رحمت ہوگی پھر لوگ خلافت پر اس طرح گریں گے جس طرح گدھ کسی چیز پر گرتے ہیں۔ پس تم لوگ جہاد کو اپنے اوپر لازم سمجھو اور سب سے افضل جہاد سرحد کی حفاظت ہے اور سب سرحدوں سے بہتر سرحد عسقلاں کی ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کی خلافت کی فضیلت صاف ظاہر ہے کیونکہ جو خلافت و رحمت کے بعد سلطنت و رحمت ہوئی وہ حضرت معاویہؓ کی سلطنت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلطنت کو بھی رحمت فرمایا پس (سب حدیثوں کے لحاظ سے) یہ سلطنت کچھ کاٹنے والی بھی ہوگی۔ کچھ رحمت ہوگی لیکن واقعات تاریخیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت میں رحمت بہ نسبت کاٹنے کے زیادہ تھی اور ان کے بعد والی سلطنتوں میں کاٹنا بہ نسبت رحمت کے زیادہ ہوگیا۔ باستثنائے خلافت عمر بن عبدالعزیز کے کیوں کہ ان کی خلافت خلافت کبریٰ کے مشابہ ہے اس وجہ سے خلافت راشدہ سے ملا دی گئی ہے"۔ (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر مکیؒ صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ:۔واول الملوك معاوية فلا يتوهم منه ان لا خلافة لمعاوية ۔ الخ (ص ١٣١) حضرت مولانا محمد تقی عثمانی نے اس عربی عبارت کا حسب ذیل ترجمہ لکھا ہے:۔حضرت معاویہؓ پہلے بادشاہ ہیں۔اس لئے یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت صحیح نہ تھی اس لئے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ اگر چہ ان کی خلافت صحیح تھی لیکن اس پر ملوکیت کی مشابہت غالب آ گئی تھی اس لئے کہ وہ بہت سے معاملات میں خلفائے راشدین کے طریقوں سے نکل گئی تھی اور خلافت کی بات اس لئے صحیح ہے کہ حضرت حسنؓ کی دست برداری اور اہل حل وعقد کے اتفاق کے بعد حضرت معاویہؓ کی خلافت حق اور صحیح تھی اور ملوکیت کی بات اس لئے درست ہے کہ ان کے عہد حکومت میں کچھ ایسے امور واقع ہوئے جن کا منشا غلط اجتہاد تھا جس کی بنیاد پر مجتہد گناہگار تو نہیں ہوتا لیکن اس کا رتبہ ان لوگوں سے بہر حال گھٹ جاتا ہے جن کے اجتہادات صحیح اور واقعات کے مطابق ہوں اور یہ حضرات خلفائے راشدین اور حضرت حسنؓ تھے۔لہٰذا جو شخص حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت پر ملوکیت کے لفظ کا اطلاق کرتا ہے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ان کی حکومت میں مذکورہ اجتہادات واقع ہوئے اور جو شخص اسے خلافت قرار دیتا ہے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ حضرت حسنؓ کی دست برداری اور اہل حل وعقد کے اتفاق کے بعد وہ خلیفہ برحق اور واجب الاطاعت تھے اور اطاعت کے لحاظ سے لوگوں پر ان کے وہی حقوق تھے جو ان سے پہلے خلفائے راشدین کو حاصل تھے لیکن یہ بات ان کے بعد آنے والے لوگوں کے بارے میں نہیں کہی جا سکتی۔الخ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۱۳۴)

(۳) مولانا عبدالعزیز صاحب فرہارویؒ لکھتے ہیں:۔ كان الخلفاء الراشدون لم يتوسعوا فى المباحات وكان سيرتهم سيرة النبى ﷺ فى الصبر على ضيق العيش والجهد ۔ الخ (النبراس شرح شرح العقائد) خلفائے راشدین نے مباحات میں توسع سے کام نہیں لیا تھا اور تنگی پر صبر اور جدوجہد کے معاملے میں ان کی سیرت آنحضرت ﷺ کے مشابہ

تھی۔ رہے حضرت معاویہؓ سوانہوں نے اگرچہ کسی منکر (کھلے گناہ) کا ارتکاب تو نہیں کیا لیکن انہوں نے مباحات میں توسع اختیار کیا اور حقوق خلافت کی ادائیگی میں وہ خلفائے راشدین کے درجے میں نہیں تھے۔ لیکن ان کی برابری نہ کرسکنا ان کے لئے کسی قدح کا موجب نہیں ہے''۔ (ایضاً حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق)

(۴) مجاہد جلیل حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ حضرت معاویہؓ کو سلطان کامل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ سلطان کاملِ سلاطین اور خلفائے راشدین کے درمیان ایک برزخ کی طرح ہے۔ اگر لوگ دیگر سلاطین کو دیکھیں تو اس سلطان کامل کو خلیفہ راشد تصور کریں اور اگر خلفائے راشدین کا حال معلوم کریں تو اسے سلطانِ کامل سمجھیں چنانچہ سلطانِ شام (حضرت معاویہؓ) نے فرمایا:۔ لست فیکم مثل ابی بکرؓ و عمرؓ ولکن ستُرون اُمراء من بعدی ۔ (میں تم میں ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسا حکمران نہیں ہوں لیکن میرے بعد عنقریب اُمراء (دیکھو گے) بنابریں اس کی سلطنت کا زمانہ زمانہ نبوت اور خلافتِ راشدہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے پس اس وجہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے زمانہ کی ابتداء سے اس سلطنت کاملہ کا زمانہ گزر جانے تک ترقی اسلام کا زمانہ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ تدور رُحی الاسلام لخمسُ ثلثین او ست ثلاثین او سبع و ثلاثین فان یھلکوا فسبیل من ھلك وان یقم لھم دینھم یقیم لھم سبعین عامًا ۔ اسلام کی چکی پینتیس، چھتیس یا سینتیس سال چلے گی۔ پس اگر وہ ہلاک ہوئے تو ہلاکت کا راستہ ہے اور اگر دین کو قائم کیا تو ستر سال قائم رہیں گے''۔ (منصب امامت مترجم ص ۱۰۸)

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث لکھتے ہیں:۔ اور حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کہا کرتے تھے کہ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ بادشاہان اسلام کا پہلا بادشاہ ہوں اور تم میرے بعد بادشاہوں کے تجربہ کرو گے (اُس وقت جانو گے) (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اوّل ص ۵۷۳)

(٦) علامہ علی قاری حنفی محدث لکھتے ہیں:۔ واوّل ملوك المسلمین معاویة وھو

افضلھم ۔ الخ (شرح فقه اکبر ص ۸۳) مسلمان بادشاہوں میں سے سب سے پہلے بادشاہ حضرت معاویہؓ ہیں اور وہ ان سب سے افضل ہیں''۔

(۷) علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:۔ فلم یکن من ملوك المسلمین ملك خیر من مُعاویة وَلَا کان الناس فِی زمان ملك مِن الملوك خیرًا منهم فی زمن معاویة اذا نسبت ایامه الٰی یوم من بعده واما اذا نسبت الٰی ایام ابی بکر و عمر ظهرا التفاضل ۔ الخ (منهاج السنة جلد ثالث ص ۱۸۵) مسلمان بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ حضرت معاویہؓ سے بہتر نہیں ہے اور کسی بادشاہ کے زمانہ کے لوگ حضرت معاویہؓ کے زمانے کے لوگوں سے بہتر نہیں ہیں۔ جبکہ ان کے ایام حکومت کو مابعد کی نسبت سے دیکھا جائے لیکن جب آپ کے ایام حکومت کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ایام حکومت سے موازنہ کیا جائے تو ان کی فضیلت اور فوقیت ظاہر ہے۔

(۸) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ آیت استخلاف کی شرح میں لکھتے ہیں:۔ باقی رہے امیر معاویہؓ ہر چند ان کو بظاہر تمکین میسر آئی لیکن حقیقت میں وہ تمکین دین نہ تھی تمکین ملک وسلطنت تھی۔ چنانچہ واقعات فن سیر پر پوشیدہ نہیں کہ خلفائے اربعہ کے اطوار و انداز اور امیر معاویہؓ کے اطوار و انداز میں زمین و آسمان کا فرق تھا ان کی گزران فقیرانہ اور زاہدانہ تھی اور امیر معاویہؓ کا طور ملوک سا تھا اس لئے اہل سنت ان کو باوجودیکہ صحابی سمجھتے ہیں خلفاء میں نہیں گنتے ملوک میں شمار کرتے ہیں لیکن ملوک ملوک میں بھی فرق ہے۔ ایک نوشیروان تھا ایک چنگیز تھا سو یہ ہر چند ملوک میں سے تھے لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ خلفائے راشدین کے مقابلہ میں دنیادار معلوم ہوتے تھے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور انبیاء کے مقابلہ میں مالدار معلوم ہوتے تھے نہ یہ کہ ظلم وستم کے روادار تھے۔ غرباء کے حق میں ستمگار تھے۔ ان کا حلم اور رعایا پروری اور دلجوئی شہرۂ آفاق ہے۔ مع ہذا یہ ان لوگوں میں سے نہیں کہ جن کو قرار واقعی کفار سے کبھی خوف ہوا ہو۔ یہ بات فقط مہاجرین اولین کے حق میں صادق آتی ہے نہ امام حسنؓ کو یہ بات پیش آئی نہ امیر معاویہؓ کو

اور مہاجرین اولین میں سے بھی جیسا خوف خلفائے اربعہ کو بترتیب ہوا ہے اور کسی کو پیش نہیں آیا۔ الخ (ہدیۃ الشیعہ طبع قدیم ص ۵۰)

بطور نمونہ چند محققین اہل سنت کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں حضرت امیر معاویہؓ اصطلاحی معنی میں خلیفہ راشد نہیں ہیں اور خلفائے راشدین سے امتیاز کے لئے ان کو من وجہ ملوک میں شمار کیا گیا ہے۔ گو مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب تو ان حضرات پر یہی فتویٰ لگائیں گے کہ یہ شیعیت سے متاثر ہیں اور خلافت راشدہ کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ لیکن حق وہی ہے جس کی یہ حضرات ترجمانی کر رہے ہیں۔

حدیث عَلَیکُم بِسُنَّتِی :

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:۔ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِی فسیری اِختِلَافًا کثیرًا فَعَلَیکم بسُنَّتِی وَسُنَّۃ الخلفاء الرَّاشِدِیْن المھدیین تمسکوا بِھَا وعَضوا عَلَیھَا بالنواجذ (مشکوٰۃ شریف بالاعتصام بالکتاب والسنۃ ۔ بحوالہ ترمذی ۔ ابو داؤد ۔ ابن ماجہ) میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس (اس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے۔ اس کے ساتھ تمسک کرو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو"۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔ و مراد بخلفائے راشدین خلفائے اربعہ داشتہ اند و ہر کہ بر سیرت ایشاں برود و موافق سنت عمل کند حکم ایشاں دارد الخ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۳۹) اور خلفائے راشدین سے مراد چار خلفاء لئے گئے۔ اور جو بھی ان کی سیرت کی اتباع کرے اور سنت کے موافق عمل کرے وہ انہی کا حکم رکھتا ہے"۔ اور علامہ علی قاری حنفی محدث بھی فرماتے ہیں:۔ قیل ھم الخلفاء الاربعۃ ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللّٰہ عنھم لانہ علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال الخلافۃ بعدی ثلثون سنّۃ وقد انتھی بخلافۃ علی کرم اللّٰہ وجھہٗ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۲۴۲)

اور اس حدیث کے تحت کہا گیا ہے کہ وہ (خلفائے راشدین) چاروں خلفاء ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اور یہ مدت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر ختم ہوگئی) اس حدیث نبوی سے بھی ثابت ہوا کہ دراصل خلفائے راشدین چار ہی ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہی قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین ہیں انہی چار یار کی خلافت قیامت تک کی حکومتوں کے لئے ایک کامل معیاری نمونہ ہے آنحضرت ﷺ کے بعد وہی بالذات متبوع ہیں اور بعد کے خلفاء اگر متبوع ہیں تو بالتبع جبکہ وہ ان کی سیرت اور سنت نبوی کی اتباع کریں۔ جنتری والوں نے اس حدیث میں بھی کج فہمی کا ثبوت دیا ہے اور اس حدیث کا مصداق حضرت معاویہؓ کو بھی قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔ حضرت معاویہؓ ازنص قرآن راشد تھے۔ اور حدیث کی رو سے مہدی تھے (جامع ترمذی کتاب المناقب، باب مناقب معاویہؓ بن ابی سفیان) آپ نے اس حدیث میں حضرت معاویہؓ کا نام لے کر مہدی فرمایا اور قاضی صاحب کی ص ۷ (زیر بحث) کتابچہ) پیش کردہ روایت علیکم بسنتی و سُنّة الخلفاء الراشدین المهدیین میں خلفائے کے نام مذکور نہیں ہیں۔ حیرت ہے کہ جو صحابی ازنص قرآن راشد ہو اور ازروئے حدیث ہادی و مہدی ہو اسے حدیث علیکم بسنتی سے کیسے خارج کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ توہین رسول نہیں ہے کہ آپ نے جس صحابی کا نام لے کر ہادی و مہدی ہونے کی دعا فرمائی اور قرآن اسے راشد ہی پکار رہا ہو۔ لیکن اس کے باوجود قاضی صاحب اسے غیر راشد ثابت کر رہے ہیں قاضی صاحب کے عقائد سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف آیت الراشدون کو صورتاً منسوخ سمجھتے ہیں۔ الخ (جنتری ص ۷۵)

الجواب:

(۱) یہ صحیح ہے کہ قرآن میں صحابہ کرام کو راشدون فرمایا ہے اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے حق میں ہادی و مہدی ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ راشد کا معنی ہدایت والا اور مہدی کا معنی بھی ہدایت یافتہ ہے۔ تو جب قرآن نے راشد فرما دیا تو

پھر نبی ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے دعا کیوں فرمائی۔ کیا قرآن کا اعلان کافی نہیں تھا"۔

(۲) اگر حضرت معاویہؓ ازروئے قرآن آیت استخلاف کا مصداق ہونے کی وجہ سے خلیفہ راشد تھے تو پھر دعا کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر آیت کے پیش نظر مکرر دُعا بھی فرماتے تو یہ دعا ہونی چاہیے تھی کہ اللّٰھم اجعله خلیفتًا راشدًا۔ اے اللہ تو معاویہؓ کو خلیفہ راشد بنا۔

(۳) عَلَیْکُمْ بسُنتی وَسُنَّةُ الخلفاء الرّاشدیْن المھدیین میں تو امت پر خلفائے راشدین کی سنت کو لازم فرما رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلفائے راشدین وہ ہیں جو ازروئے قرآن خلیفہ راشد قرار دیئے جا چکے ہیں اس لئے ان کے حق میں ہادی و مہدی ہونے کی دعا نہیں فرمائی۔ اور حضرت معاویہؓ چونکہ آیت کا مصداق نہیں تھے اس لئے آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

(۴) اگر مہدی ہونے کی دعا کی وجہ سے حضرت معاویہؓ خلفائے راشدین مہدیین میں شامل ہیں تو پھر حضرت مہدی موعود بھی بطریق اولیٰ ان میں شامل ہونگے کیونکہ آنحضرتؐ نے بجائے دعا کے ان کو خود ہی مہدی فرما دیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ انّ فی امتی المھدی یخرج یعیش خمسًا او سبعًا او تسعًا۔ الخ (جامع الترمذی۔ باب ماجاءَ فی المھدی)۔ میری امت میں مہدی ہوگا جو ظاہر ہوگا۔ اور پانچ یا سات یا نو سال زندگی گزارے گا (یہ راوی کو مدت کی تعین میں شک ہوا ہے) فرمائیے کیا حضرت مہدی کو آپ موعودہ خلفائے راشدین میں شمار کرتے ہیں؟ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جنتری والوں نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں اس حدیث کو قبول کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے جس کو امام ترمذی حدیث حسن غریب کہتے ہیں لیکن حضرت سفینہ کی حدیث ثلثون سنة کو موضوع قرار دیدیا ہے حالانکہ اس کو امام ترمذی ہذا حدیث حسن فرما رہے ہیں (کہ یہ حدیث حسن ہے)

؎ ایں چہ بوالعجیبست۔

(۵) جنتری والے بیچارے کسی آیت کے صورتاً منسوخ ہونے کا مطلب بھی نہیں

سمجھتے۔ صورتاً منسوخ تو وہ آیت ہوتی ہے جس کے الفاظ بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے پھر آیت منسوخ التلاوۃ ہوگئی لیکن اس کا حکم باقی رہا۔ مثلاً آیت رجم۔ یہاں جب آیت اُولٰـئِکَ هُـمُ الـراشدون قرآن مجید میں موجود ہے اور اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کو صورتاً منسوخ کیونکر کہا جاسکتا ہے، اور اگر حضرت معاویہؓ کو آیت استخلاف وغیرہ کا مصداق نہ قرار دینے کی وجہ سے خلفائے راشدین میں شامل نہیں کیا جاتا اور جس کی وجہ سے ان کے نزدیک اُولٰـئِکَ هُـمُ الـــراشـــدون کے حکم کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے تو پھر اس جرم کے مرتکب تو جمہور اہل سنت اور سارے اکابر دیوبند ہیں یہ خادم اہل سنت تو ان حضرات کے مسلک کی ترجمانی کررہا ہے۔ بظاہر تو میرا نام ہے اور حقیقتاً مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب وغیرہ جمہور اہل سنت اور تمام اکابر دیوبند کو حضرت معاویہؓ کے بارے میں قرآن وحدیث کا مخالف سمجھتے ہیں۔

ع۔ بہ بیں کہ از کہ برید و با کہ پیوستی

(۶) یہ بھی بتائیں کہ کسی محدث نے حضرت معاویہؓ کو حدیث علیکم بستی و سنۃ الخلفاء الراشدین کا مصداق قرار دیا ہے اگر ایسا نہیں ہے اور ہرگز آپ ثابت نہیں کرسکتے تو پھر آپ کے نزدیک کیا تمام شارحین حدیث حضرت معاویہؓ کے مخالف تھے؟

(۷) حدیث میں خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور آپ کے نزدیک بھی حضرت علی المرتضیٰ آیت استخلاف اور حدیث زیر بحث کے تحت یقیناً خلیفہ راشد ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت معاویہؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے جنگ وقتال کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک حضرت معاویہؓ آیت وحدیث کی روشنی میں خلیفہ راشد ہیں تو ان کی سنت (طریقہ) یہ بھی ہے کہ خلیفہ راشد سے جنگ کی جائے۔ تو کیا آپ اس سنت کو تمام امت پر لازم سمجھتے ہیں کہ جب بھی کوئی خلیفہ راشد موجود ہو اس سے ضرور جنگ وقتال کیا جائے۔ یہ الزاماً آپ سے سوال کیا جارہا ہے۔ حالانکہ جمہور اہل سنت اس جنگ وقتال میں بوجہ مجتہد ہونے کے حضرت معاویہؓ کی صرف خطائے اجتہادی تسلیم کرتے ہیں۔ کاش کہ مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کھلے دل سے اہل سنت

والجماعت کا مسلک تسلیم کر لیتے تو یوں جہالت وغباوت کی لپیٹ میں نہ آتے۔انہوں نے جوراستہ اختیار کیا ہے وہ یقیناً ہلاکت کا راستہ ہے۔

ع ۔ ایاز قدر خود را بشناس ۔

خلاصہ بحث:

دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت امیر معاویہؓ بھی اُولٰئِکَ هم الراشدون میں شامل ہیں۔آپ بدعائے نبوی ہادی ومہدی ہیں۔لیکن رشد وہدایت کے درجات متفاوت ہیں۔ ایک صحابی بحیثیت صحابی راشد ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بحیثیت خلیفہ بھی قرآن وحدیث کے موعودہ خلیفہ راشد ہوں۔ کیونکہ موعودہ خلافت راشدہ میں رشد کے جس درجہ کی ضرورت ہے وہ ان کو حاصل نہیں ہے۔اگر حضرت معاویہؓ کو وہ مخصوص مقام رشد حاصل ہوتا تو عشرہ مبشرہ میں بھی ان کو بذریعہ وحی ضرور شامل کیا جاتا۔علاوہ ازیں وہ بھی خلفائے راشدین کی طرح مہاجرین اولین میں ہونے کا شرف حاصل کرتے تا کہ کسی کو بھی حضرت معاویہؓ کے قرآن کے موعودہ خلیفہ راشد ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔اس حقیقت کے اظہار کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین میں سے ہو اور (نیز) ان لوگوں میں سے ہو جو حدیبیہ میں شریک اور سورہ نور کے نزول کے وقت موجود تھے اور (نیز) ان لوگوں میں سے ہو جو بدر وتبوک اور دوسرے مشاہد عظیمہ میں موجود تھے جن کی عظمت شان اور جن کے حاضرین کے لئے وعدۂ جنت شرع میں حدیث مستفیض سے ثابت ہے۔الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اوّل ص ۴۳) اور امام اہل سنت حضرت مولانا لکھنویؒ بھی اس حقیقت کے پیش نظر فرماتے ہیں۔خلافت راشدہ کیلئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ اوصاف سوائے جماعت مہاجرین کے اور کسی میں نہیں پائے جاتے اور حضرت معاویہؓ ان میں نہیں ہیں"۔(خلفائے راشدین ص ۲۳۹)

لغوی اور اصطلاحی معنی کے بعض مثالیں پیش کر دی ہیں۔مزید یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم اجمعین حقیقتاً اولیاء اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقبول ہیں۔ لیکن اصطلاحاً ان کو اولیاء اللہ نہیں کہا جاتا بلکہ اصحاب کہا جاتا ہے اور جب بھی اولیاء کا لفظ بولا جاتا ہے اس سے مراد غیر صحابہ بزرگانِ دین ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں قرآن کو بھی حدیث کہا گیا ہے۔ ما کان حدیثاً یفتریٰ (سورۃ یوسف آیت ۱۱۱) یہ قرآن جس میں یہ قصے ہیں کوئی تراشی ہوئی بات نہیں ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔ اگر ھارون بعد موسیٰ زندہ می بود خلیفہ نمی شد بخلافت اصطلاحی زیرا کہ خلافت اصطلاحی غیر پیغمبر را لائق است نہ پیغامبر را۔

(اگر ہارون بعد موسیٰ کے زندہ رہتے تو وہ خلافت اصطلاحی کے ساتھ خلیفہ نہ ہوتے کیونکہ خلافت اصطلاحی غیر پیغمبر کے لئے سزاوار ہے نہ پیغمبر کیلئے۔) (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم ص ۴۴۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اگر حضرت ہارون زندہ رہتے تو وہ لغوی معنی میں تو خلیفہ ہوتے لیکن اصطلاحی معنی میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ حضرت معاویہؓ گو لغوی معنی میں راشد اور مہدی ہیں۔ لیکن اصطلاحی معنی میں ان کو خلیفہ راشد نہیں کہا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آیت اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ کے باوجود جمہور محققین اہل سنت ان کو خلیفہ راشد نہیں قرار دیتے۔ کیا مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب یہاں یہی کہیں گے کہ یہ محققین حضرات اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ کا معنی بھی نہیں سمجھتے۔

چار یار کی نص:

جنتری والے کہتے ہیں:۔ کیا چار یار کی اصطلاح بھی منصوص ہے (ص ۶۸)

الجواب:

(۱) پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین کا مصداق صرف خلفائے

اربعہ ہیں اور حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ان کو چار یار ہی قرار دیا ہے۔

(۲) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی آیت رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔ اور اسی واسطے اہل تحقیق اس پر ہیں کہ خلافت خلفائے اربعہ مانند ان نصوص کے منصوص ہے جبکہ تفصیل اس کی آیت استخلاف میں کہ اندر سورۃ النور کے ہے اور آیت قتال مرتدین میں کہ اندر سورۃ مائدہ کے ہے اور آیت مخلفین میں غزوۂ حدیبیہ سے کہ اندر سورۃ فتح کے ہے مذکور ہے"۔ (تفسیر عزیزی، مترجم ص ۳۷۲)

(۳) قاضی عیاضؒ محدث نے یہ حدیث نقل کی ہے:۔ وقال فی حدیث جابرؓ۔ اِنَّ اللّٰہ اختارا صحابی علی جمیع العلمین سوی النبیین والمرسلین واختارلیْ مِنهُمْ اربعة ابابکر و عمر و عثمان و علیا فجعلهم خیراصحابی وَفی اصحابی کلهم خیرٌ۔ (الشفاء جلد ثانی)

:۔ حضرت جابرؓ کی حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو سوائے نبیین اور مرسلین کے تمام جہانوں میں چن لیا ہے اور ان میں سے میرے لئے ان چار کو چن لیا ہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ اس حدیث سے چار یار کی اصطلاح بھی ثابت ہوگئی۔ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ عربی میں صاحب کا ترجمہ اردو اور فارسی میں یار ہے۔ چنانچہ آیت غار میں لصاحبہ سے ہی حضرت صدیق اکبر کو یار غار کہا جاتا ہے۔

شاہ معین الدین ندوی اور حضرت معاویہ:

جنتری والے لکھتے ہیں :۔ حضرت معاویہؓ کے فضائل اور مناقب ذکر کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کا مرتبہ حضرت علیؓ کے برابر ہے۔ حضرت علیؓ بدری صحابی ہیں۔ اولین سابقین صحابہ سے ہیں خلفائے ثلاثہ کے بعد پوری امت میں افضل ہیں لیکن جو تقابل شاہ معین الدین ندوی نے سیر الصحابہ جلد ۶ ص ۹۹ پر کیا ہے وہ یقیناً قابل مذمت ہے، شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ لیکن ان واقعات کی تردید کا منشا امیر معاویہؓ کی بے جا حمایت یا ان کا اور جناب کا موازنہ

نہیں ہے۔ ابن عم رسول خلیفہ راشد علی المرتضیٰ اور امیر شام کا مقابلہ ہی کیا ہے۔ چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا۔ مذکورہ کتاب بار بار شائع ہو رہی ہیں لیکن حضرت معاویہؓ کے لئے چراغ مردہ کا لفظ یا ابوالکلام کی گستاخانہ تبرائی عبارت قاضی صاحب کے دماغ میں کوئی ٹھوکر نہیں مارتی۔ کیونکہ احترام صحابیت ان کے رگ احساس میں سرایت کئے ہوئے نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قاضی صاحب کے قلم سے اصحاب رسول ﷺ کے بارے میں اہانت آمیز کلمات کبھی نہ نکلتے"۔ (ص ۸۵)

الجواب:

(۱) میں نے شاہ معین الدین صاحب ندوی کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ اگر انہوں نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں چراغ مردہ کے لفظ لکھے ہیں تو یقیناً قابل مذمت ہیں۔ انہی دنوں شاہ صاحب موصوف کی کتاب "تاریخ اسلام" کے بعض مقامات دیکھے ہیں۔ اس میں انہوں نے جہاں حضرت معاویہؓ کی کامیابیوں کا ذکر کیا ہے وہاں ان کی کمزوریاں بھی بیان کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔ امیر معاویہؓ خود بڑے تجربہ کار افسر تھے حضرت عثمان کے زمانے میں انہوں نے بڑی فتوحات حاصل کی تھیں۔ ان کا پورا خاندان جنگ آزما تھا اس لئے ان کے عہد میں فتوحات میں کافی اضافہ ہوا۔ (تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۳۵۰)

(۲) امیر معاویہؓ کے زمانے میں نظام خلافت میں سب سے بڑا انقلاب یہ ہوا کہ خلافت اسلامیہ موروثی و شخصی حکومت کے قالب میں آگئی جس سے اس کی اصل روح بدل گئی۔ لیکن اس کا ظاہری ڈھانچہ وہی رہا جو خلافت راشدہ کے زمانہ میں تھا۔ بلکہ امیر معاویہؓ نے اس کو مختلف حیثیتوں سے اور زیادہ ترقی دی۔ مسلسل خانہ جنگی سے نظام خلافت میں جو برہمی پیدا ہو رہی تھی اسے ازسرنو قائم کیا۔ اندرونی اور بیرونی مخالف طاقتوں کا خاتمہ کر کے امن وسکون پیدا کیا۔ بغاوتیں فرو کیں، نئے ملک فتح کئے۔ تمدنی ضروریات کے مطابق بہت سے نئے شعبے قائم کئے اور اپنے بعد ایک وسیع اور طاقتور حکومت چھوڑ گئے۔

امیر معاویہ کی حکومت شخصی تھی۔ اس میں خلافت راشدہ کی طرح مہاجرین وانصار کی

مجلس شوریٰ نہ تھی لیکن اس عہد کے عرب کے اکثر نامور مدبر مثلاً عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابی سفیان امیر کے خاص مشیروں میں تھے اور کوئی اہم کام بغیر ان کے مشورے کے انجام نہ پاتا تھا۔ امیر معاویہؓ کی کامیابیاں ان کی ذاتی تدبر و سیاست کے علاوہ ان مدبرین کی صلاح و مشورہ کا بھی نتیجہ تھیں'' ۔ (ایضاً ص ۳۶۱)

(۳) امیر معاویہؓ میں یقیناً کمزوریاں تھیں لیکن جن کمزوریوں سے کسی اسلامی اصول کی پامالی نہ ہوتی ہو وہ چنداں لائق التفات نہیں۔ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ان کی ناحق صف آرائی اور اس میں کامیابی کے لئے ہر طرح کے جائز و ناجائز وسائل کا استعمال۔ حضرت علی پر سب وشتم کی رسم۔ یزید کی ولی عہدی۔ یہ سب ان کی کھلی ہوئی غلطیاں ہیں جن سے کوئی حق پرست انکار نہیں کر سکتا۔ خصوصاً یزید کی ولی عہدی نے خلافت کی اصل روح اور اسلامی حریت و آزادی کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن امیر معاویہؓ کے مخالفین نے ان کی غلطیوں کو اس حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ ایسے ایسے افسانے گھڑ کر یا معمولی واقعات کو ایسی رنگ آمیزی کے ساتھ امیر کی جانب منسوب کر دیا جو ایک صحابی کیا، ایک معمولی انسان کے رتبہ سے بھی فروتر ہیں۔ الخ (ایضاً ص ۳۶۷)

(۴) فتح مکہ میں اپنے والد کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے یہ حیات نبوی کا آخری زمانہ تھا۔ اس لئے امیر معاویہؓ کو زیادہ صحبت و خدمت کا موقع نہ مل سکا۔ البتہ کتابت وحی کی خدمت انجام دیتے تھے۔ (ص ۳۴۲)

مذکورہ عبارات پر تبصرہ کی یہاں گنجائش نہیں۔ یہ سب وشتم کے بارے میں تو شاہ صاحب ندوی نے مودودیت کی ترجمانی کی ہے جو کہ غلط ہے۔ بہر حال شاہ معین الدین صاحب نے شرف صحابیت کو پیش نظر نہیں رکھا۔ اور اپنے غیر محتاط قلم سے تنقید کے جوش میں بعض ایسے الفاظ لکھ گئے جس میں حضرت معاویہؓ کی تنقیص پائی جاتی ہے اور یہ بات حضرت معاویہؓ کے کاتب وحی تسلیم کرنے کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتی۔

(۵) مولانا ندوی نے تو حضرت علی المرتضٰی پر بھی تنقید کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ۔ متعدد

اکابر صحابہ کو حالات نے حضرت علیؓ سے جدا کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ کے ساتھ جو بزرگوار تھے ان کا دین و تقویٰ مسلم لیکن ان میں بہت کم صاحب تدبیر و سیاست تھے۔ پھر اپنے ضمیر کی آواز کے مقابلہ میں حضرت علیؓ صاحب تدبیر و سیاست لوگوں کا مشورہ تک قبول نہ کرتے تھے، مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبداللہ بن عباس نے آپ کو آغاز خلافت میں مشورہ کیا کہ بغیر بیعت لئے ہوئے امیر معاویہؓ کو معزول نہ کیجئے ورنہ وہ آپ کے خلاف ایک فتنہ کھڑا کر دیں گے۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا جس کا نتیجہ جنگ صفین کی صورت میں ظاہر ہوا۔ قیس بن سعد جیسے مدبر کو محض نوجوانوں کے ورغلانے سے مصر سے ہٹا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر ہاتھوں سے نکل گیا۔ تمام عثمانی عمال کو معزول کر کے اپنے خلاف بنا لیا۔ آپ کے حاشیہ نشینوں میں صحابہ کے ساتھ نوجوان نسل، جدید الاسلام عرب اور نو مسلم عجمی تھے جن کے دلوں میں اسلام کے لئے کوئی تڑپ نہ تھی بلکہ وہ صرف اپنی غرض کے لئے ساتھ تھے۔ آپ میں نہ حضرت ابوبکر کے جیسا تحمل اور تواضع تھا، جو مخالفین کو اپنا بنا لیتا تھا اور نہ حضرت عمر کے جیسا دبدبہ و شکوہ تھا جس سے بڑے بڑے لوگ تھراتے تھے۔ حضرت عمر جب امیر معاویہؓ کو طلب کرتے تھے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ لیکن وہی معاویہؓ آپ کے خلاف اٹھ کر ایک انقلاب عظیم برپا کر دیتے ہیں۔ آپ میں خود اعتمادی بہت تھی جو رائے قائم کر لیتے تھے پھر اس میں کسی کا مشورہ نہ قبول کرتے تھے جس سے بعض اوقات نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ ان سب سے زیادہ آپ کو ناکام رکھنے والے وہ نو مسلم عجمی تھے جو محبت اہل بیت کی آڑ میں مسلمانوں سے اپنی قومی تباہی کا انتقام لینا چاہتے۔ جنہیں حضرت علی کیا اسلام سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی۔ الخ (ص ۳۱۰/۳۰۹)

قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کے طرز عمل پر جس انداز میں شاہ معین الدین صاحب نے تبصرہ کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلم تو ندوی شاہ صاحب کا ہے لیکن اسے محمود احمد عباسی چلا رہے ہیں۔

حضرت ابن زبیرؓ:

حضرت صدیق اکبر کے نواسے اور رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے متعلق شاہ معین الدین صاحب لکھتے ہیں:۔اسی طرح ابن زبیرؓ نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ایک بہترین موقع کھو دیا۔اگر انہوں نے ابن نمیر کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا تو آج بنی امیہ کی تاریخ کا کہیں وجود نہ ہوتا۔(ص ۳۸۹)

ایک جلیل القدر صحابی کو بلا تامل ناعاقبت اندیش کہہ دینا خود ندوی صاحب کی اپنی ناعاقبت اندیشی کی دلیل ہے۔اور جنتری والوں نے جو مجھے توہین صحابہ کا مرتکب قرار دیا ہے یہ کوئی اندرونی خلش کا تقاضا ہے ورنہ بندہ نے جو کچھ لکھا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس میں تمام صحابہ کرام کا دفاع ہے کوئی اہل عقل وفہم کسی طرح کی کوئی تنقیص نہیں نکال سکتا۔بعض الفاظ میں نے الزاماً لکھے ہیں۔اور بعض الفاظ کی توجیہہ وہاں بیان کردی ہے اور اجتہادی خطا سے متجاوز میں نے نہ حضرت معاویہؓ کے متعلق لکھا ہے اور نہ کسی اور صحابی کے۔کیونکہ جب درجہ بدرجہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رضائے خداوندی کی سند حاصل ہے تو پھر کوئی اہل ایمان ان کی تنقیص وتوہین کی کیونکر جسارت کرسکتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد[1]:

زیر بحث جنتری میں لکھتے ہیں:۔ اس طرح کا ایک شعر ابوالکلام آزاد نے بھی نقل کیا

---

[1] ابوالکلام آزادؒ۔اصل نام محی الدین تھا مگر "ابوالکلام آزاد" کے نام سے شہرت پائی۔۱۱ نومبر ۱۸۸۸ء میں والدین کے مکہ مکرمہ مقیم ہونے کی وجہ سے وہیں پیدا ہوئے۔ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔بغداد (عراق) میں استاذ الحاج علی آلوسی کے پاس بھی پڑھتے رہے۔علی آلوسی، نعمان آلوسی کے فرزند اور علامہ محمود آلوسیؒ کے پوتے تھے۔بغداد میں مسجد مرجان میں درس دیتے تھے اور جنوری ۱۹۲۳ء میں انتقال ہوا۔مولانا آزادؒ ہندوستان کے مطلع سیاست پر چھائے رہے۔علمی طور بعض تفردات بھی ہیں۔۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو دہلی میں فوت ہوئے۔

ہے۔

وابن الثریا وابن الثری　　　وابن معاویہؓ من علیؓ

یہاں ضمناً ابوالکلام آزاد کا ذکر آ گیا۔ اس شخصیت سے بڑے بڑے علماء مرعوب نظر آتے ہیں۔ یہ شخصیت بھی اعدائے حضرت معاویہؓ میں سرفہرست ہیں۔ آخر ابوالکلام جو ہوئے اس ایک شعر کے نقل کر دینے سے بھی ان کا مقام متعین ہوسکتا ہے کہ وہ اس بارہ میں مؤلف خلافت وملوکیت سے بھی بازی لے گئے۔ کیونکہ خلافت وملوکیت کی تردید تو بہت سے علمائے حق نے کی لیکن اس بھاری متعصب شخصیت کا ذکر نہ کیا گیا۔ حضرت معاویہؓ کے بارہ میں اس شخصیت کے نظریات ملاحظہ ہوں۔

اپنے اغراض نفسانیہ منکرہ سیاسیہ سے اہل بیت نبوت اور حضرت امیر علیہ السلام پر اعلانیہ لعنت بھیجنی شروع کی اور جمعہ کے خطبہ ثانیہ میں اس فعل شنیع ومنکر کو داخل کر دیا۔ اور پھر شمشیر ظلم سے لوگوں کو اس طرح لرزاں وترساں رکھتے تھے کہ کسی کو اس صریح فسق عظیم ومعصیت کبریٰ و ہتک شریعت الٰہیہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ الخ

(الہلال بمطابق جلد دوم، ٦٢-٣٦٢۔ الہلال اکیڈیمی ٣٢۔ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور)

یہ عبارت صحابہ دشمنی پر انتہائی صریح ہے۔ بہرحال جو شخص حضرت علیؓ وحضرت معاویہؓ کے تقابل میں مذکورہ مصرعہ، شعر اور درج بالا عبارت اپنے قلم سے نکال دے وہ چاہے کتنا ہی بڑا عالم، ابوالکلام خادم اہل سنت کیوں نہ ہو وہ عظمت صحابہ سے بالکل نا آشنا ہے۔ الخ (جنتری ص ٨٤)

تبصرہ:

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا الہلال میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ جنتری میں ان کی جو عبارتیں حضرت معاویہؓ کے متعلق منقول ہیں وہ یقیناً قابل گرفت ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ مولانا ابوالکلام مرحوم کی یہ ابتدائی دور کی تحریریں ہیں۔ مولانا مرحوم کئی ادوار سے گزرے ہیں۔ ایک دور اُن کا وہ تھا جس میں وہ سرسید کی عقیدت میں فنا تھے اور ان کے ظلماتی نظریات سے ان پر

یہ اثر پڑا تھا کہ انہوں نے نماز تک بھی ترک کردی تھی۔ فرماتے ہیں کہ جب نئی روشن خیالی کی ہوا لگی اور سرسید مرحوم کا رنگ چڑھا تو اگرچہ اس کا اثر صرف عقائد وافکار ہی کے دائرے میں محدود نہ تھا بلکہ اعمال پر بھی پڑتا تھا۔ اب صوم صلوٰۃ کی حقیقت ہم وہ نہیں سمجھتے تھے جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔ ہمارا معیار اعمال واحکام اب فلسفیانہ وحکیمانہ تھا تاہم عملی طور پر کوئی اثر ایسا نہیں پڑا جس سے اعمال کی پابندی ومزاولت متاثر ہوتی۔ (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۴۰۰ مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی) چند دنوں کے بعد شک واضطراب نے انکار تک رسائی پیدا کرلی۔ بلکہ چند دنوں کی فکرو کش مکش کے بعد ایک دن شب کو آخری فیصلہ کرلیا۔ اور صبح سے نماز ترک کردی"۔ (ایضاً ص ۴۰۰)

(۲) انہی دنوں میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی ایک کتاب "مسئلہ خلافت" ملی ہے۔ اس میں مسئلہ خلافت کے موضوع پر جو کچھ لکھا ہے وہ زیادہ تر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصانیف ازالۃ الخفاء وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اس کتاب میں حدیث ثلثون سنۃ سے بھی استدلال کیا ہے اور آیت استخلاف اور آیت تمکین کی بھی تشریح کی ہے۔ اسی سلسلے میں خلافت خاصہ اور خلافت ملوکی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔ آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت اپنے خصائص ونتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ہوگئی۔ خود آنحضرت ﷺ نے نہ صرف اُن کی پیشتر سے خبر دیدی تھی بلکہ تمام علائم وخصائص صاف صاف بیان کردیئے تھے۔ اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں وہ کثرت طرق، شہرت متن، قبول طبقات کی بنا پر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ پہلا سلسلۂ خلافت خلفائے راشدین مہدیین کا تھا جس کی خلافت منہاج نبوت پر تھی یعنی وہ صحیح وکامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشین اور جامعیتِ مستحق رسالت کے قائم مقام تھے ان کا طریق کار ٹھیک طریق نبوت کے مطابق تھا۔ اس لئے گویا عہد نبوت کا ایک آخری جزء تھا۔ اور جس طرح وجود نبوت میں مختلف حیثیتوں کا اجتماع تھا۔ اسی طرح ان کی شخصیت بھی جامع و حاوی تھی۔ یہ سلسلہ علی علیہ السلام پر ختم ہوگیا۔ دوسرا سلسلہ خلافت علی منہاج نبوت سے الگ مجرد

حکومت و بادشاہت کا تھا جبکہ عجمی بدعتیں خالص اسلامی و عربی تمدن سے مل کر ایک نیا دور شروع کر رہی تھیں۔ یہ سلسلہ خلافت اگرچہ بعد کی خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا۔ لیکن خلافت راشدہ کے حقیقی خصائص ناپید ہو گئے تھے۔ خلفائے بنی امیہ سے لے کر آج تک جو سلسلہ خلافتِ اسلامیہ جاری ہے۔ وہ اس دوسری قسم میں داخل ہے۔ احادیث میں پہلے سلسلے کو بوجہ غلبہ طریق ہدایت و نبوت خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبہ سیاست و شخصیت بادشاہت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ الخلافة بعدی ثلثون عاما ثم ملك بعد ذلك (اخرجه اصحاب السنن) اور حدیث ابوہریرہؓ۔ الخلافة بالمدينة والملك بالشام ۔ ایک دوسری حدیث میں بالترتیب تین دور بتلائے گئے نبوت ورحمت ثم خلافت ورحمت وفی لفظ خلافة على منهاج النبوة ثم يكون ملك عضوض ۔ (رواه البزاز ۔ قال السيوطی حسن) امیر معاویہؓ نے اس کی نسبت کہا تھا ہم نے عہد ملوکی پر قناعت کر لی۔ الخ (مسئلہ خلافت ص ۱۱۳/۱۱۲ اشاعت ۱۹۶۰)

(۳) پروفیسر قاضی محمد طاہر علی ہاشمی ایم اے (متوطن حویلیاں۔ ایبٹ آباد) لکھتے ہیں:۔ علامہ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:۔ امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ عرب کا عزم جزم، عقل، تدبر پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہو گیا تھا۔ عربی کتب اور تاریخ ان کی تدبیر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت پر بسر ہوئی اور ہمیشہ ان کی سیاست کامیاب رہی۔ الخ (کتاب سیدنا حضرت معاویہؓ ص ۶۵، بحوالہ انسانیت موت کے دروازے پر ص ۱۵۷)

منقولہ عبارتوں کے بعد کوئی صاحب عقل و فہم یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد کے احساسات آخر تک وہی رہے جن کا اظہار انہوں نے الہلال کے مضمون میں کیا ہے۔ جنتری والوں پر لازم ہے کہ وہ پوری تحقیق کر کے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے نظریات کو زیر بحث لاتے۔ واللہ اعلم۔

عمر فاروق اسلامی یونیورسٹی:

اسی جنتری کے آخری ٹائیٹل پر حضرت عمر فاروق اسلامی یونیورسٹی کا تعارف شائع ہوا ہے۔اس کے سرپرستوں میں تین دوسرے حضرات کے ناموں کے ساتھ شیخ الاسلام حضرت مولانا اسعد مدنی صدر جمعیت علمائے ہند کا نام بھی لکھا ہے۔ یہ سب کاروباری ذہنیت پر مبنی ہے ورنہ حضرت مولانا سید اسعد صاحب (جانشین شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ) کو مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب کے نظریات فاسدہ سے کیا تعلق ہے اگر حضرت مولانا موصوف کو جنتری کے اس قسم کے مضامین کا علم ہو جائے تو وہ یقیناً اس سے برأت کا اظہار فرمائیں گے۔

خادم اہل سنت کے بارے میں:

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب نے تو اپنی کتاب ''سیدنا معاویہؓ ص ۲ پر بعنوان ''انتساب سب سے پہلے ان الفاظ سے میرا نام لکھا تھا:۔ یادگار اسلاف حضرت قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ حضرت مدنیؒ (خدام اہل سنت پاکستان) حالانکہ میری ان سے واقفیت نہ تھی اور نہ ہی اب تک میں نے اُن کی تقریر سنی ہے نہ کیسٹ۔ بہرحال جب جنتری کے مضامین میں ان کے نظریات ومزعومات میں نے پڑھے تو محض مسلک حق کے تحفظ کے لئے ان پر نقد وجرح کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ انہوں نے انتساب میں مجھے یادگار اسلاف قرار دیا ہے۔

باغی کا مفہوم:

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:۔ایک حدیث سنائی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔عمارؓ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کریگا۔تم اُسے جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمہیں جہنم کی طرف بلائیگا۔چونکہ حضرت عمارؓ سیدنا علی المرتضیٰؓ کی حمایت میں حضرت معاویہؓ کے آدمیوں

کے ہاتھوں عین میدان صفین میں شہید ہوئے تھے اس لئے ایک فرقہ نے اس حدیث کے پیش نظر حضرت معاویہؓ کو باغی اور جہنمی کہنا شروع کردیا۔ بعض معتدل جہنمی نہیں گمراہ کہتے ہیں لیکن ان کے باغی ہونے پر دونوں متفق ہیں۔ ہمیں لفظ باغی پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ قرآن میں بغاۃ کے معنی مطالبہ کرنے والے کے آئے ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کررہے تھے۔ الخ (سیدنا معاویہ ص ۱۶) نیز لکھتے ہیں:۔ ہم باغی کے معنی مطالبہ کرنے والے مانتے ہیں، نہ کہ غدار ملک وملت (ایضاً ص ۱۶۶)

مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب لغت عربی میں بھی مجتہد نظر آتے ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے جنتری کے ایک سابقہ مضمون میں راشد کا معنی ہدایت دینے والا اور آیت اَلَّذِی ارْتَضٰی لھم کا ترجمہ اللہ اُن سے راضی ہوگیا لکھا ہے، اب ایک حدیث کے ترجمہ میں باغی کا معنی مطالبہ کرنے والا نکالا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں ہیں کہ کیا کسی نے اس حدیث عمارؓ میں فئة باغية کا معنی مطالبہ کرنے والا لکھا ہے۔ اور کیا یہ معنی یہاں بن بھی سکتا ہے؟ بغی کا معنی لغت میں چاہنا بھی آتا ہے۔ لیکن جب اس کا صلہ علی آجائے تو پھر اس کا معنی:۔ ظلم کرنا، تعدی کرنا، ستم توڑنا، ستانا آتا ہے۔ (المعجم الاعظم جلد اوّل)

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا۔ اخواننا بَغَوا عَلَيْنَا ۔ یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت (سرکشی) کی ہے۔ قرآن مجید میں فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الاُخْرٰى آیا ہے۔ یعنی اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف سرکشی کرے" کیا یہاں بھی معنی چاہنے والا اور مطالبہ کرنے والا کریں گے۔

(۲) بغاوت کی قسمیں ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کو اہل سنت نہ جہنمی کہتے ہیں اور نہ گمراہ۔ بلکہ ان کے قتال کو صورتاً بغاوت کہتے ہیں جو ان کے اجتہاد پر مبنی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر محدث عسقلانیؒ لکھتے ہیں:۔ وذهب جمهور اهل السُنَّة الى تصويب من قاتل مع علي لِامتثالِ قوله تعالىٰ وَاِنْ طائفتانِ من المؤمنين اقتتلُوا ۔ الآية وفيها الامر بقتال الفئة

الباغية وقد ثبت ان من قاتل عليًا كانوا بغاة وهؤلآء مع هذا التصويب متفقون على انه لا يذم واحد من هؤلاءِ بل يقولون اجتهدوا نأ خطئوا ۔ الخ (فتح الباری جلد ۱۳ کتاب الفتن ص ۵۸) اور جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ جو حضرت علی کی معیت میں لڑنے والے ہیں وہ صواب پر تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس آیت پر عمل کیا تھا:۔ اگر مومنین میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو الخ۔ اور اس آیت میں باغی گروہ کے ساتھ جنگ لڑنے کا حکم ہے اور تحقیق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جنہوں نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی ہے وہ باغی تھے اور یہ حضرات (یعنی جمہور اہل السنّت والجماعت) باوجود حضرت علی اور ان کے گروہ کو صواب پر قرار دینے کے اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جنہوں نے ان سے جنگ کی ہے وہ قابل مذمت نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کیا جس میں ان سے خطا ہو گئی۔ الخ) مسئلہ بغاوت اور اجتہادی خطا پر مفصل بحث کتاب خارجی فتنہ حصہ اوّل میں موجود ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ (غالی گروہ):

حضرت علی المرتضٰی اہل السنّت والجماعت کے نزدیک قطعی جنتی ہیں بیعت رضوان، غزوۂ بدر اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اور قرآن کے موعودہ چوتھے خلیفہ راشد تھے لیکن اس کے باوجود شیعہ کہتے ہیں کہ سنی مسلمان حضرت علیؓ کو نہیں مانتے۔ اور ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ شیعوں کے نزدیک حب علی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو خلیفہ بلا فصل مانا جائے اور ان کو بارہ ائمہ سمیت انبیائے سابقین سے افضل قرار دیا جائے جس طرح حضرت علی المرتضٰی کے حق میں شیعہ غلو کرتے ہیں اور ان کو ان کے اصلی مقام سے بڑھاتے ہیں اسی طرح ایک گروہ ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے جو حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں بھی غلو کرتے ہیں۔ اور جو ان کے غالیانہ نظریات کو نہ تسلیم کرے اس کو حضرت معاویہؓ کی توہین کرنے والا اور دشمن قرار دیتے ہیں۔ دور حاضر میں اس غالیانہ نظریہ کے بانی محمود احمد عباسی ہیں اور مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب اور خلافت راشدہ جنتری والے بھی اسی طرح کے غالی ہیں۔ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک حضرت امیر معاویہؓ جلیل

القدر صحابی ہیں، جنتی ہیں اور حضرت امام حسنؓ کی صلح کے بعد بالاتفاق برحق خلیفہ ہیں ان کی تنقیص وتوہین جائز نہیں۔ البتہ قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ و قتال کرنے میں وہ خطا پر تھے اور یہ بھی ان کی اجتہادی خطا ہے جس پر ایک اجر ملتا ہے لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن وغیرہ جمہور اہل السنت کے اس عقیدہ سے مطمئن نہیں ہیں بلکہ وہ حب معاویہؓ کا تقاضا یہی سمجھتے ہیں کہ ان کو آیت استخلاف کا مصداق قرار دے کر قرآن کا پانچواں موعودہ خلیفہ راشد تسلیم کیا جائے انکو مہاجرین اولین میں شامل کیا جائے۔ اسی غلو کی بنا پر وہ حدیث ثلثون سنة کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور جو ان کے ان غالیانہ اور بے بنیاد نظریات کو تسلیم نہ کرے اس کو وہ حضرت معاویہؓ کی توہین کرنے والا اور ان سے بغض رکھنے والا قرار دیتے ہیں۔ جنتری کے زیر بحث مضمون میں انہوں نے اسی غلو کا اظہار کیا ہے۔ شیعہ تو غیر سنی ہیں ان کے عقائد بنیادی طور پر اہل السنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ لیکن مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب تو اپنے آپ کو سنی دیوبندی قرار دیتے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ اور مشاجرات صحابہ کے بارے میں نہ سنی ہیں نہ دیوبندی۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ مزید جرأت سے کام لیں۔ سنیت اور دیوبندیت سے وابستگی ختم ہونے کا اعلان کر دیں۔ اور فاروقی نسبت سے بھی دست بردار ہو جائیں کیونکہ فاروقی تو وہ ہوتا ہے جو حق و باطل میں فرق پہچانے۔ حالانکہ وہ اپنے نظریات میں حق و باطل کا ایک مشترکہ ملغوبہ تیار کر رہے ہیں۔

خلفائے اربعہ کا ماننا عقائد میں شامل ہے:

(۱) امام طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:۔ وثبت الخلافة بعد رسول الله ﷺ اولا لابی بکر الصدیقؓ تفضیلا له وتقدیما علی جمیع الامة ثم لعمر بن الخطابؓ ثم لعثمانؓ ثم لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه وهم الخلفاء الراشدون والائمة المهدیون۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سب سے پہلا خلیفہ اور تمام امت سے افضل ثابت کرتے ہیں۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علی بن ابی

طالبؓ کی خلافت تسلیم کرتے ہیں اور وہی خلفائے راشدین اور ائمہ مجتہدین ہیں۔(شرح الطحاویہ ص ۱۸۵)۔

(۲) حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ باب العقائد میں لکھتے ہیں:۔ان الامام الحق بعد رسول اللّٰہ ﷺ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللّٰہ عنہم (احیاُ العلوم جلد اوّل۔ کتاب قواعد العقائد)۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام حق حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

(۳) امام ابن ہمامؒ حنفی عقائد کے تحت لکھتے ہیں:۔ان الخلفیة الحق بعد محمد ﷺ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی۔ والتفضیل علی ھذا الترتیب۔ (المسایرة)۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد برحق خلیفہ حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی ہیں (رضی اللہ عنہم) اور ان کی باہمی فضیلت بھی خلافت کی ترتیب سے ہے۔)

(۴) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ۔عقائد اہل السنت والجماعت کے تحت لکھتے ہیں:۔امام برحق خلیفہ مطلق بعد از خاتم الرسل علیہ و علیھم الصلوات والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ بعدازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللّٰہ عنہ بعدازاں حضرت عثمان ذوالنورین است رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ بعدازاں حضرت علی ابن ابی طالب رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہ۔ وافضیلت ایشاں بترتیب خلافت است (مکتوبات جلد ثانی مکتوب نمبر ٦٧)۔حضرت خاتم الرسلؐ کے بعد امام برحق خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اور ان حضرات کی باہمی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے ہے۔

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۵ھ) عقائد کے تحت فرماتے

ہیں:۔وابوبکر الصدیق امام حق بعد رسول اللہ ﷺ ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللّٰہ عنہم ثم تمت الخلافة و بعده ملك عضوض ۔(تفهيمات الهيه جلد اوّل ص١٤٨ طبع مجلس علمی ڈھابیل (سورت)۔ اور رسول اللہ ﷺ کے بعد امام حق حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ عنہم پھر خلافت (نبوت) پوری ہوگئی، اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہے) علاوہ ازیں دوسری کتب عقائد میں بھی خلفاء صحابہ میں سے بالترتیب انہی خلفائے اربعہ کا ذکر ہے اور کسی نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کو باب عقائد میں نہ پانچواں خلیفہ قرار دیا ہے اور نہ ہی ان کو خلفائے راشدین میں شامل کیا ہے۔ اگر حضرت معاویہؓ قرآن کے موعودہ پانچویں خلیفہ ہوتے تو باب عقائد میں ان کا نام بھی شامل کیا جاتا۔

مولوی ضیاء الرحمٰن سے چند سوالات:

(۱) آپ نے خلافت راشدہ جنتری ١٩٨٦ء میں میری طرف حسب ذیل عبارت منسوب کی ہے۔ ہر ذمہ دار مسلمان کے دینی فرائض ہیں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین اور اہل بیت عظام کے افکار کے فروغ کیلئے جدوجہد میں شامل ہونا افسوس کہ ہماری اس طرف کوئی توجہ نہیں۔خلافت راشدہ جنتری کا اجراء تاریخی اور فکری گلدستوں میں اضافہ ہے"۔آپ نے یہ غلط بیانی کیوں کی۔حالانکہ میں نے خلافت راشدہ جنتری کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا تھا۔

(۲) خلافت راشدہ جنتری ١٩٨٧ میں ایک سوال کے جواب میں آیت اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ کے تحت لکھا ہے کہ:۔اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کو ہدایت دینے والا یعنی راشد قرار دیا گیا ہے۔الخ۔حالانکہ راشد کا معنی ہدایت پانے والا ہے نہ کہ ہدایت دینے والا اور ہدایت دینے والے کو تو مرشد کہتے ہیں۔

(۳) آپ نے مذکورہ جنتری میں آیت استخلاف میں دِیْنَهُمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَهُمْ کا ترجمہ لکھا ہے:۔جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا"۔جو بالکل غلط ہے۔اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ ان کو اس دین کی طاقت دیگا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ جب آپ کی علمی استعداد یہ ہے کہ راشد اور مرشد کا معنی نہیں جانتے اور ''ارتضٰی لھم ''اور'' رضی اللّٰہ عنھم ''میں فرق نہیں کر سکتے تو پھر عقیدہ خلافت راشدہ کے موضوع پر کیوں اوراق سیاہ کرتے ہیں۔

(۴) آپ ثابت کریں کہ سورۃ النور کا نزول یقیناً فتح مکہ کے بعد ہوا ہے۔

(۵) آپ نے اپنی کتاب سیدنا معاویہؓ ص ۴۴ پر لکھا ہے کہ:۔ حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء سے پہلے ہی اسلام لے آیا تھا مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا۔ کیونکہ میری والدہ اسکے خلاف تھیں۔ تاہم ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے والد کے ہمراہ اسلام لانے کا اعلان کیا''۔ لیکن اس کے برعکس بطور طعن کے جنتری ۱۹۸۹ء کے زیر بحث مضمون میں یہ لکھا ہے کہ۔ کبھی تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے کبھی ایمان کا قبل از فتح اقرار کیا جاتا ہے۔ لیکن کتمان ایمان کا الزام قائم کر دیا جاتا ہے''۔ (۷۳) حضرت معاویہؓ کے اسلام لانے کے متعلق مذکورہ دونوں عبارتوں میں تضاد ہے۔ آپ فرمائیں کہ دونوں میں صحیح بات کونسی ہے۔ حضرت معاویہؓ نے ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر اسلام کا اعلان کیا اور قبل ازیں اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یا آپ نے فتح مکہ سے پہلے ہی اسلام کا اعلان کر دیا تھا اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تھے۔

(۶) آپ کسی مفسر اہل سنت کا حوالہ دیں کہ حضرت امیر معاویہؓ مثل خلفائے اربعہ کے سورۃ النور کی آیت استخلاف کا مصداق ہیں۔

(۷) آپ کسی مفسر قرآن سے ثابت کریں کہ حضرت معاویہؓ سورۃ الحج کی آیت تمکین کا مصداق ہیں۔

(۸) آپ ثابت کریں کہ حضرت معاویہؓ مہاجرین اولین میں شامل ہیں اور صلح حدیبیہ سے پہلے مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ حالانکہ آپ اپنی کتاب ''سیدنا معاویہؓ ''میں لکھ چکے ہیں کہ تاہم ظاہری طور پر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے والد

کے ہمراہ اسلام لانے کا اعلان کیا۔

(۹) جنتری ۱۹۸۹ء کے زیر بحث مضمون میں لکھا ہے کہ حدیث ثلثون سنة موضوع اور بے بنیاد ہے۔ آپ کسی محدث کا حوالہ دیں جنہوں نے اس حدیث کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ حالانکہ بعض محدثین نے اس کو صحیح اور بعض نے حسن لکھا ہے۔

(۱۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ازالة الخفاء مترجم جلد چہارم ص ۵۰۸ میں حکمین کے بارے میں سنن بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث لکھی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں۔ ضلا و ضل من اتبعهما ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ نے ضلالت سے خطائے اجتہادی مراد لی ہے۔ لیکن جنتری کے زیر بحث مضمون میں اس حدیث کو بھی موضوع قرار دیا ہے آپ کسی محدث سے ثابت کریں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(۱۱) حدیث عليكم بسنتي و سُنّة الخلفاء الراشدين المهديين کی شرح میں شارحین نے خلفائے راشدین سے مراد خلفائے اربعہ ہی لئے ہیں آپ کسی شارح حدیث کا حوالہ دیں جنہوں نے اس حدیث کے تحت خلفائے اربعہ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کو بھی شامل کیا ہو۔

(۱۲) عقائد اہل سنت کی کسی کتاب کا حوالہ پیش کریں جس میں خلفائے اربعہ کے بعد پانچویں نمبر پر حضرت معاویہؓ کا نام مذکور ہو۔ کیونکہ آپ ان کو بھی قرآن کا پانچواں موعودہ خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں۔

(۱۳) علامہ ابن تیمیہ، علامہ علی قاری محدث حنفی، ابن حجر مکی محدث، حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید، قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ اکابر امت حضرت امیر معاویہؓ کو بجائے خلیفہ راشد ملک اور سلطان قرار دیتے ہیں اگر اس میں حضرت معاویہؓ کی توہین پائی جاتی ہے تو فرمائیے۔ آپ کا ان حضرات کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔

(۱۴) جمہور اہل سنت اور اکابر دیوبند یزید بن حضرت معاویہؓ کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ یزید کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے۔ وہ فاسق تھا یا صالح وراشد۔ اگر آپ کے نزدیک صالح اور راشد تھا تو کسی ایک صحابی سے یہ ثابت کریں کہ بیعت خلافت کے بعد انہوں نے یزید کو صالح قرار دیا ہو۔

(۱۵) اگر آپ سنی دیوبندی ہیں تو پھر حضرت معاویہؓ اور عقیدہ خلافتِ راشدہ کے بارے میں جمہور اہل السنّت اور اکابر دیوبند کے مسلک کو کیوں تسلیم نہیں کرتے اور اگر آپ جمہور اور اکابر دیوبند کے متفقہ مسلک کے پابند نہیں ہیں تو پھر اپنے آپ کو مذہب اہل سنت اور مسلک دیوبند کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں۔؟

پاکستان میں کیا ہو رہا ہے:

شیطان رشدی نے ازواج مطہرات کے متعلق طوائف کا لفظ استعمال کیا ہے یہ یقیناً بہت زیادہ سنگین ہے۔ ورنہ پاکستان میں صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور امہات المومنین کے بارے میں اردو تصانیف میں جو کچھ شائع ہو رہا ہے وہ اس سے زیادہ سنگین ہے اس سلسلے میں چند حوالہ جات میں نے اپنے رسالہ ''صحابہ کرام اور پاکستان'' میں درج کر دیئے ہیں جو محل عبرت ہیں یہاں بطور نمونہ بعض عبارات حسبِ ذیل ہیں۔ (۱) جناب ابوبکر اور مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی فرق نہیں۔ (جاگیر فدک مؤلفہ غلام حسین نجفی) (۲) خلفائے ثلاثہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لوگ دل وجان سے مومن نہیں تھے۔ (مناظرہ بغداد مؤلفہ حسین بخش جاڑا) (۳) خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا (ایضاً مناظرہ بغداد ص ۱۰۰) (۴) جناب عمر شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے۔ (سہم مسموم ص ۴۳۰ مؤلفہ غلام حسین نجفی) (۵) جناب عمر جہنم کا تالا ہے اور بہتر تو ہے کہ جہنم کا گیٹ ہوتا۔ (ایضاً ص ۴۳۰) (۶) حضرت عثمان ذوالنورین کے متعلق لکھا ہے۔ جناب ذوالنورین نے اپنی بیوی کلثوم کو موت کے بعد ان کے مردہ کے ساتھ ہم بستری کر کے نبی

کریم کو اذیت پہنچائی۔ (قول مقبول مؤلفہ غلام حسین نجفی [1] ص ۴۲۰)

مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ:

یہ نجفی مصنف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں لکھتا ہے:۔ مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ میں کیا رکھا تھا کہ حضور پاک نے اپنی ہم عمر بیویوں کے ہوتے ہوئے یا دوسری جوان عورتوں کے ملنے کے باوجود چھ سالہ ننھی اماں بی سے اپنے پچاس برس کے سن میں شادی رچائی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ) پاکستانی مصنفین کی مندرجہ عبارتیں بالکل واضح ہیں لیکن افسوس کہ پاکستان کے معروف سیاسی لیڈر انگلینڈ کے رشدی کے خلاف تو احتجاجی جلوس نکالتے ہیں۔ احتجاجی مراسلے دیتے ہیں لیکن پاکستان میں جو کہ انتہائی زہریلی عبارتوں میں صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور امہات المومنین کے خلاف زہر افشانی ہو رہی ہے اس کی وجہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ یہ ایک ایسی پیچیدہ سیاست ہے جس کی ہلاکت آفرینیوں کا کوئی حل نہیں۔ اس کی تلافی صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ غیور سنی مسلمان عظمت صحابہ کے تحفظ کے لئے مروجہ جمہوری سیاست سے بالاتر ہو کر منظم و متحد ہو جائیں۔ یہی نصرت خداوندی کا ایک ذریعہ رہ گیا ہے کہ جن صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قطعی وحی میں راضی ہونے کا اعلان کیا ہے۔ ہم ان کے اس شرعی بلند مقام کی تبلیغ و تحفظ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اپنے رب کو راضی کریں۔ وما النصر الا من عند اللہ۔

☆......☆......☆......☆

---

[1] غلام حسین نجفی۔ ۱۹۳۹ء میں ضلع سرگودھا کے قصبہ جلال پور ننگیانہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد حیات تھا۔ مختلف شیعہ مدارس میں پڑھنے کے بعد نجف اشرف عراق سے ۱۹۷۰ء میں فراغت حاصل کی۔ جامع المنتظر لاہور میں مدرس رہے۔ اصحاب رسول پر غلیظ تبرا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ پچیس کے قریب کتب لکھیں۔ جن میں سے ہر دوسری، پہلی سے گندگی میں بڑھی ہوئی ہے۔ یکم اپریل ۲۰۰۴ء کو لاہور میں اندھا دھند فائرنگ سے قتل ہو کر آنجہانی ہوئے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔